خطباء، علماء اور طلباء کے لیے نادر علمی تحفہ

حصن الخطیب

ابو الحسن عبد المنان راسخ حفظہ اللہ
خادم السنۃ النبویہ الشریفہ

حسن الخطیب

تعلیمات قرآن وسنت کی روشنی میں خطبات
حسن الخطیب
دار القدس

بسم اللہ الرحمن الرحیم
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
نام کتاب: حصن الخطیب
مؤلف: ابوالحسن عبدالمنان راسخ
ناشر: دارالقدس پبلشرز
دارالقدس پبلشرز
فون

فہرست

مضمون — صفحہ نمبر

◈ — ◈ — ◈

◈ — ◈ — ◈

◇ — ◇ — ◇

◇ — ◇ — ◇

احسان کرنے والوں پر انعامات کی بارش

رسول اللہ ﷺ

کا نافرمان کون......؟ 219

◈ — ◈ — ◈

امام المرسلین محمد ﷺ

آخری رسول ہیں 247

◈ — ◈ — ◈

◇ — ◇ — ◇

جمہوری نظام اور الیکشن 299

رسول اللہ ﷺ کی دُعائے رحمت 323

میاں اور بیوی خوش باش کیسے رہیں؟ 351

◈ — ◈ — ◈

◈ — ◈ — ◈

اتفاق کی برکتیں 433

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ 455

◇ — ◇ — ◇

***

الاهداء

عمی المکرم ممتاز مذہبی سکالر، مفسرِ قرآن، پروفیسر

حافظ عبدالستّار حامد

کی طرف

کہ جنہوں نے والدِ گرامی کی وفات کے بعد ہماری سرپرستی فرمائی

اور بالخصوص مجھے اپنی دعاؤں اور محبتوں سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وسلامتی اور عافیت سے رکھے۔

اور آپ کی من جملہ خدمات کو اپنی رضا ورحمت

سے قبول فرمائے۔ آمین!

ابن اخیہ

عبدالمنان راسخ
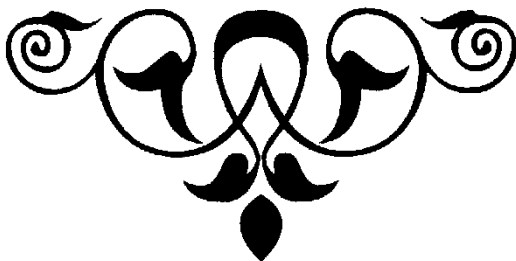
گزارشاتِ راسخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گزارشاتِ راسخ

إن الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ
وعلی آلہ واھل بیتہ وصحبہ واتباعہ أجمعین

اللہ رحیم وکریم کے خاص فضل وکرم سے خطبات پر مشتمل ''حسن الخطیب'' ہماری پانچویں کاوش ہے۔اس سے قبل بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں مفید خطبات لکھنے کی سعادت بخشی تھی اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔ باذن اللہ تعالیٰ!

معزز خطبائے کرام......!

ہر علمی وتحقیقی کتاب امت کے لیے مفید اور مصنّف کے لیے صدقہ جاریہ ہوتی ہے جبکہ خطبائے کرام کے لیے خطبات لکھنا کم از کم دوہرے اجر کا باعث ہوتے ہیں۔

ا۔ جہاں وارثانِ منبر ومحراب اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

۲۔ وہاں یہ سامعین کے لیے بھی ایمان کی تازگی کا باعث بنتے ہیں۔

اس پاکیزہ جذبے کو لے کر ہم صحیح مواد پر مشتمل موضوعات کا دل نشین گلدستہ بنا کر نہایت ادب سے خطبا کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ جس کی خوشبو سے وہ خود بھی محظوظ ہوتے ہیں اور سامعین کے دل ودماغ کو بھی معطّر کرتے ہیں۔

زَادَهُمُ اللّٰهُ شَرْفًا وَ كَرْمًا

قابل قدر خطبائے کرام......!

اللہ ہی کے فضل وکرم اور اسی کی توفیق سے ہمارے تمام خطبات میں صرف اور صرف صحیح روایات ہوتی ہیں۔ ہم علی الاطلاق کوئی ضعیف روایت اپنے خطاب میں بیان کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے خطبات میں تحریر کرتے ہیں۔

لیکن یاد رہے......!

آج کل بعض محققین حضرات بعض احادیث کے متعلق اپنی رائے کو ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کسی حدیث پر ضعف کا حکم لگا دینا حرفِ اخیر ہے جبکہ یہ سراسر ناانصافی کی بات ہے۔ اہل علم وفضل کو اپنی رائے نہایت تواضع سے بیان کرتے ہوئے اپنے اسلاف کے مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ان کی توجیہ کو بھی قابل التفات سمجھنا چاہیے۔

لیکن نہایت افسوس......!

کہ بعض جذباتی محققین حضرات اسلاف کی رائے کو اہمیت دیتے ہیں نہ ہی ہم عصر مشائخِ حدیث کے حکم کو قابلِ توجہ سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ایسے احباب نے

علم حدیث کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ کیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہم

واجب الاحترام خطبائے کرام......!

آپ کی عزت اور آپ کی شان میں یہی کلمہ کافی ہے کہ آپ لوگ اللہ کا انتخاب ہو اور انبیاء ورسل علیہم السلام کے سچے وارث ہو۔

ساری زندگی اپنے مقام ومرتبے کا لحاظ رکھیں، اپنے علم، عمل اور کردار میں ہمیشہ نمونہ بن کر رہیں۔ دین ودنیا اور آخرت کی تمام خوشیاں آپ کی جھولی میں ڈال دی جائیں گی۔ ان شاء اللہ الرحمن

قابلِ صد احترام خطبائے کرام......!

مضامین کے آغاز میں تفصیلی مقدمے کو پوری لگن کے ساتھ پڑھیں اور اپنے آپ کو اس پر پیش کرتے ہوئے اپنی اصلاح فرمائیں کیونکہ ہمارا مقصد صرف اور صرف خیر خواہی اور اصلاح ہے۔

ہماری اس کتاب کی کمپوزنگ وڈیزائننگ محترم طاہر محمود انصاری کے علاوہ دیگر معاونت میں حضرت مولانا عمران ذکی صاحب، حضرت مولانا محمد عثمان اثری صاحب فاروق آباد اور محترمہ باجی بنتِ عبدالواحد صاحب پرنسپل جامعہ محمدیہ للبنات فیصل آباد نے اہم کردار ادا کیا ہے، ہم ان سب کے شکر گزار ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ پاک ان کو دین وآخرت کی تمام خوشیاں نصیب فرمائے۔ آمین!

ذی وقار خطبائے کرام......!

آخر میں نہایت ادب سے گذارش ہے کہ میرے والدِ گرامی قدر مولانا حکیم عبدالرحمٰن راسخ رحمہ اللہ کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔ وہ نہایت ملنسار اور خوش

اخلاق تھے، نماز باجماعت پڑھنا ان کا معمول تھا اور تربیت کے معاملے میں کڑی نظر رکھنا ان کا امتیازی وصف تھا، والدِ گرامی قدر نے بچپن میں ہماری نیک تربیت میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین! ثم آمین!

اسی طرح میرے پیارے بیٹے عبداللہ حسن راسخ اور عبدالرحمٰن راسخ کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ تعالیٰ ان کو دنیا کی ہر آفت مصیبت اور شر سے محفوظ فرماتے ہوئے ان کو قرآن وحدیث کا امام اور خطیبِ اسلام بنائے۔ آمین! ثم آمین!

اور الہ العالمین اپنے خاص فضل وکرم سے میرے تمام اساتذہ اور رفقاء کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

وصلی اللہ علی النبی وآلہ واھل بیتہ وصحبہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخوکم فی الدین ومحبکم فی الاسلام

عبدالمنان بن عبدالرحمٰن راسخ بن حاجی نیک محمد

خادم السنۃ النبویۃ الشریفۃ

فیصل آباد پاکستان

0300-6686931

خیر خواہی کا چوتھا سبق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خیرخواہی کا چوتھا سبق

خطبائے کرام کیلئے

قابلِ صد احترام خطبائے کرام......!

آپ ہماری پہلی تالیفات ''خوشبوئے خطابت، منہاج الخطیب، مصباح الخطیب'' کے آغاز میں اہم پندونصائح پڑھ چکے ہیں، حسب سابق اب ہم ''حصن الخطیب'' کے شروع میں بھی اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے چند اہم سطور لکھنا چاہتے ہیں۔ آغاز میں تین باتوں کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔

1. قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم خطباء سے متعلق جن اعلیٰ اوصاف کا ذکر کرتے ہیں اور مروجہ نظامِ خطابت کے حوالے سے جن کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اس ساری محنت میں بنیادی مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے کہ وہ ہم سے خوش ہو جائے اور ہماری محنت کو شرفِ قبولیت سے نواز دے۔

اس کے بعد ہماری تمنا ہے کہ اس وقت جو میدانِ خطابت کے شہسوار ہیں وہ اپنی اصلاح فرمائیں۔ اور بالخصوص آئندہ آنے والی نسل علم وفضل سے بہرہ ور ہو اور وہ اخلاقی اقدار اور جذبہ ایثار میں اپنے اسلاف کی یاد کو تازہ کر دے۔

الحمدللہ! ہم مایوس قطعاً نہیں، اب آنے والے نئے خطباء اپنے علم وفضل اور کردار میں خوب محنت فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور ان کی ہر خوشی کو اپنی رحمت سے پورا کرے۔ آمین!

۲ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم جو کچھ لکھتے ہیں اس سلسلے میں ہم کو اپنے ممتاز با کردار مشائخ عظام کی مکمل سرپرستی حاصل ہے۔ آنے والی اکثر نصیحتیں ہم نے اپنے مشائخ بالخصوص محدثِ عصر، تقویٰ وطہارت کے عظیم امام

- حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ......
- حضرت مولانا ثناء اللہ زاہدی......
- حضرت مولانا زبیر علی زئی ......
- حضرت مولانا عبداللہ ناصر رحمانی......
- نمونۂ سلف مولانا امین اللہ پشاوری......
- حضرت مولانا حافظ محمد شریف......
- حضرت مولانا حافظ مسعود عالم ......
- حضرت مولانا ارشاد الحق اثری......
- حضرت مولانا عبدالرحمن چیمہ......
- حضرت مولانا حافظ محمد امین محمدی......

اور مولانا نجیب اللہ طارق صاحب سمیت دیگر مشائخ سے سنی ہیں، وہ سب

یہی فرماتے ہیں کہ ذاکروں کی مجلسوں اور عاشقین کی محفلوں کا تو پہلے ہی اللہ حافظ تھا لیکن اب دھیرے دھیرے ہمارے اسٹیجوں سے بھی علم اٹھتا جا رہا ہے۔ اور ہماری عوام میں بھی علمی بدذوقی اس قدر بڑھتی جا رہی ہے کہ وہ طرزوں اور بھڑکوں کو تو بڑے شوق سے سنتے ہیں لیکن صالح اور علمی گفتگو سننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

۳ انسانی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جن لوگوں نے مصلحت کا شکار ہو کر حقائق کو چھپایا اور اسلامی اصولوں کے مطابق معاشرے کو صحیح رہنمائی سے محروم رکھا۔ ان کو بظاہر تو دنیاداروں نے بہت زیادہ اچھالا لیکن ایسے ابن الوقت علماء تاریخ کی نگاہ میں مجرم کے علاوہ کوئی نام نہیں پا سکے۔ اس کے مقابلے میں جن شخصیات نے اصلاح کے لیے کلمۂ حق کو بلند کیا، تربیت کے پاکیزہ مقصد کے تحت تنقید کی تو بظاہر لوگ ان کے مخالف بن گئے۔

- ☆ ان کی نیتوں پر حملے بھی کیے گئے۔
- ☆ ان پر تہمتیں بھی جڑی گئیں۔
- ☆ ان کی عزت کو مباح بھی سمجھا گیا۔
- ☆ اور نجانے کس قدر المناک ظلم وستم کیے گئے۔

اللہ تعالیٰ ایسے مخلص علمائے حق کی قربانیوں کو قبول فرمائے جنہوں نے تمام نشیب وفراز کو قبول کرتے ہوئے ہر قسم کی قربانی پیش کی اور معاشرے کی اصلاح وتربیت میں کسی قسم کی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔

آج ہم بھی کسی قسم کی مصلحت کا شکار ہوتے ہیں نہ ہی اللہ کی توفیق سے کسی کے دباؤ میں آتے ہیں بلکہ وہی کچھ لکھتے ہیں جسے حق اور خطباء کی اصلاح کے لیے نہایت

ضروری سمجھتے ہیں، ہماری تنقید کا نشانہ کوئی خاص جماعت ہے نہ ہی کوئی خاص شخصیت۔

اس صراحت کے باجود اگر کوئی خطیب ہم سے بدگمان ہے تو ہم اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور ساتھ ہی مسنون دعا کرتے ہیں:

وَانْصُرْنِيْ مَنْ يَّظْلِمُنِيْ وَخُذْ مِنْهُ بِثَأْرِيْ [1]

میں کیسے مان لوں کہ کوئی میرا نہیں رہا
جب تک خدا کی ذات ہے تنہا نہیں ہوں میں

میدانِ خطابت میں قدم رکھنے والے نئے مہمانوں کی خدمت میں ہماری دردمندانہ گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل اعلیٰ اوصاف کو اپنائیں اور مروّجہ اندازِ خطابت سے پیدا ہونے والی خامیوں سے چھٹکارا حاصل کریں۔

آنے والی سطور میں ہم کامیاب خطیب کے پانچ اوصاف تحریر کرتے ہیں، اپنی سیرت اور خطابت کو ان کے ساتھ مزین فرمائیں، دنیا و آخرت کی ہر کامیابی نصیب ہوگی۔

1 اخلاص:

سب سے پہلا اور اہم وصف اخلاص ہے کہ آپ اپنی تمام دعوتی سرگرمیوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کردیں۔ آپ کی دعوت اور خطابت کا مقصد دنیا کی دولت ہو نہ ہی دنیا کی شہرت۔ بلکہ آپ کی صرف اور صرف ایک ہی خواہش ہو کہ اللہ کا دین اونچا ہو جائے۔ لوگ اللہ سے محبّت کرنے والے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ میری اس

1 جامع الترمذی:3604

دعوتی کوشش کو قبول فرما کر میرے گناہ معاف کرتے ہوئے مجھے اپنی رحمت کا حقدار بنائے۔ آمین!

جب آپ عملی طور پر اللہ اور اللہ کے دین کی عظمت کے لیے میدانِ خطابت میں قدم رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو ہر نعمت اور ہر خوشی نصیب فرمائیں گے۔ کیونکہ خطیب کا میزبان رب العالمین آپ ہوتا ہے۔

موجودہ طرزِ خطابت میں سب سے بڑی خامی ہی یہ ہے کہ اپنی خطابت اور مستقبل کے فیصلے صرف اور صرف دنیوی مفادات کے پیشِ نظر کیے جاتے ہیں، اپنی سہولت اور اپنے فائدے کو دین کے فائدے پر مقدم رکھا جاتا ہے۔ اللہ کو خوش کرنے کی بجائے دنیاداروں، تاجروں اور لیڈروں کو خوش رکھنے کی زیادہ کوشش کی جاتی ہے۔ جب کوئی خطیب میدانِ خطابت میں اتر کر اس طرح کی ناشائستہ حرکتیں کرتا ہے تو اس شخص سے اللہ کی خاص مدد کو اٹھا لیا جاتا ہے اور جب اللہ کی مدد اٹھ جائے تو خطیب صاحب کی تقریر میں وقتی طور پر آہ......! اور...... واہ......! تو ہوتی ہے لیکن صحیح نتائج اور فوائد برآمد نہیں ہوتے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

علی بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کو کہا:

يَاأَبَتِ ! مَا أَحْلَى كَلَامُ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَقَالَ يُبُنَيَّ ! وَتَدْرِيْ لِمَ حَلَا ؟ قَالَ: لَا يَا أَبَتِ! قَالَ: لِأَنَّهُمْ أَرَادُوْا اللّٰهَ بِهِ [1]

---

[1] حلیۃ الاولیاء: 10/23

"اے میرے ابو جان! رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا کلام کس قدر شیریں ہے، کہا: اے میرے بیٹے کیا تو جانتا ہے کہ کیوں میٹھا ہے؟ کہا: نہیں! اے میرے ابو جان! فرمایا: ان کا کلام اس لیے میٹھا ہے کہ انہوں نے اس کلام سے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا ارادہ کیا تھا۔"

اخلاص کے منافی امور

ہمارے اس موجودہ نظام خطابت میں چند امور سراسر اخلاص کے منافی ہیں، اللہ کی رضا کے طالب صالح مزاج خطباء متوجہ ہوں۔

1 روپے پیسوں کا مطالبہ:

خطاب کے لیے وعدہ دیتے ہوئے اخلاص کا دامن تھامے رکھنا چاہیے۔ جو سفری اخراجات کے معاملات میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے خطباء کی سب ضرورتیں اپنی رحمت سے پوری کرتا ہے اور جو خطیب صاحبان وعدہ دیتے ہوئے مفادات پر اتر آتے ہیں، سی این جی۔ پٹرول کا ریٹ اور اپنی بچت کا حساب لگا کر مطالبہ شروع کر دیتے ہیں ایسے حریص کبھی خیر نہیں پاتے۔

انسان کو کرائے کا...... خطیب اور نعت خواں نہیں ہونا چاہیے بلکہ خوددار ہونا چاہیے۔ سب کی ضرورتیں پوری کرنے والا صرف اللہ ہے۔

کئی پروگراموں کے بعد خطباء حضرات کی طرف سے ایسے ناخوشگوار واقعات پیش آتے ہیں جو انسان کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہوتا ہے۔

یاد رہے......! مخلص خطیب جس کے پاس زیادہ مکان اور گاڑیاں تو نہیں

ہیں لیکن خودداری ہے، اللہ کے دین کے معاملے میں حیا ہے اور وہ قلبی طور پر اللہ کے دین کے لیے قربانی دینے کے لیے تیار رہتا ہے، وہ اس خطیب سے کروڑ درجے بہتر ہے جو ہر جگہ اپنا ریٹ لگواتا ہے اور بازاری چیز کے لین دین کی طرح تکرار کرتا ہے۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

(2) اشتہارات:

ہمارے ہاں تقریباً اکثر مساجد میں پروگراموں کے اشتہارات شائع کیے جاتے ہیں، سادگی میں رہتے ہوئے اس بات کا اہتمام یقیناً جائز ہے۔ لیکن اشتہارات کے معاملے میں فضول خرچی سے کام لینا ہرگز جائز نہیں۔ جس خطیب کا نام چھوٹا یا بڑا جیسا بھی لکھا جائے اس کو اس بات کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ کئی خطبائے کرام صرف اس بات پر ناراض ہو جاتے ہیں کہ اشتہار میں ان کا نام چھوٹا لکھا گیا ہے اور وہ باقاعدہ خطاب سے قبل یا اپنی تقریر کے بعد انتظامیہ کو اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتے ہیں۔ اور کچھ خطبائے کرام باقاعدہ طور پر کہہ کر اپنے نام کو نمایاں لکھواتے ہیں۔ بلکہ اپنے نام سے پہلے اور بعد میں القابات بتاتے ہیں جب کہ یہ سب باتیں ریاکاری سے تعلق رکھتی ہیں اور سراسر اخلاص کے منافی ہیں۔

ایسے خطیب کو آج تک حقیقی عزت ملی ہے اور نہ کبھی ملے گی۔

یاد رہے...... ! زیادہ پروگراموں کا ہونا یہ کوئی کامیابی اور قبولیت کی دلیل

نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا کام فاسق اور فاجر خطباء سے بھی لیتا ہے اور ویسے آج کل تو اکثر سامعین کانوں کی لذت کے لیے آئے دن محفلیں سجائے رکھتے ہیں۔

③ نقل اور طرز میں غلو:

ہم طرز اور ترنّم کے ہرگز خلاف نہیں ہیں...... بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی غنا کا ملکہ عطا فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک اچھے لب و لہجے سے قرآن اور اشعار پڑھنا بہت بڑی خوبی کی بات ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ حد درجہ تکلّف سے پڑھیں، کسی قاری یا خطیب صاحب کی نقل اور کاپی کرتے ہوئے آپے سے ہی باہر ہو جائیں۔ جہاں جہاں جو جو بول کسی نے بولا ہے بغیر سوچے سمجھے ترکی بہ ترکی وہی بول بولتے رہیں۔

آج کل ہمارے نئے خطبا صرف اور صرف طرز اپنانے کو ہی خطابت سمجھ بیٹھے ہیں، علم میں محنت کرتے ہیں نہ ہی عمل اور کردار میں آگے بڑھتے ہیں۔

جب کہ یہ روش نہایت نقصان دہ اور سراسر اخلاص کے منافی ہے کیونکہ صاحبِ اخلاص خطیب جہاں علم میں پختہ ہوتا ہے وہاں وہ اپنے عمل میں بھی کوئی کوتاہی نہیں رہنے دیتا، ہماری رائے کے مطابق علم اور عمل میں محنت نہ کرنے والے نقّال خطیب پیشہ ور ہیں اور اُمّت کے لیے نہایت خطرناک ہیں۔

یاد رہے......!

ایسے خطیب چند دن پانی کے بُلبُلے کی طرح ابھرتے ضرور ہیں، جاہل عوام کی طرف سے دَاد تو ملتی ہے، لیکن اللہ کے ہاں ان کا کوئی مقام ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ والوں کی نگاہوں میں ان کا کوئی احترام ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، اس سے پہلے کہ پُرفتن دَور آ جائے اور پُرفتن دَور میں

وَنَشْوًا يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْاٰنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَ الرَّجُلَ لَيْسَ بِأَفْقَهِهِمْ وَلَا أَعْلَمِهِمْ ، مَا يُقَدِّمُونَهُ إِلَّا لِيُغَنِّيَهُمْ [1]

''اور ایسی نئی نسل پیدا ہوگی جو قرآن مجید کو موسیقی بنالے گی اور ایک ایسے آدمی کو آگے کریں گے جو ان میں سے زیادہ فقیہ ہوگا اور نہ زیادہ علم والا، اس کو صرف اس لیے آگے کریں گے کہ وہ انہیں موسیقی کے انداز میں قرآن سنائے گا۔

اور صحیح حدیث کے مطابق جو خطیب صرف لوگوں سے داد لینے کے لیے لوگوں کے ہاں اپنی ترنم اور نقل کا لوہا منوانے کے لیے اور روپے پیسے کے لیے نقلیں اور طرزیں اتارتا ہے۔ ایسے بدنصیب کو جنت تو درکنار جنت کی خوشبو تک نصیب نہیں ہوگی۔ [2] **نعوذ باللہ ان نکون منھم**

ہمارے شیخ محترم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ مورخہ 3 ستمبر 2013ء بروز منگل بعد از نمازِ عصر مرکز السدیس فیصل آباد میں درس ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ نے دورانِ خطاب فرمایا:

''آج کل دعوت کا طریقہ بھی عجیب انداز اختیار کر چکا ہے کہ دُور دراز

---

1 مسند احمد: 3/494، سلسلہ صحیحہ: 979

2 سنن ابی داود: 3179

سے خطیب صاحب کو بُلایا جاتا ہے اور ان سے اپنی مرضی کا مضمون سُنا جاتا ہے پھر آخر میں مَن پسند اشعار فرمائش کر کے سُنے جاتے ہیں اور اس کے بعد کہانی ختم"...... یہ کیسی دعوت اور تبلیغ ہے......؟

مزید کہا:

اللہ کے بندو! اپنے خطباء سے علم سیکھا کرو، کانوں کے تلذذ کے لیے انہیں نہ بُلایا کرو۔"

④ نعرہ بازی:

سنجیدگی اخلاص کی علامت ہوتی ہے، شور شرابے اور نعــــرہ بازی کا ماحول سراسر اخلاص کے منافی ہے، کبھی کبھار تو سامعین میں سے کوئی شخص جوشِ ایمان میں نعرہ تکبیر بلند کر دیتا ہے، اس کی تو ایک حد تک اجازت ہے، لیکن خطیب کا خود کہنا کہ

نعرہ لگاؤ ...... باہر والو نعرہ لگاؤ ...... اندر والو! نعرہ لگاؤ

فلاں زندہ باد...... فلاں زندہ باد......!

اس طرح کے طور طریقے صاحبِ اخلاص لوگوں کے نہیں ہوتے......!

کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ خطیب صاحب بھڑک، دھڑک کے ذریعے ایسا سماں پیدا کر دیتے ہیں کہ اگر جواب میں نعرہ نہ ملے تو وہ فرماتے ہیں:

مارو......نعرہ......مر گئے او......!!!!!!!!!

اب تو ایک نئی روش دیکھنے کو آئی ہے کہ کانفرنس میں چند نو جوانوں کی ڈیوٹی لگائی جاتی ہے کہ وہ نعرے لگا لگا کر کانفرنس کی شان وشوکت کو چار چاند لگا دیں۔ جبکہ یہ تمام امور سراسر اخلاص کے منافی ہیں۔

محدّث العصر عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک بڑی خطرناک رمز میں نے دیکھی ..... پروگرام ہو رہا ہے، تقریر ہو رہی ہے اور کوئی صاحب اسٹیج پر آتے ہیں ان کو دیکھتے ہی لوگ نعرے مارنے شروع کر دیتے ہیں یہ کتنی افسوس ناک اور باطل روش ہے۔''[1]

اسی طرح امام عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''احکام ومسائل'' میں لکھا ہے کہ

''موجودہ نعرہ بازی کا قرآن وحدیث میں کہیں کوئی وجود نہیں۔''

یقیناً آپ یہ بات سن کر حیران ہوں گے کہ ہماری ملاقات ایک مشہور ومعروف خطیب صاحب سے ہوئی اور ان کی آمد پر خُوب نعرے لگائے گئے اور دینی مجلس کے ادب کو بُری طرح پامال کیا گیا۔ ہم نے پروگرام کے آخر میں حضرت صاحب سے پوچھا کہ مولانا یہ کیا ماجرا ہے......؟

اور وہ افسوس کرنے کی بجائے فرمانے لگے:

''نعرے اَیویں لگدے نیں!

ایدے واسطے کئی سال کھپانے پیندے نیں!

میں دس سال کے بعد اس مقام پر پہنچا ہوں۔'' استغفراللہ

(5) مالداروں کی تعریفیں:

مسجدیں اللہ کے لیے ہیں اور مساجد میں پروگرام اللہ کے نام کو اونچا کرنے کے لیے ہوتے ہیں، دورانِ خطاب ضرورت کے پیشِ نظر کسی اہم شخص کا نام لیا جا سکتا

---

1 خطباتِ رحمانی: 41، ملخصاً

ہے، لیکن بات بات پر اڑتیس مرتبہ نام لینا کوئی عقل مندی اور دانائی نہیں......

ہمارے ہاں کئی خطبائے کرام اپنے بیان میں بلکہ خطبۂ جمعہ میں بار بار نام لینے سے باز نہیں آتے اور ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ میرے بار بار تذکرہ کرنے سے وہ شخص خوش ہوگا اور اس کی خوشی سے مجھے دو فائدے ہوں گے۔

(۱) وہ مجھے بار بار بلائے گا

(۲) خدمت اچھی ہو جائے گی۔

یاد رہے......!

مخلص خطباء ایسی سوچیں رکھتے ہیں نہ ہی ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔

6 رَش توڑنے کے چکّر:

وعظ اور بیان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے، جب بیان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو تو اس سے لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے اور معاشرے میں بہتری آتی ہے اور اگر طرز اور خطاب کا مقصد دوسری مساجد کا رَش توڑنا اور اپنی مسجد کی رونق بڑھانا ہو تو یہ سوچ سراسر اخلاص کے منافی ہے۔

اللہ کے بندو سوچو......! کسی مسجد کا رش توڑنے کا معنی سادہ لفظوں میں اس مسجد کو بے آباد کرنا ہے اور جو لوگ دوسری مساجد کو بے آباد کریں اور اپنی مسجد کی رونقوں کو دوبالا دیکھنا چاہیں یہ کہاں کا ایمان ہے......؟

آج کل خطابت کا معیار علم ہے نہ ہی عمل۔ بلکہ انتظامیہ کی بھی ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ مسجد میں رش ہونا چاہیے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آج کل سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ تقریر میں لوگوں کی تربیت نہیں کی جاتی بلکہ ان کو معروف اداکاروں کی طرزوں پر شعر سنائے جاتے ہیں اور مختلف نقلوں کے ذریعے دل بہلایا جاتا ہے۔

ہم اپنے نوجوان صالح خطباء کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ آپ نقالوں کے آنے جانے کی پروانہ کریں، یہ مفاد پرست بیچارے چار دن کے مہمان ہوتے ہیں۔

آپ جہاں بھی خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں وہاں پوری محنت اور دیانت داری سے کام کریں دنیا و آخرت کی عزت ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گی۔

2 تواضع

مہنگی گاڑی، پرسوز طرز اور روزانہ کے پروگرام کامیابی کی دلیل نہیں ہیں بلکہ حقیقی عزت اور کامیابی کے لیے عاجزی وانکساری اور تواضع بنیادی شرط ہے۔

آج کل کئی خطباء خود کو اونچا کرنے کے لیے عجیب وغریب چور دروازے تلاش کرتے ہیں لیکن سادگی، تواضع اور اخلاقی جھکاؤ سے کام نہیں لیتے۔ ہم نئے خطباء کرام کی خدمت میں نہایت ادب سے گزارش کریں گے کہ وہ اپنی عملی زندگی کے چند اہم پہلوؤں میں تواضع کا ضرور خیال رکھیں، عارضی نہیں حقیقی عزت نصیب ہوگی۔

گفتگو میں تواضع:

بدتمیز اور بے ادب عام انسان معاشرے کے لیے ناسور ہے چہ جائیکہ معاشرے کو سنوارنے والے ہی بدتمیزی اور بے ادبی پر اتر آئیں اور اپنے خطاب

میں متکبّرانہ انداز اختیار کریں۔

تواضع والی گفتگو جہاں خطیب کی شخصیت کو اونچا کرتی ہے وہاں اس کی تقریر کو بھی چار چاند لگا دیتی ہے۔

دورانِ خطاب لہجے میں تکبّر نہیں ہونا چاہیے بلکہ لب و لہجے میں عاجزی ہونی چاہیے۔فریقِ مخالف کا رد کرتے ہوئے آپ کا خطاب ناصحانہ ہونا چاہیے نہ کہ مناظرانہ۔

ہمارے کئی خطباء نہایت عمدگی سے بیان کرتے ہیں لیکن دورانِ بیان فریقِ مخالف کو مذاق کرنا، ان کی عزت کو مجروح کرنا اور ان کے اکابر کو توہین آمیز لہجے سے مخاطب کرنا ان کا معمول ہوتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دوسرے مسالک کے لوگوں کی بدگمانی مزید بڑھ جاتی ہے۔یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مناظرانہ اور مجادلانہ گفتگو سے جھگڑے زیادہ ہوئے ہیں، بدگمانیاں بڑھی ہیں جبکہ فوائد نہ ہونے کے برابر۔حق کے بہت زیادہ نہ پھیلنے کی ایک بنیادی وجہ خطباء کی نامناسب گفتگو بھی ہے۔

اسی طرح کسی اختلافی فقہی مسئلے پر بیان کرتے ہوئے تواضع کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کریں، الفاظ کی درشتی اور سختی سے بچیں۔بہت جلد بہت زیادہ فوائد حاصل ہوں گے۔ان شاء اللہ الرحمٰن۔

یاد رہے......! دعوت وتبلیغ کا کام بے حد صبر آزما کام ہے۔

اس میں اپنے مخالفین کا خیر خواہ بننا پڑتا ہے

اس میں فریقِ ثانی کی زیادتیوں کو یکطرفہ طور پر نظر انداز کرنا پڑتا ہے،

اس میں اپنے مخاطبین کو مدعو کی نظر سے دیکھنا نہایت ضروری ہے خواہ وہ خود داعی کے لیے رقیب اور حریف بنے ہوئے ہوں۔

ماہرین نفسیات نے لکھا ہے کہ کامیاب خطیب وہ ہے جس کی کلام حکیمانہ ہو اور حکیمانہ کلام کی ایک خاص پہچان یہ ہے کہ اس میں جو دعوت دی جاتی ہے اس کی نفسیات کا پورا پورا لحاظ کیا جاتا ہے، داعی اپنی بات کو ایسے اسلوب سے بیان کرتا ہے کہ سننے والا اس کو اپنے دل کی بات سمجھ کر قبول کرتا ہے، حکیمانہ کلام ناصحانہ ہوتا ہے نہ کہ مناظرانہ۔

لباس میں تواضع:

اپنے لباس کو نہایت سادہ رکھیں کیونکہ آپ سادگی کے داعی ہیں اور سادگی میں لوگوں کے لیے نمونہ ہیں۔ اللہ کے دیئے ہوئے رزقِ حلال میں سے قیمتی لباس پہننا بالکل درست ہے لیکن مروّجہ معاشرتی فیشن کے مطابق پُر تکلف لباس، تفاخرانہ لباس، عورتوں جیسی کڑھائیاں ہرگز مناسب نہیں ہیں۔ جو خطباء فیشن کی رو میں بہہ کر اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں، لوگ بھی ان کو محبت کی نظر سے نہیں دیکھتے اور نہ ہی ان کو کبھی حقیقی مقام حاصل ہوتا ہے۔

3 علم میں پختگی:

اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ ''خطابت'' کیا ہے.....؟ تو ہم اس کو ایک جملے میں یہی جواب دیں گے کہ خطابت اسلام کی نمائندگی ہے اور اسی لیے یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ پہلے دَور میں دعوت وخطابت کا کام انبیاء ورُسل علیہم السلام

کیا کرتے تھے اور اب یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔

خطیب میں ہر کمی برداشت کی جاسکتی ہے لیکن علمی کمی قطعاً ناقابلِ قبول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اس بات کا حکم دیا کہ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللهُ ''آپ بھی اس بات کا علم ضرور حاصل کریں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں''

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری میں باب باندھا ہے۔ اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ ''بات کہنے اور کرنے سے پہلے علم ضروری ہے''

لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ صرف طرز، بھڑک، جملے بازی، گردان بازی اور تخیلاتی بیان کر کے اپنا اور سامعین کا وقت ضائع کیا جاتا ہے اور نہایت قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ دن بہ دن اسٹیجوں پر جاہل خطباء کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے اور جاہل عوام ان کو ضرورت سے زیادہ پذیرائی دیتی ہے، یہی خوش فہمی ساری زندگی خطیب کو علم سے نا آشنا رکھتی ہے۔ وہ لوگوں کی '' واہ... واہ '' کو اپنے لیے سب کچھ سمجھتا ہے۔

پیارے خطبائے کرام بھائیو......!

ایک وقت تھا کہ جب القابات کی عظمت کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا تھا اور آج کل القابات کے تقدس کو اس قدر پامال کیا جاتا ہے کہ ایک لائن عربی عبارت نہ پڑھنے والا خطیب بھی ہمارے ہاں مناظرِ اسلام اور محققِ زماں بن چکا ہے۔ والی اللہ المشتکی

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جتنا بڑا نقال ہوتا ہے اسی قدر بڑا خطیبِ پاکستان اور محبوبِ عوام ہوتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اور یہ سارا کچھ عوام کو خوش کرنے کے لیے اور عوام سے داد لینے کے لیے کیا جاتا ہے چونکہ جاہل قسم کے لوگوں کو علمی اور تربیتی بیان ہضم نہیں ہوتے، اس لیے جاہل خطباء ایسے سامعین کو خوش کرنے کے لیے آئے روز نت نئی نقلیں اور طرزیں متعارف کرواتے رہتے ہیں۔

ہم اپنے دینی مدارس کے طلباء جو خطابت کا شوق رکھتے ہیں ان کو خبردار کرتے ہیں کہ وہ ایسی خطابت اور ایسے خطباء سے ہرگز متاثر ہوں نہ ہی نقالی کو خطابت کی معراج سمجھیں بلکہ آنے والے علمی پہلوؤں پر محنت کریں، اس کی بدولت جہاں دنیا میں حقیقی عزت نصیب ہوگی وہاں اللہ کی بارگاہ میں رحمت، سعادت اور جنت سے نوازا جائے گا۔

علمِ قرآن:

خطبائے کرام کو قرآن مجید کے ساتھ گہری دلچسپی ہونی چاہیے کیونکہ وہ خطیبِ قرآن ہیں، وہ داعیٔ قرآن ہیں، وہ حافظِ قرآن ہیں اور لوگوں کی نگاہوں میں تو وہ بہت بڑے عالمِ قرآن ہیں۔ قرآن پر محنت کرتے ہوئے چند پہلو نہایت توجہ طلب ہیں۔

تجوید:

خطبائے کرام کو تجوید کے قواعد ضرور پڑھنے چاہئیں، کیسی عجیب بات ہے کہ لوگوں کو قرآن کی طرف راغب کرنے کے لیے کانفرنس میں تشریف لانے والے خطیب صاحب قرآن کے بنیادی علم سے اس قدر جاہل ہیں کہ خود ان کو ''غنّے اور مدّ''

کا بھی علم نہیں، موٹے اور باریک حرف میں فرق کرنا ان کے بس میں نہیں بلکہ نقالی اور طرز کی روش میں بہہ کر وہ قرآن پڑھتے ہیں۔

ہم اپنے پیارے خطبائے کرام سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اللہ کو گواہ بنا کر بتائیں کہ قرآن سے اس قدر دُوری کہ الفاظ بھی دُرست نہ پڑھے جائیں کیا یہ قابلِ معافی معاملہ ہے......؟ غور فرما کر کسی نتیجے پر پہنچیں، مہلت کا وقت بہت تھوڑا ہے۔

ترجمہ:

خطیبِ اسلام کو اسلام کی بنیادی کتاب قرآن مجید کا ترجمہ ضرور آنا چاہیے۔ بلکہ ترجمے کے ساتھ قرآن پڑھنا روز مرّہ کا معمول ہونا چاہیے۔ ہمارے تجزیے کے مطابق قرآن کا ترجمہ آسان کام نہیں ہے بلکہ قرآن پاک کا صحیح ترجمہ جاننے کے لیے گہری دلچسپی اور حد درجہ محنت کی ضرورت ہے اور ہمارے نزدیک قرآن کا ترجمہ جاننے والا خطیب صرف خطیب ہی نہیں بلکہ ممتاز عالمِ دین ہے کیونکہ ہمارے دین کا متن قرآن ہے اور جو دین کا متن اپنی زبان میں سمجھ لے تو یقیناً وہ قابلِ رشک عالم بن جاتا ہے۔

ہماری صالح اور دیانتدار ٹیم کے سروے کے مطابق 95 فیصد خطباء ایسے ہیں جن کو قرآن مجید کا ترجمہ تک نہیں آتا اور ان میں تکبّر اور نخرہ اس قدر ہے کہ الامان والحفیظ۔ اللہ کی پناہ......!

چراغ تلے اندھیرے کا مطلب یہی ہے کہ خطیب صاحب لوگوں کو وعظ کرنے کے لیے تو روزانہ نکلیں لیکن خود ایک رُکوع ترجمہ پڑھنے کی توفیق نصیب نہ ہو کہیں مندرجہ ذیل قرآن پاک کی آیت ایسے خطباء کو ہی تو نہیں مخاطب کرتی:

اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ [1]

''کیا تم لوگوں کو نیک کام کرنے کا کہتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو کیا تم سمجھتے نہیں......؟

تفسیر:

خطبائے کرام کو قرآن کی تفسیر سے بہت زیادہ شغف ہونا چاہیے اگر وہ قدیم عربی تفاسیر سے استفادے کا ملکہ نہیں رکھتے تو کم از کم اُردو تفاسیر تو ضرور پڑھنی چاہئیں۔ اس سلسلے میں

''المِصبَاحُ المنیر'' (دارُالسّلام)

''تَیسِیرُالقرآن'' (مکتبة السّلام)

''تذکِیرُالقرآن'' (دارُالتذکیر)

اور تفسیر ''احسن البیان'' حددرجہ مفید ہیں۔

قرآن کے حوالے سے خطیب کا کام یہ ہے کہ اس کی تفسیری نکات پر گہری نظر ہو اور وہ آیات کو حالات پر منطبق کرنا جانتا ہو اور وہ پوری بصیرت سے قرآن پڑھ کر باطل فرقوں کا ردّ کرسکتا ہو۔

اس سلسلہ میں فن خطابت کے امام شیخ القرآن شیخو پوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبداللہ شیخو پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثال آپ تھے۔

---

[1] البقرہ:44

قرآن کے حوالے سے خطبا کی غیرت کو بیدار کرنے کے لیے اور ان کی محبّت کو بڑھانے کے لیے ہم ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں۔

إِنَّ وَزِيْرَ الْبَرِيْطَانِيْ غَلَادْ سَتُوْن صَرَّحَ فِيْ مَجْلِسِ الْعُمُوْمِ الْبَرِيْطَانِيْ وَهُوَ يُخَاطِبُ النُّوَّابَ وَبِيَدِهِ نُسْخَةٌ مِنَ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ قَائِلًا: مَادَامَ هٰذَا الْقُرْآنُ بِيَدِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَنْ نَسْتَطِيْعَ أَنْ نَحْكُمَهُمْ لِذَالِكَ فَلَا مَنَاصَ لَنَا مِنْ أَنْ نُزِيْلَهُ مِنَ الْوُجُوْدِ أَوْ نَقْطَعَ صِلَةَ الْمُسْلِمِيْنَ بِهِ [1]

''ایک برطانوی وزیر گلیڈسٹون نے برطانوی دارالعوام میں تقریر کی اس کے ہاتھ میں قرآن تھا، اس نے نمائندگان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: جب تک یہ قرآن مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے گا ہم ان کے اوپر اپنا حکم نہیں چلا سکتے۔ اس بنا پر ہمارے لیے اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ یا تو اس کتاب کا وجود مٹا دیں یا مسلمانوں کا رشتہ اس سے کاٹ دیں۔

علمِ حدیث

رسول اللہ ﷺ کی ہر ادا اُمّت کے لیے ہدایت، باعثِ رحمت اور ذریعۂ نجات ہے۔ دورانِ خطاب موضوع کے مطابق صحیح احادیث کا انبار لگا دینا

---

[1] دعوۃ الحق:80 'دعوتِ اسلام:170

چاہیے۔ اب اس ترقّی یافتہ دور میں موضوع کے مطابق احادیث کا انتخاب حد درجہ آسان کام ہے۔

محدثین کرام کی جانفشانی اور محققین کرام کی ان تھک محنت نے ذخیرۂ احادیث کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ حدیث کی اہم کتابیں اپنے پاس بلکہ اپنے ساتھ رکھیں۔ اللہ بھلا کرے! اِن مکتبات کا کہ انہوں نے نہایت ہی خوبصورت پیرائے میں انکو شائع کیا ہے اور بالخصوص دارالسلام کی خدمات قابلِ تعریف ہی نہیں بلکہ قابلِ رشک بھی ہیں۔

علمِ حدیث کے حوالے سے تین باتوں کی طرف خصوصی توجہ رکھیں:

1 ...... اعراب

دورانِ خطاب عربی عبارت اور بالخصوص حدیث شریف پڑھتے ہوئے صحتِ اعراب کا خیال رکھیں، اکثر خطبائے کرام کو دیکھا گیا ہے کہ وہ عربی عبارات اور احادیث کے مفہوم کا بالکل اہتمام نہیں کرتے اور اگر کہیں عبارت آجائے تو نہایت غلط پڑھتے ہیں جو کہ نہیں ہونا چاہیے۔

اس سلسلے میں ہمارے کئی دینی مکتبات بھی قصور وار ہیں جو صرف بچت اور پیسے کمانے کے چکروں میں ثقہ علمائے کرام سے نظرِ ثانی کرواتے ہیں نہ ہی ان سے پروف ریڈنگ کروائی جاتی ہے ہمیں ذاتی طور پر اس کا تلخ تجربہ ہوا ہے۔

ہم اپنے مقدمے کی وساطت سے مکتبات کے ذمہ داران کی خدمت میں بڑے ادب سے گزارش کریں گے کہ وہ معاملے کی نوعیت کو سمجھیں اور پوری محنت اور جانفشانی کے بعد کتاب کو مارکیٹ میں لائیں۔ بالخصوص کُتبِ احادیث کو بازیچۂ

اطفال نہ بنایا جائے۔ کچھ دوستوں نے ہم سے بھی کام کروایا ہے لیکن ناقص نظرِ ثانی اور پروف ریڈنگ کی وجہ سے اعراب وغیرہ کی بیسیوں اغلاط ہیں۔

2 ...... ترجمہ/تشریح:

حدیث کا ترجمہ لازمی کریں، بلکہ دورانِ خطاب بیان کی گئی حدیث کی شرح اس قدر آسان اور خوبصورت انداز میں کریں کہ اس سے عوام الناس کو کئی مسائل پر رہنمائی ملے۔ اس سلسلے میں ہمارے نزدیک مکتبہ دارالسلام کی تمام مترجم کتب خریداری کے قابل ہی نہیں بلکہ قابلِ رشک بھی ہیں، کتاب خریدتے وقت دارالسلام کی کتب کو زیادہ اہمیت دیں۔ کیونکہ یہ بات ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ مکتبہ دارالسلام والے کتاب کی تیاری میں بہت زیادہ محنت کرتے ہیں۔

3 ...... صحیح اور ضعیف کا فرق:

جو کچھ آپ بیان کرتے ہیں کل قیامت کے روز اسی کے مطابق آپ کو فیل یا پاس کیا جائے گا، اگر آپ کا بیان قرآنی آیات، صحیح احادیث اور حقائق و معارف پر مشتمل ہے تو یہ آپ کے لیے ذریعۂ نجات ہوگا اور اللہ نہ کرے، اگر آپ غلط اور صحیح میں فرق کیے بغیر ثابت اور غیر ثابت کے امتیاز کو پسِ پشت ڈال کر محض ترنّم اور رقّت پیدا کرنے کے لیے ضعیف اور غیر ثابت احادیث بیان کریں گے تو آپ کو قیامت کے دن بحیثیت خطیب نہیں بلکہ بحیثیتِ مجرم اٹھایا جائے گا۔ اپنے بیان کے مواد کو کھیل تماشہ نہ سمجھیں یہ بہت بڑی حسّاس ذمہ داری ہے۔

صحتِ حدیث کے حوالے سے امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام

البانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات سے ضرور استفادہ کریں، اگرچہ بتقاضہ بشریت ان کی تحقیق میں کہیں نہ کہیں کمی کوتاہی کا وجود ہوسکتا ہے لیکن مجموعی اعتبار سے آپ کی تالیفات، تخریجات، تنقیدات اور تحقیقات اہلِ علم کے لیے روشن چراغ ہیں۔ اللہ تعالیٰ امام صاحب کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

اب بعض محقّقین کرام نے امام البانی رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرنا اپنا محبوب مشغلہ بنالیا ہے ایسے احباب کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور ادب کے دائرہ میں رہتے ہوئے علمی اختلاف کرنا چاہیے۔ علمی اختلاف کو ذریعہ نفاق اور بے ادبی کا بہانہ نہ بنائیں۔

علم تاریخ:

خطیب کے لیے تاریخ کا مطالعہ نہایت ضروری ہے اور بالخصوص اس کو تاریخ میں سے ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے موضوع پر مکمل عبور ہونا چاہیے، خلفائے راشدین کی سیرت اور صحابہ وتابعین کے بعد دیگر صدیوں میں مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستانیں نگاہ کے سامنے ہوں تو خطابت اپنی معراج کو جا پہنچتی ہے۔

نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے خطباء صرف اور صرف طرز کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں جبکہ علم تاریخ، علمِ سیرت اور محدّثین کی خدمات کے حوالے سے وہ ایک لفظ بھی نہیں جانتے۔

ملک پاکستان میں رہتے ہوئے ہر خطیب یہی کہتا ہے کہ یہاں پر اسلام نافذ ہونا چاہیے لیکن آئینِ پاکستان کیا ہے......؟ کسی کو کوئی علم نہیں......!

اللہ کے بندو......! صرف بھڑکوں اور حکمرانوں پر تنقید کرنے سے اسلام

نافذ نہیں ہوگا۔ ہماری عدالتوں میں جو قانون نافذ ہیں ان کا اسلام کے ساتھ تقابلی جائزہ لیں اور اپنی عوام کو بتائیں کہ جو ملک ''لا الہ الا اللہ'' کی بنیاد پر حاصل کیا گیا ہے، اس ملک کی قانونی دفعات میں کہاں کہاں لا الہ الا اللہ کی مخالفت ہے۔

حقیقی بنیادوں پر محنت کرتے ہوئے اپنی عوام میں اسلام کے نفاذ کا شعور پیدا کریں۔ ان شاء اللہ بہت بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔

5 عمل میں نکھار

معاف کرنا......! ہمارے بعض خطباء نے اپنے عمل سے ''**مولویت**'' کو دوسروں کی نظروں میں حقارت کا موضوع بنا دیا ہے جبکہ وہ ''**عظمت**'' کا موضوع تھا۔

آج کل کئی خطباء کو صرف اس خمار نے بے عمل اور بدعمل بنا دیا ہے کہ ان کے پروگرام بہت زیادہ ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ پروگراموں کی کثرت ہی ہماری نجات کے لیے کافی ہے۔ حالانکہ یہ 100 فیصد غلط بات ہے۔

ہمیں ایک خطیب صاحب کے ڈرائیور نے بتایا کہ حضرت صاحب چوری چھپے سگریٹ بھی پیتے ہیں اور نمازوں میں بھی حد درجہ غافل ہیں اور وہ اپنی نجی محفلوں میں کہتے ہیں: '' کوئی نئیں ساڈی نجات لئی بیان دینے ای کافی نیں''

پیارے خطبائے کرام......! آج کل بعض خطباء جن مہلک بداعمالیوں میں مبتلا ہیں ان میں سے چند کی ہم نشاندہی کرتے ہیں، اپنی شخصیت کو ان سے داغدار ہونے سے مکمّل طور پر بچائیں۔

...... دل کا کوڑپن:

عموماً دیکھا گیا ہے کہ چھوٹی چھوٹی اختلافی باتوں کو دل میں بٹھالیا جاتا ہے اور بظاہر صلح کر لینے کے باوجود بھی دل گندہ رہتا ہے۔ جب کہ یہ گناہ اس قدر خطرناک ہے کہ اس سے نیک اعمال بھی برباد ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق کے سب دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک حضرت صاحب نے بھری مجلس میں اپنے مخالف سے صلح کر لی لیکن پھر بھی وہ بعد میں مخالفت کرنے، حسد کرنے اور اتہامات سے باز نہ آئے۔ کسی شریف آدمی نے کہا: حضرت جی! آپ نے تو ان کو معاف کر دیا ہے اور ان سے صلح کر لی ہے لیکن پھر بھی آپ عیب جوئی، طعن زنی سے باز نہیں آتے۔ اب آپ ایسا کیوں کرتے ہیں......؟

اعلیٰ حضرت ہنستے ہوئے فرمانے لگے:

''وہ کون سی معافی تھی وہ تو ایک سیاسی صلح تھی''

اعوذ باللہ ان اکون من الجاہلین...... انا للہ وانا الیہ راجعون

...... حسد:

امام العارفین، شمس الواعظین امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی موضوعات پر اہم کُتب تالیف فرمائی ہیں۔ آپ کی شاندار کتابوں میں سے ایک کتاب ''**صید الخاطر**'' ہے۔ خطباء، علماء اور طلباء کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے بہت زیادہ غور کیا ہے کہ علماء وخطباء آپس میں ایک دوسرے سے حسد کیوں کرتے ہیں؟ اس کی

وجہ صرف اور صرف ایک ہی سمجھ آئی ہے کہ جن علماء وخطباء کو دنیا کے ساتھ گہری محبت ہوتی ہے اور وہ دنیوی مفادات کو مقدّم رکھتے ہیں ایسے علماء وخطباء حسد جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی موجودگی میں کسی اور کو عزت اور مقام ومرتبہ مل جائے۔ وہ اپنی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے دوسروں پر تہمتیں لگانا بھی عیب نہیں سمجھتے۔

جو علما ''علماء الاخرہ'' ہوتے ہیں وہ حسد کرنے والے نہیں بلکہ خوش ہونے والے اور آپس میں ایک دوسرے سے پیار محبت کرنے والے ہوتے ہیں اور دوسرے کی کمی کوتاہی پر اطلاع پانے کے بعد اس پر پردہ پوشی کرنے والے ہوتے ہیں اور اس کی عدم موجودگی میں اپنے عالم اور خطیب بھائی کی عزت کا دفاع کرنے و الے ہوتے ہیں۔ یہی وہ علماء وخطباء ہیں کہ کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے چہرے سے جہنّم کی آگ کو دور کر دے گا۔

آپ کہاں کھڑے ہیں......؟ آپ کا شمار کن خطباء وعلماء میں ہے......؟

اس کا جواب اپنے ہی ضمیر سے لیں اور ہماری آنے والی تحریر کو بعد میں پڑھیں۔

معزز خطبائے کرام......!

بہت تھوڑے لوگ ہیں جو کسی کی عدم موجودگی میں تعریف سن کر یا دوسرے کی تعریف کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں ورنہ سروے کیا گیا ہے کہ جونہی کسی دوسرے خطیب کی تعریف کی جاتی ہے تو بعض خطبائے کرام اسی وقت ان کی کوتاہیوں کی لمبی لسٹ پیش فرما دیتے ہیں حتّٰی کہ اس کا ایمان تک تول کر رکھ دیتے ہیں......

اُف اللہ......! اس قدر گھٹیا حرکت......! انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب تو یہ بات بھی واضح ہو چکی ہے کہ آپ ساری زندگی جس کے مفادات پورے کرتے رہیں اگر کسی موقع پر شرعی عذر کی وجہ سے اس کا کوئی مفاد حل نہ ہوا تو پھر وہ حضرت صاحب اس قدر حاسد بن جاتے ہیں کہ درندوں سے زیادہ خطرناک حرکتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

ایک عربی دانا نے شاید اسی لیے کہا تھا:

اِتّقِ شَرَّ مَنْ أَحْسَنْتَ إِلَيْهِ

''جس پر تو نے احسانات کیے ہیں اس کے شر سے بچ، (اس کا شر نہایت خطرناک ہوگا'') اللہ اکبر!

اور ہماری سروے ٹیم کے مطابق حاسد مزاج خطیب اور نعت خواں کل بھی ذلیل تھے آج بھی ذلیل ہیں اور ان کی شخصیت اور عزت میں ایک اِنچ کا اضافہ نہیں ہوا۔ وہ آج تک حسد کی آگ میں جل رہے ہیں۔

......سنی سنائی بات کو آگے بیان کرنا:

کسی ایسی بات کو آگے بیان کرنا کہ جس سے دوسرے کی عزت میں کمی آئے اور اس کی شخصیت مجروح ہو یہ دوہرا گناہ ہے۔

آج کل ہمارے بعض خطباء میں بہت بُری بیماری ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے پھیلا دیتے ہیں اور پھر گندی مکھی کی طرح عیوب اور نقص والی باتیں آگے بیان کرتے ہیں اچھے اوصاف بیان نہیں کرتے۔

اس کوتاہی سے ہم نے کئی معزز لوگوں کی عزت کو مجروح ہوتے دیکھا، بات

کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی لیکن بات کا بتنگڑ بنا کر اور اپنی طرف سے اس پر خطیبانہ میک اپ کر کے اس کو اچھالا جاتا ہے کہ شاید ان کی یہ حرکتیں دیکھ کر زید سروجی بھی شرما جائے۔

ہم اپنے طلباء اور خطباء کو گزارش کریں گے کہ وہ دوسروں کی بات میں ہرگز دلچسپی نہ لیں اور بالخصوص کسی کے متعلق عیب والی بات سن کر اس پر پردہ ڈال دیں۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کے عیب پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیبوں پر پردہ ڈالیں گے اور اس سے جہنم کی آگ کو دور کر دیں گے۔

......ہنسی مذاق اور فضول گفتگو:

عموماً دیکھا گیا ہے کہ جہاں بعض خطبائے کرام کی جماعت تشریف فرما ہو وہاں سنجیدگی، خدا خوفی اور سُلجھا پن نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ بات بات پر قہقہے لگانا اور فضولیات میں عام لوگوں کی طرح حد درجہ آگے نکل جانا روز مرّہ کا معمولی کیس ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فضولیات بکنے والا فاسق و فاجر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُھتکارا ہوا بدنصیب شخص ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

إِذَا رَأَيْتَ قَسَاوَةً فِيْ قَلْبِكَ وَوَهْنًا فِيْ بَدْنِكَ وَحِرْمَانًا فِيْ رِزْقِكَ فَاعْلَمْ أَنَّكَ قَدْ تَكَلَّمْتَ بِمَا لَا يَعْنِيْكَ [1]

---

1 الفوائد فی تزکیۃ النفوس وعلم القلوب

"جب تو اپنے دل کو سخت دیکھے اور اپنے بدن کو سست اور کمزور پائے اور رزق کے حصول میں تجھے محرومی ہو تو اچھی طرح جان لے کہ تو نے اپنی زبان سے فضول اور بے مقصد باتیں کی ہیں۔"

کون ہے......! جو امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو پڑھ کر اپنے آپ کا محاسبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے۔

اب تو معاملہ ہنسی مذاق اور فضول گفتگو سے کئی کلومیٹر آگے بڑھ چکا ہے، بعض خطبائے کرام اپنے خاص چیلوں میں بیٹھ کر کسی کی پگڑی اچھالنا، کسی کی عزت پر حملہ کرنا اور خوامخواہ کسی کو ذلیل کرنا اپنی کامیابی کی دلیل سمجھتے ہیں۔ جب کہ یہ سراسر تباہی کا راستہ ہے ایسی حرکتیں پیشہ ور خطباء ہی کر سکتے ہیں جن کو یومِ حساب کی فکر ہوتی ہے وہ اس طرح کی محفلیں کبھی نہیں سجاتے۔

...... اسٹیج پر غیر سنجیدہ حرکتیں:

اپنے بیان سے قبل یا بعد میں ہونے والے خطاب کو پوری سنجیدگی سے سننا چاہیے اور بالخصوص اسٹیج پر بیٹھے اپنی حرکات وسکنات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے۔

آج کل ایک نہایت خطرناک روش چل نکلی ہے کہ خطیب صاحب بیان کر رہے ہوتے ہیں اور دوسرے خطیب صاحب اسٹیج پر بیٹھے موبائل پر باتیں کر رہے ہے، ہنس رہے ہیں، دائیں بائیں جھک کر کانا پھوسی کر رہے ہیں۔ یہ سب حرکتیں ناشائستہ ہیں ان سے گریز کریں اور اپنے آپ کو اچھا خطیب سمجھنے سے پہلے اچھا انسان ضرور بنائیں۔ اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جو دوسروں کے خطاب کے دوران باتیں کرتے ہیں جب ان کے بیان کے دوران کوئی غیر سنجیدہ معاملہ ہو جائے تو وہ سٹپٹا اٹھتے ہیں۔

......چندہ ہی مانگتے رہنا:

دینی معاملات میں اخراجات کے حوالے سے تمام تر ذمہ داریاں نہایت خودداری، رازداری اور خوفِ خدا سے پوری کرنی چاہئیں۔ مزید برآں کہ اللہ کے دین کے لیے پیسے کا سوال کرنا بالکل جائز ہے۔ آپ مساجد اور مدارس کے ضروری اخراجات کے لیے بوقتِ ضرورت اپیل کر سکتے ہیں، لیکن ہر تقریر کے بعد ہر جگہ مانگنا عزتِ نفس اور خودداری کے سراسر خلاف ہے۔

آج کل بعض خطباء نے چندہ اکٹھا کرنا اپنا معمول بنا لیا جبکہ سب جانتے ہیں کہ وہ دین کا کام نہ ہونے کے برابر کر رہے ہیں، لیکن ہر ایک کو چقمہ دینا اور مال بٹورنا ان کا ایک فن ہے اللہ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔

جب سے دین کی دعوت کا فریضہ خوددار لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر مفاد پرست لوگوں کے ہتھے چڑھا ہے، مسلک، جماعت اور دین کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔

یاد رہے......! رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق دنیا بھی اسی کی سنورتی ہے جو اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے محنت کرتا ہے اور جو دین کا داعی ہو کر ہر وقت دنیا کے مال کی طرف اپنی رال ٹپکاتا رہے اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

خطباء کی عملی زندگی کے پہلو کو بیان کرتے ہوئے ایک مسلم سکالر کہتے ہیں:

"کہ اللہ کے دین کے حقیقی خطباء وہ ہیں جن کی معرفتِ الٰہی اتنی بڑھ جائے کہ اُن کو خدا کے ذکر سے لذت حاصل ہو اور ان کو صبح و شام اپنے

رب سے رزق ملنے لگے، پوری دنیا ان کے لیے ایمانی غذا کا دستر خوان
بن جائے، آخرت کا استحضار ان کے اوپر اتنا طاری ہو گویا کہ وہ جنت
اور جہنم کو دیکھ رہے ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان کی زندگی عملِ
صالح کا نمونہ بن جائے گی اور وہ اس احساس کے ساتھ بولیں کہ ان
کے الفاظ انسانوں تک پہنچنے سے پہلے اللہ تک پہنچ جائیں وہ جو کچھ
کریں یہ سوچ کر کریں کہ وہ اپنے ہر عمل کے لیے مالکِ کائنات کے
سامنے جواب دِہ ہیں۔ ہر خطیب جب کسی دوسرے شخص کے ساتھ
معاملہ کرے تو اس کو نظر آ رہا ہو کہ ان کے درمیان ایک تیسرا بھی شریک
ہے اور وہ اللہ ہے"

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی انمول نصیحت

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ علم و عمل کے عظیم پیکر تھے، باوضو خوشبو لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ ہمارے خطبائے کرام کو بھی باوضو گفتگو کرنی چاہیے۔ ایک دفعہ امام محمد بن ادریس شافعی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے شافعی!

إِنِّي أَرَى اللهَ قَدْ أَلْقَى عَلَيْكَ مِنْ نُّوْرِهِ فَلَا تُطْفِئْهُ بِالْمَعَاصِيْ

"بلا شبہ میں خیال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو خاص نور سے نوازا
ہے اس کو نافرمانی سے بجھا نہ دینا۔" اللہ اکبر!

خطبائے کرام کی تنظیمی زندگی کے متعلق چند باتیں

کسی بھی عقل مند شخص کو تنظیمی زندگی سے انکار نہیں، جہاں تنظیمی زندگی میں بے شمار فوائد ہیں وہاں اجتماعیت کی برکات بھی مسلّمہ ہیں۔ اگر آپ علمی اور عملی طور پر فائدہ محسوس کریں تو کسی بھی صحیح العقیدہ تنظیم سے وابستگی قائم کر سکتے ہیں جس کا دستور کتاب وسنت کے عین مطابق ہو اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے منہج کو پوری طرح اپنا لے۔

لیکن اگر تنظیمی مصروفیت آپ کے کردار، اخلاق اور معمول کے اذکار واعمال کو برباد کر دے تو اس سے بہتر ہے کہ آپ جوڑ توڑ کی سیاست اور عہدوں کی حرص سے بچ کر رہیں اور اپنی خطابت، امامت اور تدریس کی ذمہ داریاں پوری دیانتداری سے ادا کرتے ہوئے اپنے علاقے میں دعوت کا کام خوب محنت اور لگن کے ساتھ کریں۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ

آج کل ہم بڑی بڑی باصلاحیت شخصیات کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ تنظیمی چکروں میں الجھ کر بری طرح ضائع ہو چکے ہیں۔

علم وعمل سے دور اور اخلاقی طور پر اس قدر گر چکے ہیں کہ لیڈر، امیر اور عہدے کے قابل ہونا تو درکنار وہ انسانیت کے تقاضوں سے بھی ہزاروں میل دور ہیں۔ اکثر عہدیداران کا کبر اور حسد نے اس قدر نقصان کیا ہے کہ ان میں ایمان نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اللہ کے لیے کسی کے کام آنا تو درکنار کسی غیر معروف مستحق

شخص کی بات سننے کے بھی روادار نہیں۔

تنظیمی وابستگی سے پیدا ہونے والی بعض خامیاں:

مذہبی تنظیموں سے وابستہ لوگ عوام کے لیے نمونہ ہوتے ہیں، ان کو گفتار کی بجائے اپنے کردار پر زیادہ توجہ رکھنی چاہیے۔ لیکن آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ جونہی تنظیمی عہدے ملتے ہیں آہستہ آہستہ علم وعمل اور اخلاق ختم ہوجاتا ہے یا اس کا دائرہ صرف چند لوگوں تک ہی محدود ہوجاتا ہے اور عموماً دیکھا گیا ہے کہ

مذہبی تنظیمی جماعتوں کے اکثر عہدیداران قرآن پاک کو بھول چکے ہیں، تنظیم میں شمولیت سے قبل قرآن کی منزل سنانے کے معاملات نہایت عمدہ ہوتے ہیں اور بعد میں تنظیمی مصروفیت میں کچھ بھی یاد نہیں رہتا، تنظیمی دورہ جات اور میٹنگز کے لیے وقت سمیت سب کچھ ہوتا ہے لیکن دوبارہ آدھا پارہ منزل دہرانے کی توفیق بھی حاصل نہیں ہوتی۔

کیا تنظیمی مصروفیات میں الجھ کر قرآن کو بھلا دینا بہت بڑا کارنامہ ہے......؟
ہرگز نہیں......! تنظیمی وابستگی تو محض اس مقصد کے لیے ہوتی ہے کہ بھولے ہوئے لوگوں کو قرآن یاد کروایا جائے نہ کہ تنظیمی معاملات میں الجھ کر قرآن بھلا دیا جائے۔

بہت ہی اچھے مدرّس تنظیمی امور میں الجھ کر بالکل ناکارہ ہوچکے ہیں، حدیث کی بڑی بڑی کتابیں پڑھانے والے آج ''نخبۃ الاحادیث'' بھی نہیں پڑھاتے اور سارا وقت تنظیمی سیاست میں ضائع کردیتے ہیں۔

نہایت ہی اچھا لکھنے والے کئی احباب تنظیمی معاملات میں اس قدر مصروف ہیں کہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بالکل ختم ہو چکا ہے۔ کتاب سے دوستی رہی نہ ہی لائبریری سے آشنائی.........کیا اسی کو کامیابی کہتے ہیں.....؟؟

اکثر تنظیمی عہدیداران محبّت ونفرت کا معیار اپنی تنظیم کو سمجھتے ہیں، ان کے ہاں اللہ کے لیے محبت اور بغض کا سرے سے تصوّر ہی نہیں، محبّت اور نفرت کا معیار صرف اور صرف ایک ہے اور وہ ہے.....دھڑے بازی

خدا کی قسم.....!

تنظیم سے تعلق نہ رکھنے والا شخص جس قدر بھی باعمل اور باوقار کیوں نہ ہو اس کی تحقیر اور تذلیل کی جاتی ہے اور ہم نے کئی عہدیداران حضرات سے شیوخ الحدیث اور صالح علمائے کرام کے بارے میں نازیبا زبان سنی ہے۔ اور اسی طرح ہم اس حقیقت کو بھی بطورِ اصلاح ضرور لکھنا چاہتے ہیں کہ اب تو کچھ اہل علم وقلم بھی ایسے ہیں جو اپنے دھڑے کے پکّے، حد درجہ اڑیل، ضدّل اور سڑیل مزاج ہوئے ہیں، ان کو بھی اس بات کا ذرا پاس نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کس قدر پاکیزہ مرتبہ دیا ہے اور میں کتنی اوچھی حرکتیں کر رہا ہوں۔

اور ہم نے دیکھا کہ کئی مذہبی بزرگ علم وفضل اور تحقیق میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن وہ اپنے یمین ویسار میں بیٹھنے والے احباب کے ساتھ تنظیمی جوڑ توڑ کے سلسلے میں ایسی سازشیں اور سکیمیں تیار کرتے ہیں کہ ......الامان والحفیظ۔

مذہبی تنظیم سے وابستہ لوگ عہدوں کے حصول کے لیے اس قدر جوڑ

توڑ کی سیاست اور منافقت کرتے ہیں کہ اخلاص اور تقوے کا نام ونشان نظر نہیں آتا۔ دنیادار سیاسی لوگوں کی طرح آپس کی چپقلش اس قدر شدید ہوتی ہے کہ اخلاقیات تباہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

بحیثیتِ خطیب اور داعی الی اللہ...... اگر مندرجہ بالا فتنوں سے بچ کر آپ تنظیم سے وابستہ رہ سکتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

بصورتِ دیگر قرآن وحدیث کے دلائل اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے واضح ہوتا ہے کہ کتاب وسنت کے منہج پر چلنے والا اکیلا شخص بھی جماعت ہے۔

یاد رہے...... ! اللہ تعالیٰ کی توفیق سے، ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر یہ بات لکھتے ہیں کہ اس وقت اللہ کی زمین پر صحیح العقیدہ، کتاب وسنت کی حامل اور منہج صحابہ کی صحیح وارث جماعت ''**جماعت اہل حدیث**'' ہی ہے۔ جس میں شرک کی آمیزش اور بدعت کا داخلہ ہمیشہ ہمیش کے لیے بند ہے۔ باذن اللہ تعالیٰ!

یہاں تمام ائمہ کرام اور اولیائے کرام کا ادب واحترام کیا جاتا ہے۔ کسی بھی امام کی محبّت اور عقیدت میں غلو سے کام نہیں لیا جاتا اور یہی حقانیّت اور صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

تنظیمی ذمہ داران کی خدمت میں:

تنظیم کے اکابر رہنماؤں کی خدمت میں ہم بڑے ادب سے مندرجہ ذیل گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ کسی بھی شخص کو تنظیمی عہدہ دیتے ہوئے ایک معیار مقرر کریں، تعلیم وتربیت اور علم وفضل کے اعتبار سے جو شخص فائق ہو اس کو اپنی کابینہ اور

مجلسِ شوریٰ کا رُکن بنائیں، بصورتِ دیگر معذرت کرلیں۔

صرف روپے پیسے کی بنیاد پر عہدے دینا اور مجلسِ شوریٰ کے لیے ہاں میں ہاں ملانے والے لوگ رکھنا حد درجہ شریعت اور اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جہاں تنظیمی نیٹ ورک میں منافقت اور بدگمانی پھیلتی ہے وہاں معاشرہ بھی بُری طرح بگڑ جاتا ہے۔

اللہ معاف فرمائے......! آج اکثر مذہبی تنظیمیں اسی مرض میں مبتلا ہیں اور ان کا کردار سوائے جوڑ توڑ کی سیاست کے اور کچھ نہیں ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک

آخر میں ہماری صدقِ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مندرجہ بالا سطور کو باعثِ ہدایت بنائے۔ وہ ہم سب کو اِخلاص، اَخلاق اور محبّت سے دینِ حنیف اور مسلکِ حقّہ کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائے اور ہمیں ساری زندگی شریروں کے شر سے، حاسدوں کے حسد سے اور جادوگروں کے جادو سے محفوظ رکھے۔

حسبي الله لا اله الا هو عليه توكلت وهو رب العرش العظيم

وصلى الله على النبي وآله واہل بيته وصحبه واتباعه اجمعين

آمين برحمتك يارب العالمين

اخوکم فی الاسلام

عبدالمنان بن عبدالرحمن بن حاجی نیک محمد

رکن مجلس عاملہ مرکزیہ پنجاب

10 ذوالقعدہ 1434ھ، بروز منگل 16 ستمبر 2013ء

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ
مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ
اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ
”میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک ہو سکے اور مجھے
توفیق تو اللہ ہی کی طرف سے ملی ہے اسی پر میں نے بھروسہ کیا
اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔“ (ھود:88)

مسنون خطبہ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

مسنون خطبہ کا اہتمام کرنا آپ کے متبع سنت ہونے کی واضح دلیل ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ○ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

''کہہ دو......! شان یہ ہے کہ اللہ اکیلا ہے۔ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ نہیں جنا اس نے اور نہ وہ جنا گیا اور نہ کوئی ایک اس کی برابری کرنے والا ہے۔''

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اسلام کا انسانیت پر سب سے بڑا احسان یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق تمام آمیزشوں اور آلائشوں سے پاک صحیح عقیدہ پیش کرتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت اور آپ ﷺ کے دلائل و براہین کا بنیادی نکتہ بھی یہی ہے۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں صحیح تصور پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے اِدراک اور شعور سے بالاتر ہے۔ اسی لیے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا:

چہ شب ہا نشستم دریں فکر گم
کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم

لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کو ماننے اور اس پر ایمان لانے کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق صحیح عقیدہ رکھا جائے۔ مشرکین مکہ شرک فی الذات کیا کرتے تھے۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى [1]

''کیا تمہارے لیے بیٹے ہیں اور اللہ کے لیے بیٹیاں ہیں یہ تو پھر ٹیڑھی تقسیم ہوئی۔''

بعض مشرکین مکہ یہ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے بھی ہیں۔

وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ [2]

[1] النجم:21
[2] الانعام:100

''اور گھڑ لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بغیر کسی علم کے، حالانکہ وہ ذات پاک اور بلند و بالا ہے ان نسبتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔''

مشرکینِ مکہ کی طرح عیسائی بھی شرک فی الذات کیا کرتے تھے۔ بعض عیسائیوں نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کفر کو ان الفاظ سے بیان کیا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ [1]

''بلا شبہ کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا اللہ تو مسیح ابن مریم ہی ہے''

اسی طرح اکثر عیسائی عقیدہ تثلیث کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ [2]

''بلا شبہ کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا: اللہ تین میں سے تیسرا ہے''

اسی طرح کچھ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا ہے

وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ

''اور کہا: عیسائیوں نے مسیح اللہ کا بیٹا ہے''

مشرکین مکہ اور عیسائیوں کے ساتھ ساتھ یہود بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں شرک میں مبتلا تھے۔ اور وہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] المائدہ:72

[2] توبہ:30

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ [1]

''اور کہا: یہود نے کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے''

اور لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا حصہ بنا دیا اور یہ عقیدہ انسان کی ناشکری اور کفر کی کھلی دلیل ہے۔ اللہ العالمین فرماتے ہیں:

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ○ [2]

''لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض کو اللہ کا جزو بنا ڈالا حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلا احسان فراموش ہے۔''

آپ ﷺ کے دور میں لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں سوال کیا، کہ اللہ تعالیٰ کا تعارف کیا ہے......؟ اللہ تعالیٰ کا حسب ونسب کیا ہے......؟ ذاتِ الٰہ کے بارے میں آپ کیا عقیدہ پیش کرتے ہیں......؟ ان تمام سوالوں کے جواب میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے عظیم الشان سورۃ الاخلاص کو نازل فرمایا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ○ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

''کہہ دو......! شان یہ ہے کہ اللہ اکیلا ہے۔ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ نہیں جنا اس نے اور نہ وہ جنا گیا اور نہ کوئی ایک اس کی برابری کرنے والا ہے۔''

مفسرین کرام نے اس سورۃ کے 19 نام ذکر کیے ہیں، جن میں سے ایک

---

[1] توبہ:30

[2] الزخرف:15

نام سورۃ التوحید ہے۔ یعنی توحید والی سورۃ اور اس کو سورۃ المعرفہ بھی کہا جاتا ہے ''پہچان والی سورۃ'' ایک ایسی سورۃ جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

سورۃ الاخلاص اپنے قد کاٹھ، حجم، سائز اور آیات کے لحاظ سے تو بالکل چھوٹی ہے لیکن مقام و مرتبے کے لحاظ سے کسی بھی بڑی سورۃ سے کم نہیں ہے۔ میں اس کے فضائل سے پہلے اس کی مختصر تفسیر کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس ننھی منھی سورۃ کی سچی معرفت اور محبت نصیب فرمائے۔

﴿1﴾ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

''کہہ دو! اللہ اکیلا ہے، یکتا ہے، تنہا ہے، منفرد ہے، نرالا ہے''

اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز اکیلی نہیں، ہر چیز اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لیے کسی نہ کسی سہارے کی ضرور محتاج ہے۔ آپ اپنے وجود کو ہی دیکھ لیں! آپ کا وجود اکیلا نہیں ہے بلکہ آپ اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لیے ہوا، غذا اور زمین کے محتاج ہیں اور یہی حالت اس کائنات میں ہر مخلوق کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ذات کے اعتبار سے احد ہے اور صفات کے اعتبار سے واحد ہے۔ سورۃ اخلاص کی اس پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی احدیت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

﴿2﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ

''اللہ ہی بے نیاز ہے''

علمائے مفسرین نے لفظ ''صمد'' کے 25 کے قریب معانی ذکر کیے ہیں، وقت کی قلت کے پیشِ نظر پانچ معانی سماعت فرمائیں:

﴿1﴾ ...... بے نیاز ''یعنی جس کو کسی کام کے کرنے میں کسی دوسرے کی کوئی

حاجت نہ ہو'' بے پروا۔

2 ...... باکمال ''یعنی جو ہر قسم کے وصفِ کمال سے متصف ہو۔''

3 ...... بے عیب ''یعنی جو ہر قسم کی کمی کوتاہی نقص اور عیب سے پاک ہے۔''

4 ...... جس کو کبھی زوال نہ آئے ، یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جیسے تھے آج بھی ویسے ہی ہیں اور ہمیشہ ویسے ہی رہیں گے۔ اس کو نہ کبھی زوال ہے نہ فنا۔

5 ...... سردار ''یعنی حقیقی آقا و مولا۔

سامعین کرام......!

جب ہم اپنی زبان سے ''اللہ الصمد'' پڑھیں تو کم از کم مذکورہ بالا معانی ہمارے ذہن و شعور میں ضرور ہونے چاہئیں۔ اس سے توحید اور اخلاص کی مٹھاس اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح ایک مفسر لغتِ عرب کی روشنی میں لفظ ''صمد'' کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ایسی ذات کہ جس کی مدد اور توفیق کے بغیر کوئی کام نہ ہوسکتا ہو'' ......سبحان اللہ......

ننھی منھی ان دو آیات میں کس قدر جامعیت کے ساتھ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنا تعارف پیش کیا ہے کہ وہ اکیلا ہے، باکمال، بے عیب، سردار اور بے نیاز ہے۔

آیئے......! میں اس ''صمد'' کی بے نیازی حدیثِ قدسی کی روشنی میں بیان کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میں اس قدر بے نیاز اور بے پرواہوں کہ اگر سارے جن اور انسان متقی بن جائیں، نیکی اور تقوے کی انتہا کو چھولیں تو ان سب کے نیکوکار ہونے سے میری بادشاہت میں ذرہ بھر اضافہ نہیں ہوگا اور اگر یہ سارے پرلے درجے کے فاسق وفاجر بن جائیں مَانَقَصَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا تو میری بادشاہت میں ذرہ بھر کمی واقع نہیں ہوگی۔''

سامعین کرام......! حدیثِ قدسی کے ان ایمان افروز کلمات نے ہمارے سامنے اس حقیقت کو اچھی طرح کھول دیا ہے کہ ہم نیک اعمال کر کے اللہ تعالیٰ پر کوئی احسان نہیں کرتے، نہ ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کو ان سے کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ ہمارے اچھے برے اعمال، ہمارے ہی اچھے برے انجام کا تعین کریں گے۔

اس حدیثِ قدسی کے اگلے ٹکڑے میں بھی اپنی بے نیازی کا یوں تذکرہ فرمایا ہے کہ

"اگر اگلے پچھلے اور سارے جن وانس ایک میدان میں اکٹھے ہو جائیں اور وہ سب بیک وقت اپنی اپنی زبانوں میں مجھ سے مانگیں اور میں تمام کو مانگے ہوئے سب خزانے عطا کر دوں تو جس قدر سمندر سے چڑیا چونچ میں پانی اٹھالے تو اس کی لہروں اور موجوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اسی طرح میرے خزانوں میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔" [1] ......اللہ اکبر......

سامعین غور فرمائیں......! وہ کس قدر بے نیاز ذات ہے، اس وقت اللہ کی زمین پر دنیا کے مختلف ممالک میں بولی جانے والی بولیوں کی تعداد 2964 ہے اور سارے جنوں سمیت ایک میدان میں کھڑے ہو کر جو چاہیں مانگ لیں وہ سب کچھ لے کر بھی اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں ایک قطرہ کے برابر بھی کمی واقع نہیں ہوتی۔

خدا کے بندو......! اسی سے مانگو جو بے نیاز ہے، جو باکمال ہے، جو بے عیب ہے، جس جیسا سخی کوئی نہیں، جو ہر وقت ہر کسی کی سنتا ہے اور ہر ایک کی زبان کو سمجھتا ہے اور جو اپنا تعارف کرواتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

---

[1] صحیح:6572

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

''کہہ دو......! شان یہ ہے کہ اللہ اکیلا ہے۔ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ نہیں جنا اس نے اور نہ وہ جنا گیا اور نہ کوئی ایک اس کی برابری کرنے والا ہے۔''

3 لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ

''نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے''

اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ مخلوقات میں سے کوئی اس کی اولاد ہے یہ سب سے زیادہ خطرناک عقیدہ اور زہریلا بول ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ؕ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ○ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ؕ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ○ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ؕ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ؕ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ○ [1]

---

[1] مریم: 96-88

''اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ یہ تم نے بڑی سنگین بات کہی ہے۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین ٹکڑے ہوجائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس پر کہ لوگ رحمان کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں، حالانکہ رحمن کی یہ شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے، آسمان وزمین میں کوئی نہیں جو رحمن کا بندہ ہوکر نہ آئے، اس کے پاس ان کا شمار ہے اور اس نے ان کو اچھی طرح گن رکھا ہے اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اکیلا آئے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے رحمن محبت پیدا کردے گا۔''

حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''آدم کا بیٹا مجھے جھٹلاتا اور گالیاں دیتا ہے، اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ قیامت اور آخرت نہیں آئے گی۔

وَاَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ يَقُوْلُ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَأَنَا الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِّيْ كُفُوًا أَحَدٌ [1]

اور اس کا مجھے گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اولاد بنائی ہے اور حالانکہ میں ایسا بے نیاز ہوں نہ جنا میں نے اور نہ جنا گیا ہوں اور نہ ہی کوئی ایک میری برابری کرنے والا ہے۔''

سامعین کرام......! سورۃ اخلاص کی اس تیسری آیت میں اس عقیدے کو واضح کردیا کہ کائنات میں کوئی ایسا نہیں جو اللہ کا جز ہو یا اس کی اولاد ہو۔ آج ہمارے

---

[1] صحیح البخاری:3139

معاشرے میں بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کی محبت میں آ کر آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو "نور من نور اللہ" کہتے ہیں اور پھر اپنے اس خود ساختہ نظریئے کو ثابت کرنے کے لیے عجیب وغریب تاویلات کرتے ہیں، یہ باتیں شرکیہ ہیں اللہ ہم سب کو توحیدِ ذات اور توحیدِ صفات کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

4 وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌ

"اور نہیں ہے اس کے لیے کوئی برابری کرنے والا"

یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات کے اعتبار سے یکتا و تنہا ہے اسی طرح وہ اپنی صفات کے اعتبار سے بھی منفرد ہے۔ کائنات میں کوئی ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات اور اس کے اختیارات میں اس کی برابری کر سکے۔ یہاں پر تین باتیں اچھی طرح سمجھ لیں!

① ......شان وعظمت میں کوئی اس کی برابری کرنے والا نہیں۔

جو عظمت، جو مقام و مرتبہ اور جو بلند شان اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے کسی دوسرے کو حاصل نہیں وہ اپنی شان وعظمت میں اعلیٰ، اولیٰ اور ارفع ہے۔

② ......طاقت وقوت میں کوئی اس کی برابری کرنے والا نہیں۔

جو اختیارات، جو وسائل، جو رعب اور جو انتقامی قوت وطاقت اللہ تعالیٰ میں ہے کوئی دنیا کا وڈیرا اس کی برابری نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو ایسا جبار و قہار ہے کہ لمحہ بھر میں پوری کی پوری بستی کو الٹا دے تو اس بے نیاز کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔

③ ......محبت ورحمت میں کوئی اس کی برابری کرنے والا نہیں۔ جو پیار اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور جس انداز سے اپنے بندے کے لیے خیر و برکت اور معافی کے دروازے کھولتے ہیں دنیا کا کوئی سخی اس عرش والے الٰہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کی

محبت کا عالم تو یہ ہے کہ وہ ہر دم دیتا ہے اور بلا تفریق ہر ایک کو دیتا ہے۔ اور اس کی رحیمی اور کریمی تو یہ ہے کہ بڑے بڑے باغیوں کو لمحہ بھر میں معاف کر دیتا ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کیا ہی خوب کہا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

''کہہ دو......! شان یہ ہے کہ اللہ اکیلا ہے۔ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ نہیں جنا اس نے اور نہ وہ جنا گیا اور نہ کوئی ایک اس کی برابری کرنے والا ہے۔''

سورۂ اخلاص کا مقام ومرتبہ:

سورۂ اخلاص آیات کے اعتبار سے نہایت مختصر ہے لیکن اپنے مضمون اور مقام کے اعتبار سے بہت اعلیٰ، ارفع اور بلند مقام رکھتی ہے۔ اس ننھی منھی سورۃ میں جس حُسن سے توحیدِ ذات اور توحیدِ صفات کا ذکر کیا گیا ہے قرآن میں دوسری جگہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اسی طرح جس زور سے شرک فی الذات اور شرک فی الصفات کا رد کیا گیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔

اب میں آپ کے سامنے اس مختصر اور جامع سورۃ کی صحیح احادیث کی روشنی میں فضیلت بیان کرنا چاہتا ہوں، سنیں، سمجھیں اور اس سورۃ سے پیار کریں اور آج یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ اگر آپ لوگ اس سورۃ کو دلی محبت دیں گے اور اس کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں گے تو قیامت کے دن آپ کسی بھی قاری، حافظ اور عالم سے پیچھے نہیں رہیں گے۔

قرآن پاک کے دس پاروں کے برابر:

رسول اللہ ﷺ نے سورۂ اخلاص کو قرآن پاک کی ایک تہائی، یعنی دس پاروں کے برابر قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں تین احادیث سماعت فرمائیں:

❶ امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

احْشُدُوْا فَإِنِّيْ سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ، فَحَشَدَ مَنْ حَشَدَ ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ فَقَرَأَ: (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ) ثُمَّ دَخَلَ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ: إِنِّيْ أُرَى هَذَا خَبَرٌ جَاءَهُ مِنَ السَّمَآءِ فَذَاكَ الَّذِيْ أَدْخَلَهُ ثُمَّ خَرَجَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّيْ قُلْتُ لَكُمْ: سَأَقْرَأُ عَلَيْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْآنِ أَلَا إِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ [1]

''اکٹھے ہو جاؤ! میں تمہیں قرآن کا تیسرا حصہ سناؤں گا، چنانچہ جمع ہونے والے جمع ہو گئے، پھر اللہ کے نبی ﷺ تشریف لائے، سورۂ اخلاص کی قرأت کی پھر اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں: ہمیں تو یوں لگتا ہے کہ آپ ﷺ کو آسمان سے کوئی وحی آ گئی ہے اس لیے آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے ہیں۔ پھر اللہ کے نبی ﷺ گھر سے نکلے تو فرمایا: بلاشبہ میں نے تمہیں کہا تھا میں تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا؛ بے شک وہ (یعنی سورۂ اخلاص) قرآن

---

[1] صحیح المسلم: 1888

کے تہائی حصے کے برابر ہے۔“

❷ ......امام الاولیاء حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِيْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالُوْا: وَكَيْفَ يَقْرَأُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ) تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ ❶

وفي روايةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ جُزْءًا مِنْ أَجْزَاءِ الْقُرْآنِ

”کیا تم میں سے کسی ایک کے لیے ممکن نہیں کہ وہ رات کو ایک تہائی قرآن کی قرأت کرے......؟ صحابہ نے کہا: وہ قرآن کا ایک تہائی کیسے پڑھے گا......؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۃ اخلاص قرآن پاک کی ایک تہائی کے برابر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کے تین حصے کیے ہیں اور ”قل ھو اللہ احد“ کو قرآن کے تین حصوں میں سے ایک حصہ بنایا ہے۔“

❸ ......امام ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَأُ: (قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ) يُرَدِّدُهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ جَاءَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ ذَالِكَ لَهُ وَكَأَنَّ الرَّجُلَ يَتَقَالُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ إِنَّهَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنَ.

❶ صحیح المسلم:1886

''بلاشبہ ایک صحابی نے ایک آدمی سے سنا کہ وہ بار بار ''قل ھو اللہ احد'' پڑھ رہے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے اس آدمی کا ذکر کیا گویا کہ انہوں نے (سورۃ اخلاص کی بار بار قرأت کو) کم جانا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ سورۃ قرآن پاک کے دس پاروں کے برابر ہے۔'' [1]

سامعین کرام......!

ان تمام احادیث سے واضح ہوا سورۃ اخلاص قرآن پاک کی ایک تہائی یعنی تیسرے حصے دس پاروں کے برابر ہے اور اس کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ پورے قرآن میں بنیادی طور پر تین مضامین بیان ہوئے ہیں۔

① ......توحید ② ...... رسالت ③ ...... آخرت

توحید قرآن پاک کا تیسرا حصہ ہے۔ اور سورۃ اخلاص پوری کی پوری توحید ہے اور اسی لیے یہ سورۃ قرآن پاک کے تیسرے حصے کے برابر قرار دی گئی ہے۔ بعض علماء تو یہ بھی کہتے ہیں کہ سورۃ اخلاص ایک دفعہ پڑھ لینے سے اللہ تعالیٰ دس پاروں کی تلاوت کے برابر ثواب عطا فرماتے ہیں۔ لیکن پہلی بات ہمیں زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ لوگ جو قرأت وتجوید کے فن سے ناواقف ہیں، جن کو قرآن پاک حفظ نہیں ہے یا وہ قرآن پاک کے بہت بڑے قاری و عالم نہیں ہیں اگر وہ اس سورۃ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس سورۃ کی بدولت بہت

[1] صحیح البخاری:5013

اونچا مقام ومرتبہ پا سکتے ہیں۔ یہ سورۃ ان کے لیے گولڈن آفر اور بلندیٔ درجات کے لیے عظیم خوشخبری ہے۔

اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں:

جو شخص اس سورۃ سے محبت کرتا ہے اور اس کی بار بار تلاوت کرتا ہے، اس کو سمجھنے اور اس کے مطابق عقیدہ بنانے میں کسی قسم کی کوئی غفلت نہیں کرتا تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ بھی بہت پیار فرماتے ہیں۔

عفیفۂ کائنات، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِ فَيَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: سَلُوْهُ لِأَيِّ شَيْءٍ يَّصْنَعُ ذَالِكَ فَسَأَلُوْهُ فَقَالَ: لِأَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ وَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَقْرَأَ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَخْبِرُوْهُ أَنَّ اللهَ يُحِبُّهُ [1]

''ایک آدمی کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، وہ نماز میں اپنے ساتھیوں کے لیے قراءت کرتا تو اختتام ''قل ھو اللہ احد'' پر کرتا۔ جب لشکر والے واپس ہوئے تو انہوں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص سے پوچھو! کس وجہ سے یہ اس طرح کرتا تھا؟ انہوں نے اس سے سوال کیا تو اس نے کہا: یہ سورۃ

1 صحیح البخاری: 7375

رحمن کی صفت ہے اور میں اسے پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو بتلا دو کہ اللہ تعالیٰ اس سے پیار کرتا ہے۔'' ......اللہ اکبر......

اس واقعہ نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ سورۂ اخلاص محبتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ جو شخص اس کو محبت اور کثرت سے پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت کیوں نہ کریں......؟ مسلمان یہ سورۃ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کو تمام آلائشوں سے پاک کرتے ہوئے اپنی زبان سے بیان کرتا ہے۔

اس کی محبت سے جنت ملے گی:

سورۂ اخلاص کائنات کی سب سے بڑی سچائی اور حقیقت ہے۔ اس سورۃ کی بدولت جہاں اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے وہاں اس کی سچی محبت سے انسان اللہ تعالیٰ کی جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک ایمان افروز واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

خادمِ رسول امام انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسجدِ قبا میں انصار قبیلے کے ایک قاری صاحب تھے جو ان کی امامت کروایا کرتے تھے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد جب وہ قرآءت کا آغاز کرتے تو پہلے سورۂ اخلاص پڑھتے پھر اس کے بعد کوئی دوسری سورۃ پڑھتے اور وہ ہر رکعت میں ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

مسجد کی انتظامیہ اور نمازی کہنے لگے: محترم قاری صاحب! آپ فاتحہ کے بعد قراءت کا آغاز ''قل ھو اللہ'' سے کرتے ہیں، پھر آپ کی تسلی نہیں ہوتی تو آپ دوسری سورۃ شروع کر دیتے ہیں۔ آپ براہِ کرم ایک کام کریں کہ صرف سورۂ اخلاص پڑھ لیا کریں یا کوئی اور سورۃ پڑھ لیا کریں۔

قاری صاحب فرمانے لگے: کہ میں نے اسی طریقے سے امامت کروائی ہے، فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پڑھوں گا اس کے بعد کسی اور سورۃ کی قراءت کروں گا۔ اگر آپ کو میری امامت پسند ہے تو ٹھیک ورنہ میں امامت کروانا چھوڑ دیتا ہوں۔

مسجد کے ذمہ داران کو یہ بات ہرگز پسند نہ تھی کہ ان کی موجودگی میں کوئی امامت کروائے کیونکہ ان کی آواز بھی اچھی تھی اور وہ نہایت باکردار قاری تھے۔ ایک دفعہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجدِ قبا میں تشریف لائے تو انہوں نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاری صاحب سے فرمایا: کہ تم اس طرح کیوں نہیں کر لیتے جس طرح تمہارے نمازی کہتے ہیں......؟

امامِ مسجد قبا عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں اس سورۃ سے بہت زیادہ محبت کرتا ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا:

إِنَّ حُبَّهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ [1]

''اس کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی''

سامعین کرام......! غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاخلاص کو کس قدر مقام ومرتبہ عطا کیا ہے۔ قرآن کے دس پاروں کے برابر ہے، اس کی بدولت اللہ محبت فرماتے ہیں اور اس سورۃ کی محبت اللہ کی جنت میں لے جاتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ سورۃ صرف رٹنے کی حد تک نہ ہو بلکہ پڑھنے والا پوری بصیرت اور پورے شعور سے اس کی تلاوت کرے اور عملی زندگی میں اس کے مطابق اپنا عقیدہ بنائے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں شریک ٹھہرانے والے اس سورۃ کی تمام برکات سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

---

[1] جامع الترمذی: 2901

اللہ کی جنت میں محل:

صحابیٔ رسول حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَءَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ حَتّٰى يَخْتِمَهَا عَشْرَ مَرَّاتٍ بَنَى اللّٰهُ لَهُ قَصْرًا فِي الْجَنَّةِ

''جس نے قل ھو اللہ احد کو پڑھا حتی کہ اس کو دس مرتبہ ختم کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل بنا دیتے ہیں۔''

امیر المومنین امام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! پھر تو ہم جنت میں بہت سارے محل بنوالیں گے......؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمر......! تیرا رب بہت بڑا غنی ہے، اس کے محلات اور خزانوں میں کبھی کمی نہیں آنے والی۔ [1]

عام لوگوں کے لیے گولڈن آفر:

نصیب کی بات ہے اللہ جسے چاہے مقام ومرتبہ سے نوازے، سورۃ قل ھو اللہ کا سائز جس قدر چھوٹا ہے اس کا رتبہ قرآن مجید میں اس قدر زیادہ بڑا ہے۔ وہ لوگ جو قرآن پاک کے حافظ نہیں ہیں اور ان کے دل کی خواہش ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں لمبے لمبے قیام کریں تو اس کا آسان ترین حل یہ ہے کہ وہ اپنی تہجد اور نوافل میں سورۃ فاتحہ کے بعد زیادہ سے زیادہ (دس دفعہ، پچاس دفعہ، سو دفعہ) سورۃ اخلاص پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ جہاں ان کے قیام کو لمبا بنا کر قبول فرمالیں گے وہاں اللہ ان کے لیے جنت میں محلات بھی تعمیر فرمائیں گے۔ اور یہ بہت بڑی سعادت اور خوشخبری ہے۔

---

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ: 589

ذکرِ الٰہی

بے اثر کیوں......؟

ذِکرالٰہی...... بے اثر...... کیوں......؟

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○ [1]

"تم اس کتاب کو پڑھو جو تم پر وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو، بلاشبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

حمد و ثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود و سلام سیدُنا و سید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا و امامنا فی الاخرۃ و امامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

---

[1] العنکبوت: 45

تمہیدی گزارشات:

آپ احباب نے ذکرِ الٰہی کے بے شمار فوائد سن رکھے ہیں۔ اس موضوع پر کئی ایک کتب اور بے شمار تقاریر ہمارے پاس موجود ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ ذکرِ الٰہی سب سے بڑی عبادت ہے۔ بلکہ وہی سب کچھ ہے، تمام عبادات کا مغز ذکر ہے، شاید ہی کوئی اہم عبادت ہو جس میں ذکر نہ ہو لیکن اس سب کچھ کے باوجود آج ہم ذکر کے نتائج، اس کے فوائد اور اس کی برکات سے عملی طور پر محروم کیوں ہیں.....؟

جب کہ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہمارے ہاں ایک طبقہ ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے، یعنی وہ نماز، تلاوتِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے غافل نہیں ہوتا، لیکن اس کے باوجود ذکرِ الٰہی سے

- عقیدہ درست ہوتا ہے۔
- نہ ہی ساری زندگی شرک سے جان چھوٹتی ہے۔
- ذکر بھی ہے اور ساتھ شرک بھی ہے، آخر ایسا کیوں ہے.....؟

ہمارے معاشرے میں لوگ ذکر بھی کرتے ہیں لیکن اس کے باجود ان کی اخلاقی زندگی پر ذکر کا ذرہ بھر اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ ذکر و اذکار کی پابندی کرنے والے

- دل کے بہت سخت ہوتے ہیں۔
- کسی کو معاف کرنے یا کسی سے معافی مانگنے کا نام تک نہیں لیتے۔
- گندے مذاق اور اس کے ساتھ ساتھ گالیاں بھی جاری رہتی ہیں۔

آخر ایسا کیوں ہے.....؟

کیا ذکرِ الٰہی کا اخلاقیات پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا.....؟

جب کہ قرآن وحدیث سے ہماری یہی رہنمائی ہوتی ہے کہ اللہ کا ذکر سب سے پہلے انسان کے عقیدے کو صحیح اسلامی اور توحیدی بناتا ہے اور اس کے بعد انسان کو اخلاقی طور پر ایک تربیت یافتہ مسلمان بنا دیتا ہے۔

سامعین کرام......!

آج کے خطبے میں مجھے آپ کی پوری توجہ چاہیے! کیونکہ آج مجھے آپ کے سامنے نہایت ہی اہم موضوع بیان کرنا ہے۔

ہم ذکر تو کرتے ہیں مگر......

ہمارا عقیدہ صحیح ہوتا ہے اور نہ ہی اخلاق بہتر ہوتے ہیں۔ قرآن وحدیث کے مطالعہ سے ایک تیسری بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ذکرِ الٰہی میں بہت لذت اور مٹھاس ہے جو دنیا کے تمام غموں کو ختم کر دیتی ہے۔

لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر ذکر کرنے والے ذکر کی چاشنی سے محروم ہیں، ذکر کے وقت جو اعلیٰ درجے کی ایمانی کیفیات طاری ہونی چاہئیں آج وہ نظر نہیں آتیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے......؟ کبھی ہم نے اس پر غور کیا......؟

اور اس سے ایک قدم اور آگے......ذکرِ الٰہی سے جسمانی اور روحانی شفا حاصل ہوتی ہے۔ لیکن آج ہم ذکر سے شفا پانے میں بھی ناکام ہیں۔

پیارے مسلمان بھائیو......! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ذکرِ الٰہی سے اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے، جنت میں درجات بلند ہوتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ جس شخص پر ذکرِ الٰہی نے دنیا میں کچھ اثر نہیں کیا وہ شخص قیامت کے روز بھی ذکر کے اثرات و برکات سے محروم رہے گا۔

اگر آج ہمیں ذکرِ الٰہی سے اطمینان، مٹھاس اور شفا حاصل نہیں ہوتی تو ہمیں اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور ذکر کے معاملے میں جو ہماری غفلتیں ہیں ان کو ختم کرنا چاہیے۔

سامعین کرام.....! دنیا میں ذکرِ الٰہی کی برکات سے محروم رہنے کے آٹھ اسباب ہیں اگر ہم ان پر غور کر کے ان سے چھٹکارا پا لیں تو آج بھی انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام رحمہم اللہ کی طرح ذکرِ الٰہی کی تمام برکات حاصل کر سکتے ہیں۔

اب میں آپ کے سامنے آسان ترتیب سے وہ آٹھ اسباب بیان کرتا ہوں ان کو اچھی طرح سمجھ کر اپنی اور اپنے ذکر کی اصلاح فرمائیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ پورے آداب اور پوری بصیرت سے ذکر کرنے والا شخص مایوس ہوتا ہے نہ ہی اس کو زندگی بھر کسی نجومی یا عامل کے پاس جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ اللہ کے ذکر میں ہی ہماری زندگی کے تمام حل موجود ہیں، اسی سے سب کچھ نصیب ہوتا ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے..... یہ میں نہیں کہتا قرآن مجید میں بذاتِ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ [1]

"تم اس کتاب کو پڑھو جو تم پر وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کرو، بلاشبہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تلاوتِ کلام پاک کا حکم دیا ہے اور تلاوتِ کلام پاک کے بے شمار فوائد ہیں۔ تلاوتِ قرآنِ پاک جہاں اعلیٰ درجے کا ذکرِ الٰہی ہے وہاں مسلمان کی زندگی کا روحانی نور بھی ہے، اس لیے روزانہ کثرت سے تلاوتِ

---

[1] العنکبوت:45

قرآن پاک اپنا معمول بنائیں، بہت کچھ نصیب ہوگا۔

نماز قائم کرنی چاہیے اور نماز جماعت سے ہی قائم ہوتی ہے۔ اور نماز کی قبولیت کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ مسلمان کے دل میں فحاشی اور برائی کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور نماز بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے۔

سامعین کرام......! قابل توجہ بات تو یہ ہے کہ تلاوت بھی ذکر اور نماز بھی ذکر لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت کا اختتام ایک نہایت عظیم الشان بول پر کیا ہے۔ جس سے آج ہم نے بہت کچھ سیکھنا ہے اور وہ بول ﴿ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ ﴾ ہے۔

اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے...... اللہ بھی اکبر ہے اور اس کا ذکر بھی اکبر ہے۔ آج ہمارے اندر سب سے بڑی غفلت یہی ہے کہ ہم ذکر کرتے وقت ذکر کی بڑائی کا خیال نہیں رکھتے، ہمیں ذکر کی بڑائی اور اہمیت وعظمت کا احساس نہیں ہوتا جب ہمیں ذکر کرتے وقت اس کی بڑائی کا احساس ہوگا تب ہمیں ذکر کی سب برکات نصیب ہوں گی۔

یاد رکھیں......! جس شخص کے ذِکر میں یا جو شخص ذِکر کرتے ہوئے آنے والے آٹھ اسباب اور خامیوں میں سے کسی ایک میں بھی مبتلا ہے تو وہ ساری زندگی ذکر کی بڑائی اور اس کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

①...... عدمِ محبّت: ''محبّت کا نہ ہونا''

انسان کے اندر سب سے زیادہ طاقتور جذبہ محبت کا جذبہ ہے اور محبت دراصل دلی تعلق کا نام ہے۔ گہرے دلی تعلق کے ساتھ جب آپ کسی کو چاہنے لگیں تو اسی کو محبت کہا جاتا ہے۔ جب آپ کا دل ذکر کی طرف پورا مائل ہو جائے اور ذکر کی طرف جھک جائے تو سمجھ لیں کہ آپ کا ذکر محبت والا ذکر ہے۔

آج ذکرِ الٰہی بے اثر ہونے کی پہلی وجہ یہی ہے کہ ہمارا ذکر کے ساتھ وہ لگاؤ

نہیں ہے جو ایک سچے مومن کو ہونا چاہیے، ذکرِ الٰہی میں پیار، جذبہ، شوق اور لگن نظر نہیں آتی اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم ذکر کی برکات اور اس کے ثمرات سے محروم رہتے ہیں۔ ذکرِ الٰہی میں محبت یہ ہے کہ جب آپ اللہ کا ذکر کریں تو پورے اہتمام کے ساتھ کریں۔ اپنی کوشش کے مطابق طہارت سمیت دیگر آدابِ ذکر بھی ملحوظِ خاطر رکھیں۔ ذکر کرتے وقت آپ کے دل و دماغ پر یہ تصور چھا جانا چاہیے کہ آپ اس وقت دنیا کا سب سے عظیم الشان کام کر رہے ہیں۔ جب آپ اللہ کا ذکر کریں تو اللہ تعالیٰ کے تخلیقی کمالات کو اپنے سامنے رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی محبتوں کا مرکز سمجھیں اور اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ [1]

''اور جو ایمان والے ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھنے والے ہیں۔''

محبت ذکرِ الٰہی کی بنیاد ہے، دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ جس طرح سر کے بغیر باقی دھڑ کسی کام کا نہیں، اسی طرح محبت کے بغیر محض ذکر کا لفظی تکرار انسان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ ذکرِ الٰہی کے معاملے میں اپنی بددلی، بدذوقی اور بے توجہی کو ختم کریں، پورے ذوق، شوق، جذبے اور ولولے سے اللہ کا ذکر کریں۔ اللہ کے ہاں الفاظ کی قدر کم اور جذبات کی قدر زیادہ ہوتی ہے۔

ذکرِ الٰہی کے ساتھ سچی محبت کی اعلیٰ کیفیت یہ ہے کہ آپ اپنے غموں کو بھی ذکرِ الٰہی میں ڈھال لیں اور جب بھی اپنے دکھ درد اور پریشانی کا اظہار کریں تو قرآن وحدیث سے پیاری پیاری دعاؤں کا انتخاب کریں جس طرح کہ حضرت یعقوب اور ایوب علیہما السلام کے ساتھ ساتھ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی دعائیں قرآن پاک میں موجود

[1] البقرہ:165

ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی دعائیں صحیح احادیث میں بہت زیادہ موجود ہیں۔

اور یاد رکھیں ! اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔اور اس کے ذریعہ بہت ساری برکات صرف اسی صورت میں حاصل ہوں گی کہ آپ اس کو بڑی محبت اور خشیت سے کیا کریں۔قرآن بھی یہی کہتا ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُاللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ [1]

②......عدمِ فہم : "سمجھ کا نہ ہونا"

ذکر کے بے اثر ہونے کی دوسری اہم وجہ (عدمِ فہم) ہے،یعنی ہمیں ذکر کی سمجھ نہیں، ہمارے علم میں نہیں کہ ہم اپنی زبان سے کیا کہہ رہے ہیں، زبان سے نکلنے والے ذکرِالٰہی کے کلمات کو ذہن سمجھ رہا ہے اور نہ ہی ان کا دل پر اثر ہو رہا ہے۔ایسے ذکر سے کچھ حد تک اجروثواب تو مل سکتا ہے لیکن محض رٹے رٹائے ذکرِالٰہی کے کلمات سے تربیت ہوتی ہے نہ ہی تمام برکات حاصل ہوتی ہیں اور یہ بھی بات بالکل واضح ہے کہ جب آپ کو ذکر کی سمجھ نہیں ہوگی تو اس میں برکت کہاں سے ہوگی......؟

آپ کوشش کر کے روزانہ ذکرِالٰہی کے کلمات کو سیکھیں اور ان کو پوری بصیرت سے ادا کریں جب آپ کا ذکر عارفانہ کیفیت سے ہوگا اور آپ کا ذکر ایک تفکیری عمل بن جائے گا تو اس سے آپ کو ذکرِالٰہی کی تمام رونقیں اور برکتیں نصیب ہوں گی اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عقل والوں کی علامات بیان کرتے ہوئے یوں بیان فرمائی ہے:

---

[1] العنکبوت:45

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

''جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور وفکر کرتے ہیں، وہ کہہ اٹھتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بے مقصد نہیں بنایا تو پاک ہے پس ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔'' [1]

اس آیت نے واضح کر دیا کہ ذکر پوری فکر سے ہونا چاہیے جس ذکر میں فکر نہیں ہے وہ حقیقی ذکر نہیں ہے۔ حقیقی ذکر وہی ہے جو شعوری ذکر ہو۔

ہمارے ملک میں اس حوالے سے بدذوقی کا عالم یہ ہے کہ پچاس، پچاس سال کے نمازی قرآن تو درکنار حتی کہ نماز کا ترجمہ تو ایک طرف وہ ذکر کے ابتدائی کلمات کے معانی سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہوتے۔ اس علمی بدذوقی اور انحطاط کے ذمہ داروہ خطبائے کرام بھی ہیں کہ جنہوں نے اپنی تقاریر اور اپنے خطابات کو غیر ثابت روایات اور واقعات سے تو چمکا لیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حقیقی ذکر سمجھانے کے لیے اپنے خطابات میں محنت نہیں کی۔

اس موضوع پر اللہ تعالیٰ کا پورا قرآن بھرا پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ بار بار اس بات کی ترغیب دیتے ہیں بلکہ حکم فرماتے ہیں کہ میرے ذکر پر غور کرو، میرے ذکر کو سمجھو، میری آیات اور میری حمد وثناء کے کلمات کو پورے شعور سے ادا کرو۔

لیکن افسوس......! کہ اس معاملے میں انتہا درجے کی غفلت ہے اور ہم

[1] آل عمران: 191

بظاہر ذکرِ الٰہی کرنے کے باوجود ذکر کے اثرات اور ذکر کی برکات سے محروم ہیں جب کہ اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے، قرآن کہتا ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ [1]

③......عدمِ احسان: "ٹھہراؤ کا نہ ہونا"

ذکرِ الٰہی کے بے اثر ہونے کی تیسری وجہ جلد بازی ہے۔ کہ ہم ذکر کرتے وقت اس قدر تیزی کے ساتھ الفاظ ادا کرتے ہیں کہ ذکر کی روح تک مسخ ہو جاتی ہے۔ اکثر لوگ انگلیوں اور تسبیحوں پر ذکر کرتے ہوئے اتنی تیزی سے کلمات کی ادائیگی کرتے ہیں کہ الفاظ صحیح طور پر ادا ہی نہیں ہوتے اور جب الفاظ ہی صحیح طور پر ادا نہ ہوں تو پھر اس سے صحیح نتائج کیسے برآمد ہو سکتے ہیں۔

زیادہ گنتی پوری کرنے کے چکر میں الفاظ کو ایسا کُتر کُتر دیا جاتا ہے کہ آدمی اجر و ثواب کی جگہ لاشعوری میں اللہ تعالیٰ کی توہین کر بیٹھتا ہے۔ اگر آپ واقعی ذکرِ الٰہی سے نتائج، فوائد اور برکات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ذکرِ الٰہی کے کلمات کو چھلنی اور زخمی کرنے کی بجائے نہایت حُسن اور خوبصورتی سے ادا کریں۔ آپ کے پڑھنے میں ٹھہراؤ ہو، آپ پوری محبّت، بصیرت اور سکون سے رُک رُک کر پڑھیں، اس طرح پڑھنے سے ذکرِ الٰہی آپ کے لیے پُرلذت عبادت ثابت ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ آپ ﷺ رُک رُک

---

[1] العنکبوت:45

کر بڑے سکون اور اطمینان سے اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ جامع ترمذی [1] کی حسن روایت کے مطابق ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ کی قراءت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک لفظ کو کھول کھول کر پڑھتے تھے۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حروف اور الفاظ کو لمبا کر کے پڑھتے تھے۔ [2]

بعض روایات میں سورۃ الفاتحہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مبارک زبان سے ''الحمد للہ رب العالمین'' پڑھتے تو تھوڑی دیر کے لیے رُک جاتے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''الرحمن الرحیم'' پڑھتے تو (ثُمَّ يَقِفُ) [3] پھر وہ وقف کرتے۔

یعنی تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی میں یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک تھا۔ آج ہمیں بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں ایک نہایت تکلیف دہ بات یہ ہے کہ عموماً ایسے لوگ جو لاشعوری میں تیزی سے ذکر کی گنتی پوری کرنے کے چکر میں رہتے ہیں وہ نہایت سنگدل اور بداخلاق پائے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص ذکرِ الٰہی کے پاکیزہ کلمات کا حیاء نہیں کرتا، ان مبارک کلمات کو ادب و احترام سے ادا نہیں کرتا وہ میرا اور آپ کا احترام کیسے کرے گا......؟

اللہ کے بندو......! ذکرِ الٰہی بہت بڑی چیز ہے اس کو بڑے اہتمام، بڑے اطمینان اور پُرسکون لب و لہجے سے کرنا چاہیے اور یہی بات قرآن کہتا ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ

---

[1] سنن ابی داود: 1466، جامع ترمذی: 2923، صحیح ابن خزیمہ: 1158

[2] صحیح البخاری: 5045

[3] مسند احمد بن حنبل: 27118، صحیح ابن خزیمہ: 493، مستدرک حاکم: 2/232

اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○ [1]

④...... عدمِ کثرت: ''زیادہ نہ ہونا''

ذکرِالٰہی کے بے اثر ہونے کی چوتھی وجہ عدمِ کثرت ہے، یعنی ہم دنیا اور گناہ کی باتیں زیادہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت تھوڑا کرتے ہیں اور وہ تھوڑا ذکر بھی بے توجہی، بددلی اور اس قدر تیزی سے ہوتا ہے کہ ایسا ذکر کیا نہ کیا برابر ہے۔ اگر آپ صحیح معنوں میں ذکرِالٰہی کی برکات حاصل کرنا چاہتے ہیں، نماز اور قرآن سے شفا پانا چاہتے ہیں تو پھر ان پاکیزہ عبادات کو کثرت سے کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر کثرت سے ذکر کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ دو مقام پوری توجہ سے سماعت فرمائیں:

❶ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا [2]

''اے ایمان والو! اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور اس کی صبح وشام پاکی بیان کرو۔''

❷ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ [3]

''اے ایمان والو! جب تم کسی گروہ کا سامنا کرو تو ڈٹ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

---

[1] العنکبوت:45

[2] الروم:41-42

[3] الانفال:45

اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتے اس سلسلے میں ایک حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللهَ تَعَالَى فِيْ كُلِّ أَحْيَانِهِ [1]

''نبی کریم ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔''

اور جب آپ کی سیرت کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ بیت الخلاء جاتے بھی دعا پڑھتے تھے اور نکلتے وقت آپ ﷺ غُفْرَانَكَ کہ اے میرے مولا! یہ جو وقت تیرے ذکر کے بغیر گزرا ہے'' اللہ اس پر میں تجھ سے معافی کا سوال کرتا ہوں'' کہتے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک مجلس میں سو سو مرتبہ استغفار فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ امام ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ حضرت! ذکر کی وہ مقدار بیان کریں کہ جس کے پورا کرنے سے آدمی ''ذاکرین اللہ کثیرا'' (اللہ کو کثرت سے یاد کرنیوالوں) کی صف میں شامل ہو جائے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن وحدیث اور فقہ کے بہت بڑے متبحر عالم تھے۔ آپ نے فرمایا: کہ صبح سے لے کر شام تک رسول اللہ ﷺ نے جن جن مواقع پر جو جو دعائیں پڑھی ہیں جو شخص ان مسنون دعاؤں کو اپنی روزمرہ زندگی کا معمول بنائے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ''ذاکرین اللہ کثیرًا وّ الذّاکرات میں اٹھائے گا۔ [2]

ہمیں چاہیے کہ ہم مسنون دعاؤں کو پوری بصیرت سے یاد کریں اور کثرت کے ساتھ ان کا اہتمام کریں۔

---

[1] سنن ابی داود:18، سنن ابن ماجہ:302، جامع ترمذی:3383

[2] فقہ السنہ۔ امام سید سابق، ج1 ص512

امام الذاکرین اور سید الشاکرین، کونین کے تاجدار، محبوبِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی امت کو باتیں کم اور ذکرِ الٰہی زیادہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ جو شخص زیادہ وقت باتوں اور گپوں میں ضائع کر دے، اس کے لیے آنے والے الفاظ میں سخت وعید ہے۔

لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ ؛ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالَى قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ! وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي [1]

''ذکرِ الٰہی کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کرو، کیونکہ ذکرِ الٰہی کے علاوہ زیادہ باتیں کرنا دل کی سختی کا باعث ہے اور لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور سخت دل شخص ہے۔''

ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ ذکرِ الٰہی کو مؤثر بنانے کے لیے کثرت بہت ضروری ہے۔ جو لوگ زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں وہی لوگ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ برکتیں حاصل کرتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے اور قرآن پاک بھی یہی کہتا ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ [2]

⑤......عدمِ دوام: ''ہمیشگی کا نہ ہونا''

---

[1] جامع ترمذی: 2411 والحدیث حسن باذن اللہ

[2] العنکبوت: 45

پانچویں اہم وجہ عدمِ دوام ہے، یعنی ہمیشگی کا نہ ہونا، کبھی ذکر کر لیا اور کبھی چھوڑ دیا، کبھی نماز پڑھ لی اور کبھی نہ پڑھی۔ جی میں آیا تو قرآن کے کئی پاروں کی تلاوت کر لی، مَن نہ مانا تو کئی کئی ہفتے قرآنِ پاک کی شکل تک نہ دیکھی۔

یاد رہے......! ایسے بے توجہی اور بے قاعدگی سے ذکر کے ثمرات حاصل نہیں ہوتے۔ بلکہ ذکر کی حقیقی برکات کو حاصل کرنے کے لیے دَوام، ہیشگی اور پابندی حد درجہ ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہیشگی والے عمل اور ذکر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اسے سب سے بہتر، اعلیٰ اور افضل قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کی پوری زندگی اس بات پر شاہد ہے کہ آپ ﷺ اپنے یومیہ اذکار میں ذرّہ بھر غفلت نہیں کیا کرتے تھے۔ صبح وشام کے اذکار، رات کی عبادت، تلاوت اور ہر نماز کے بعد ذکر کی پابندی آپ ﷺ کا معمول تھا۔

ذکر کی برکات حاصل کرنے کے لیے ذکر پر ہیشگی اس لیے بھی بہت ضروری ہے کیونکہ انسان جب بھی اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے اور اس کی باقاعدگی میں فرق آتا ہے تو فوراً شیطان کی مداخلت شروع ہو جاتی ہے جو کہ انسان کے لیے روحانی اعتبار سے حد درجہ نقصان دہ ہے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ [1]

’’اور جو شخص رحمان کے ذکر سے غفلت کرتا ہے تو ہم اس پر ایک

[1] الزخرف:36-37

شیطان مسلط کر دیتے ہیں، پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ اس کو راہِ حق سے روکتے رہتے ہیں اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ سے لے کر آج تک نیکوکار لوگ اپنے ذکر و فکر کے معمولات میں ذرّہ بھر کوتاہی نہیں کرتے۔

گرمی ہو یا سردی، سفر ہو یا حضر ہر حال میں وہ اپنے معمول کے اذکار کی پابندی کرتے ہیں بلکہ میں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق ان کے شاگرد امام الاولیاء حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَكَانَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ يَجْلِسُ فِيْ مَكَانِهِ حَتَّى يَتَعَالَى النَّهَارُ جِدًّا يَقُوْلُ هٰذِهِ غُدْوَتِيْ لَوْ لَمْ أَتَغَدَّ هٰذِهِ الْغُدْوَةَ سَقَطَتْ قُوَاىَ [1]

''نمازِ فجر کے بعد اپنی جگہ بیٹھے رہتے یہاں تک کہ دن خوب اچھی طرح چڑھ آتا ہے کوئی پوچھتا تو فرماتے یہ میرا ناشتہ ہے اگر میں یہ ناشتہ نہ کروں تو میری قوت جواب دے جائے۔'' اللہ اکبر!

اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اعلیٰ درجے کے ولی الرحمن اور عارف باللہ تھے اور آپ کا ہر رات کو معمول یہ تھا

وَكَانَ فِيْ لَيْلِهِ مُنْفَرِدًا عَنِ النَّاسِ كُلِّهِمْ خَالِيًا بِرَبِّهِ عَزَّوَجَلَّ ضَارِعًا إِلَيْهِ مُوَاظِبًا عَلَى تِلَاوَتِ الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ مُكَرِّرًا لِأَنْوَاعِ التَّعَبُّدَاتِ اللَّيْلِيَّةِ وَالنَّهَارِيَّةِ [2]

---

[1] الرد الوافر:36

[2] الکواکب الدریۃ:156

''رات کو وہ تمام لوگوں سے علیحدہ رہتے تھے اور تنہا اپنے اللہ کی طرف گریہ زاری کرتے، قرآن عظیم کی تلاوت پر ہیشگی کرتے، دن رات طرح طرح کی عبادات میں مشغول رہتے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری کو پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو زندگی میں ہی ذکرِ الٰہی کی تمام برکات حاصل تھیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ پر اس قدر اعتماد اور بھروسہ تھا کہ اہل بدعت اور اہل ظلم کے متعلق آپ فرمایا کرتے تھے:

مَا يَصْنَعُ أَعْدَائِيْ بِيْ إِنَّ جَنَّتِيْ وَبُسْتَانِيْ فِيْ صَدْرِيْ إِنْ رُحْتُ فَهِيَ مَعِيَ لَا تُفَارِقُنِيْ [1]

''میرے دشمن میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں، میری جنت اور میرا باغ میرے سینے میں ہے جہاں جاؤں گا وہ میرے ساتھ ہیں۔'' اللہ اکبر!

سامعین کرام......! اللہ کا ذکر بلاشبہ بہت بڑی چیز ہے، وہ دنیا اور دنیاداروں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ عجب لذت، مٹھاس اور سکینت عطا کرتا ہے۔ بظاہر انسان آزمائشوں کی چکّی میں ہوتا ہے لیکن روحانی سکون کا عالم یہ ہوتا ہے کہ بادشاہ بھی اپنے محلّات میں اتنے مطمئن نہیں ہوتے۔

لیکن یہ سب کچھ ان کو نصیب نہیں ہوتا جو صبح آٹھ بجے اپنے بستر سے الگ ہوں بلکہ یہ مہمان نوازیاں ان کے لیے ہیں جو اللہ کے ذکر کو محبت اور ہیشگی کے ساتھ کرتے ہیں ان کے لیے اللہ کا ذکر بلاشبہ بہت بڑی چیز ہے اور قرآن بھی یہی کہتا ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ

---

[1] الرّد الوافر:74

اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ [1]

6......غیر مسنون اذکار:

ذکرِ الٰہی کے بے اثر ہونے کی چھٹی اور اہم وجہ یہ ہے کہ ہم میں سے کئی لوگ قرآن وسنت کے بیان کردہ اذکار کو کم اہمیت دیتے ہیں اور اپنی طرف سے وضع کردہ الفاظ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور بعض وظائف تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو انسان کو شرک اور بدعت تک لے جاتے ہیں ہمارے معاشرے میں رنگ برنگے صفحوں والے کئی ایسے کارڈ اور چھوٹے کتابچے موجود ہیں کہ جن میں لکھے ہوئے اذکار غیر مسنون ہوتے ہیں۔

پیارے مسلمان بھائیو......! دنیا میں کوئی امام اور پیر ایسا نہیں جو مدینے والے امام اور پیرو مرشد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جیسے مبارک کلمات ادا کر سکے۔ جب آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء پر مشتمل بے شمار وظائف بیان فرمائے ہیں تو ہمیں ان کو بڑی خوشی سے قبول کرتے ہوئے انہی کو اپنا معمول بنانا چاہیے۔

اسی طرح ضروریاتِ دنیا اور فلاحِ آخرت کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ اذکار اس قدر جامع ہیں کہ کوئی دوسری دعا ان اذکار کے عشر عشیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اس سلسلے میں ہم تمام سامعین کو اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ وہ مسنون اذکار پر مشتمل کتابچوں کو اپنے پاس رکھیں اُن میں سے بعض اذکار کو روزمرہ کا معمول بنائیں اور دوسرے کئی اذکار کو ضرورت کے پیشِ نظر پڑھتے رہیں۔ اس سے جہاں آپ کو اذکار کی برکات حاصل ہوں گی وہاں اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی بھر کے گناہ

---

[1] العنکبوت:45

معاف کرتے ہوئے آپ کو اپنا محبوب بنا لے گا۔

آج کل محافلِ ذکر میں عجیب قسم کے اذکار سننے میں آتے ہیں، کوئی "ہُو ہُو" کر رہا ہے اور کوئی "حق حق" کرتے ہوئے اپنی گردن کو گھما رہا ہے۔ جب کہ یہ سارے انداز غیر شرعی اور بدعی ہیں ایسے خود ساختہ طریقوں سے انسان اللہ کی رحمت سے دور کر دیا جاتا ہے۔

اللہ کے بندو......! بات بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذکر کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ذکر کر کے دکھایا ہے، بڑی تفصیل سے اذکار بتلائے ہیں، ہر موقع کی شاندار دعائیں بیان فرمائی ہیں۔ وظائف کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کردہ اذکار امت کے لیے بہت بڑا خزانہ ہیں، اس سرمائے کی قدر کریں یہی وہ ذکر ہے جو بہت بڑی چیز ہے، اسی لیے قرآن کہتا ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ [1]

(7)......بے یقینی:

اذکار، وظائف اور دعاؤں میں یقین کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ آج ہمارے جملہ اذکار کے بے اثر ہونے کی اصل وجہ عدمِ یقین ہے، ہم تردّد کا شکار ہیں، دم کرتے ہوئے ہماری زبان پر یہی بول ہوتا ہے کہ دم تو کر دیا ہے پتہ نہیں فائدہ ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ جو یقین، اعتماد اور بھروسہ ہم کو پاکیزہ کلمات پر ہونا چاہیے وہ نہیں رہا، ہم فوراً دوسرے اسباب کی طرف دوڑتے ہیں، ذکرِ الٰہی اور عظیم الشان مسنون

[1] العنکبوت:45

دعاؤں کو حرفِ اوّل اور حرفِ اخیر نہیں سمجھتے۔ جبکہ سارے کے سارے دین کی بنیاد ہی یقین پر ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

''یہ لوگوں کے لیے بصیرت کی باتیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں۔'' [1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ دین اور اسلامی اذکار سے رحمتیں اور برکتیں صرف اور صرف انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں جن کے یقین کامل ہوتے ہیں۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ہماری آیات پر مکمل یقین رکھتے ہیں ہم ایسے لوگوں کو منصبِ امامت پر فائز کر دیتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝ [2]

''اور ہم نے ان میں امام بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے جب انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔''

سامعین کرام......! بے یقین شخص کو اس دین سے کچھ نہیں ملتا وہ ہمہ وقت متزلزل، متذبذب اور متردّد ہی ہوتا ہے گویا کہ ساری زندگی ڈانواں ڈول ہی رہتا ہے۔ صحیح احادیث کے مطابق اذکار سے لذت، سعادت اور قبولیت انہی کو نصیب ہوتی ہے جو صاحبِ یقین ہوتے ہیں، اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے:

---

[1] جاثیہ:20
[2] السجدہ:24

أُدْعُوا اللّٰهَ وَأَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْإِجَابَةِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيْبُ لِعَبْدٍ دَعَاهُ عَنْ ظَهْرِ قَلْبٍ غَافِلٍ [1]

''اے لوگو! اللہ سے اس انداز سے سوال کرو تمہیں قبولیت کا پورا یقین ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ غافل اور بے پروا دل سے نکلنے والی دعا کو قبول نہیں کرتا۔''

سامعین کرام......!

یاد رہے یقین سے لفظِ ''اللہ'' بھی ادا کیا جائے تو دشمن کے ہاتھ سے تلوار گر جاتی ہے اور پورے یقین سے کسی غیر مسلم پر فاتحہ پڑھ کر دم کیا جائے تو وہ بھی صحت یاب ہو جاتا ہے۔ یہی بات تو قرآن کہتا ہے کہ ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ [2]

(8)......عدمِ پرہیز: ''پرہیز کا نہ ہونا''

ذکرِ الٰہی کو بے اثر کرنے والی آٹھویں اور سب سے زیادہ خطرناک وجہ عدمِ پرہیز ہے، یعنی پرہیز کا نہ ہونا، ہم ذکرِ الٰہی تو کرتے ہیں اس کے ساتھ لغویات، ہفوات، منکرات اور محرّمات کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ ذکر بالکل بے اثر ہو کر رہ جاتا ہے۔ بے شک آپ تھوڑا ہی ذکر کریں لیکن سب سے اہم سمجھنے والی بات یہ ہے کہ آپ زبان کے چلانے اور نگاہ کے اٹھانے میں مکمل احتیاط کریں۔

---

[1] جامع ترمذی: 3479، سلسلہ احادیث صحیحہ: 594

[2] العنکبوت: 45

بے قابو زبان اور آوارہ نگاہ والا شخص ساری زندگی ذکر کی برکات اور اس کے ثمرات سے محروم رہتا ہے۔ پرہیز کے معاملے میں آپ جس قدر زیادہ حساس ہوں گے آپ کے ذکر کا روحانی طور پر اسی قدر زیادہ اثر ہوگا۔ اس بات کو آپ آسان مثال سے یوں سمجھیں کہ ایک شخص اعلیٰ درجے کی غذائیں کھانے کے بعد اوپر سے زہر کھالے تو وہ زہر تمام غذاؤں کے اثر کو ختم کر دے گا، اسی طرح اپنی زبان سے پاکیزہ اور مبارک اذکار کرنے والے جب اپنی زبان اور نگاہ سے بے حیائی کی باتیں اور فحاشی کا ارتکاب کرتے ہیں تو کیے ہوئے تمام اذکار کا اثر ختم ہو جاتا ہے اور ناپاک اثرات غالب آجاتے ہیں۔ بلکہ میں نے ایک عارف باللہ شخص سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے کہ جس طرح ایک لقمہ حرام سے چالیس دن کی عبادت رد کر دی جاتی ہے اسی طرح جو شخص اپنی نگاہ کا غلط استعمال کرتا ہے اس کی ایک بدنظری سے چالیس دن کی عبادت کی لذت اٹھالی جاتی ہے۔ اللہ اکبر!

سامعین کرام......! دنیا کا عام اصول ہے کہ بغیر پرہیز کے اعلیٰ سے اعلیٰ چیز بھی نفع نہیں دیتی، اسی طرح دین کا معاملہ ہے، بلکہ ہمارے مطالعے اور تجربے کے مطابق دین کے معاملے میں پرہیز کی بہت زیادہ ضرورت ہے، اسی لیے تو ایمان والوں کی علامات بیان کرتے ہوئے اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ [1]

"وہ ایمان والے کامیاب ہو گئے جو لغویات اور فضولیات سے پرہیز کرتے ہیں۔"

اور عبادالرحمن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کے ایک نمایاں وصف کو ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

---

[1] المومنون:3

وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝[1]

''اور جب کسی فضول چیز سے ان کا گزر ہوتا ہے تو نہایت سنجیدگی اور باعزت طریقے کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوہرا اجر پانے والے خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی ایک اہم نشانی کا یوں تذکرہ کیا ہے:

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ [2]

''اور جب وہ کوئی فضول بات سنتے ہیں تو اس سے بچتے ہیں۔''

ان تمام دلائل نے واضح کر دیا کہ ذکرِالٰہی کی برکات کو سمیٹنے کے لیے، اسلامی تعلیمات سے ثمرات حاصل کرنے کے لیے پرہیز ازحد ضروری ہے۔

اہلِ عرب میں یہ مقولہ مشہور ہے:

الْوِقَايَةُ أَهَمُّ شَيْءٍ

''پرہیز سب سے اہم چیز ہے''

آخر میں نکتے کی ایک بات یاد رکھیں کہ ذکرِالٰہی کا سب سے پہلا اثر انسان کے دل پر ہوتا ہے، ذکر کرنے والے کا دل پھول سے زیادہ نرم اور خوشبودار ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ آپ کا ذکر اللہ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بھی پائے اور آپ کے دل کی حالت پتھر سے زیادہ سخت اور سیاہی سے زیادہ میلی ہو۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم کو محبت، بصیرت، ٹھہراؤ، کثرت، دوام اور پورے یقین کے ساتھ ذکرِالٰہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

---

[1] الفرقان:72
[2] القصص:55

جنت میں لیجانے والا

وظیفہ

جنت میں لیجانے والا وظیفہ

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ○ [1]

''اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ آپ کے ان میں ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے اور نہ ہی اللہ ان کو اس حال میں عذاب دینے والا ہے کہ وہ معافی مانگ رہے ہوں۔''

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

أَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَااسْتَطَعْتُ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ [2]

''اے میرے اللہ! آپ ہی بے شمار نعمتوں کے ساتھ میری پرورش کرنے والے ہیں۔ آپ کے سوا میرا کوئی معبود، مشکل کشا اور حقیقی

---

[1] الانفال:33

[2] صحیح البخاری:6306

حاکم نہیں، آپ ہی نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں آپ کا بندہ ہوں، اپنی طاقت کے مطابق آپ سے کئے ہوئے عہد اور وعدے کو نبھا رہا ہوں۔ میں اپنے برے اعمال کے شر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ مجھے آپ کی بے شمار نعمتوں کے اقرار کے ساتھ ساتھ اپنی غفلتوں اور اپنے گناہوں کا پورا اقرار ہے۔ آپ مجھے معاف فرمادیں کیونکہ آپ کے علاوہ مجھ جیسے پاپی کو کوئی معاف کرنے والا نہیں۔"

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدُنا و سید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

حالات جیسے تیسے بھی ہوں، امید اور روشنی کا ایک دروازہ انسان کے لیے اس کی موت تک کھلا رہتا ہے اور اس دروازے کا نام "باب الاستغفار" ہے۔

یعنی انسان کو جہاں کچھ سمجھ نہ آئے مجھے کیا کرنا ہے، مشکلات سے کیسے نکلنا ہے، دنیا کے مسائل کا کیسے مقابلہ کرنا ہے؟ تو ایسے حالات میں اس کو کثرت سے استغفار کرنا چاہیے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ استغفار کی کثرت اور برکت سے بہت جلد اور یکسر حالات

کو تبدیل فرما دیتے ہیں۔ جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اس میں بھی ایک اہم بات کی طرف اشارہ ہے کہ استغفار کرنے والی قوم پر اللہ تعالیٰ تباہ کن عذاب نازل نہیں کرتے۔ بیداری اور بہتری لانے کے لیے جزوی طور پر آزمائشیں تو آتی ہیں لیکن کلی طور پر ایسے لوگوں کو تباہ نہیں کیا جاتا جو سچے دل سے استغفار کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے معافی کے طلبگار رہوں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پاس حصولِ امن کے لیے دو چیزیں ہیں، ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات، جہاں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں وہاں اللہ تعالیٰ اپنے عذابوں کو نازل نہیں کرتے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو وفات پا چکے ہیں۔

اور دوسری چیز استغفار ہے، معافی مانگنے والی قوموں پر اللہ تعالیٰ اپنے عذاب نازل نہیں کرتے، بشرطیکہ وہ اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور معافی مانگنے میں سچے ہوں۔

سامعین کرام......! موجودہ حالات میں ہم بری طرح دشمن کے شکنجے میں ہیں، یہود، ہنود اور نصاریٰ نے ہمیں اپنی گہری سازشوں کے ذریعے بڑی بری طرح اپنے جال میں پھنسا لیا ہے، ہر طرف بے راہ روی، آوارگی اور حدود اللہ کی پامالی ہے، ہمارے سیاستدان اور حکمران اسلامی تعلیمات اور حدود اللہ کا ذرہ بھر حیا نہیں کرتے۔ ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے......؟

آج میں آپ کے سامنے استغفار کے متعلق ایک اعلیٰ ترین وظیفہ بیان کرنا چاہتا ہوں جس وظیفہ کو کلماتِ معافی میں سرداری کا رتبہ حاصل ہے۔ کم از کم اس کو صبح و شام پڑھیں اور زیادہ سے زیادہ ہر سجدے رکوع میں پڑھیں، ان شاء اللہ الرحمن جہاں دنیا میں آپ کو رحمت، قوت، طاقت اور اسلامی سلطنت ملے گی وہاں اللہ تعالیٰ

آپ کو موت کے بعد بغیر حساب جنت عطا فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

بشرطیکہ آپ کا عقیدہ ٹھیک ہو اور آپ اپنی طاقت کے مطابق حدود اللہ کی پاسداری کرنے والے ہوں۔

استغفار اور ''سید الاستغفار'' کی اہمیت:

استغفار کے موضوع پر تفصیلی مواد ہماری کتاب ''خوشبوئے خطابت'' میں موجود ہے۔ ہم صرف یہاں پر استغفار کے حوالے سے چند اہم نکات بیان کرتے ہوئے اصل موضوع ''سید الاستغفار'' کی اہمیت بیان کرنا چاہتے ہیں۔ استغفار کے متعلق تین باتیں ابتدائی طور پر اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں:

1 مستقل عبادت:

استغفار دیگر عبادات کی طرح ایک مستقل عبادت ہے، جس طرح نماز، روزہ، حج، صدقہ اور قربانی عبادت ہیں اور ان پر اجر ہے، اسی طرح استغفار کرنا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے اور اس پر گناہوں کی معافی کے ساتھ ساتھ جنت میں رُتبوں کو بلند بھی کیا جاتا ہے۔ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کو سچے دل سے یہ کہے کہ ''اے میرے مولا مجھے معاف کر دے'' یہ کلمہ اعلیٰ عبادت کا شہ پارہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ استغفار والی عبادت عام صلحاء کی بنسبت انبیاء ورسل علیہم السلام بہت زیادہ کرتے رہے ہیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمیت تمام انبیاء علیہم السلام آپ کو استغفار کرتے ہی نظر آئیں گے، جس انداز اور جن الفاظ میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا ہے اس کے حسن کو لفظوں میں بیان کرنا میرے بس کی بات نہیں! وہ بڑے ہی نشے، مزے اور محبت سے معافیاں مانگتے رہے، حالانکہ ان میں سے کسی نبی نے بھی گناہ کرنا تو در کنار گناہ کا سوچا تک بھی نہیں تھا۔

انبیاء ورسل علیہم السلام اعلیٰ درجے کی عبادت جان کر استغفار کیا کرتے تھے۔

2 بے بسی کی انتہا:

استغفار عاجزی وانکساری اور بے بسی کی انتہا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے سے جو چیز سب سے زیادہ مطلوب ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف سے سب سے زیادہ پسند فرماتے ہیں وہ اس کی عاجزی، انکساری اور بے بسی ہی ہے۔ کہ بندہ اپنے اللہ کے سامنے بے بس ہو کر بچھ جائے اور دل سے جان لے کہ اس کے علاوہ مجھے بچانے والا اور بخشنے والا کوئی نہیں ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک مجلس میں ستر ستر مرتبہ یا سو سو مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے۔ کیوں......؟ صرف اور صرف اللہ کے سامنے اظہارِ عجز کرتے ہوئے اور یہ استغفار والی عبادت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی لیے بہت زیادہ پسند تھی کہ اس میں عاجزی و بے بسی کی انتہا ہے۔ آج کوئی شخص اپنے تعلق باللہ اور اسکے سامنے اپنی عاجزی وانکساری کو چیک کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے اندر استغفار والی عبادت کو دیکھے، اگر تو وہ کثرت سے معافی کا طلبگار رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا متواضع اور پسندیدہ بندہ ہے وگرنہ صرف زبان کی حد تک تقویٰ رہ جاتا ہے۔

3 لذت کی انتہا:

دینِ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلمان دائرہ اسلام میں داخل ہو کر ایمانیات اور عبادات کو اپناتا ہے تو اس کو ان کی ادائیگی سے حلاوت، لذت، چاشنی اور مٹھاس حاصل ہوتی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ سچے مومن کو جو روحانی قرار اور نشہ ومزہ تنہائی کے سجدے میں حاصل ہوتا ہے وہ کہیں حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح دو سفید چادریں پہن کر جب بندہ ایک بلبل کی طرح کعبۃ اللہ کے ارد گرد طواف کی حالت میں گنگناتا ہے تو اس کا نظارہ بیان سے باہر ہے۔ لیکن اس

سب کچھ کے باوجود جو مٹھاس اور لذت استغفار میں ہے وہ کسی دوسری عبادت میں کم ہی نظر آتی ہے۔ جب ایک گنہگار عاصی اپنے رحیم و کریم خالق کو اپنا محسن والہ مان کر اس سے معافی مانگتا ہے اور اس کے لب و لہجے میں شرمندگی و ندامت اور بے بسی کے جذبات کا ایک سیلاب ہوتا ہے تو اس وقت کی لذت پر دنیا اور دنیا کے تمام خزانے بھی قربان کیے جا سکتے ہیں۔

لیکن افسوس......! کہ آج مسلمان اس حقیقی لذت سے دور اور محروم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ کے بندو! ''سید الاستغفار'' وہ عظیم ترین انقلابی وظیفہ ہے کہ جس کو پورے یقین اور علم سے پڑھنے والا بندہ اللہ سے اس کی تمام رحمتوں کو پا لیتا ہے۔ اس عظیم وظیفے کو پورے جذبے شوق اور پابندی سے پڑھیں۔ اس وظیفے میں توحید کی تمام عظمتیں سمٹ کر آ گئی ہیں، بندہ اپنے اللہ کے سامنے اعترافِ حقیقت اور اعترافِ نعمت کے ساتھ ساتھ اعترافِ جرم بھی کرتا ہے اور پھر پورے یقین سے معافی کی بھیک مانگتا ہے۔

آج کے خطبے اور وظیفے کو پورے شوق سے سنتے ہوئے زندگی کا معمول بنا لیں، شاید کہ یہ زندگی کا اہم ترین خطبہ ہو۔ اللہ مجھے اور آپ کو اپنی رحمت سے معاف فرمائے۔ آمین!

گنہگار کا استقبال مغفرت و رحمت کے ساتھ

صرف اللہ کی ذات ہی ایسی ذات ہے جو بندہ اس کی بارگاہ میں معافی کے ساتھ سر جھکا دے اور اپنی آنکھوں سے اس کے خوف میں چند آنسو بہا دے تو وہ اپنے بندے کا استقبال اپنی مغفرت اور رحمت کے ساتھ کرتا ہے اور یہ اعلانِ عام رب العالمین نے ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ [1]

''جو کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ معاف کرنے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا پائے گا۔''

حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے سامنے یہی صدا بلند کی تھی:

لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ [2]

''تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کیوں نہیں کرتے؟ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کو پانے کے لیے استغفار ضروری ہے اور ہمارے پیارے پیغمبر علیہ السلام نے ہمارے لیے استغفار کے کلمات ہی نہیں بلکہ سید الاستغفار بیان فرمایا ہے۔

سید الاستغفار میں چھپے قیمتی خزانے:

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: سید الاستغفار کو پورے یقین سے صبح وشام پڑھنے والا جنتی ہے۔

أَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَااسْتَطَعْتُ أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ

---

[1] النساء:110

[2] النمل:46

الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ [1]

''اے میرے اللہ! آپ ہی بے شمار نعمتوں کے ساتھ میری پرورش کرنے والے ہیں۔ آپ کے سوا میرا کوئی معبود، مشکل کشا اور حقیقی حاکم نہیں، آپ ہی نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں آپ کا بندہ ہوں، اپنی طاقت کے مطابق آپ سے کئے ہوئے عہد اور وعدے کو نبھا رہا ہوں۔ میں اپنے برے اعمال کے شر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ مجھے آپ کی بے شمار نعمتوں کے اقرار کے ساتھ ساتھ اپنی غفلتوں اور اپنے گناہوں کا پورا اقرار ہے۔ آپ مجھے معاف فرما دیں کیونکہ آپ کے علاوہ مجھ جیسے پاپی کو کوئی معاف کرنے والا نہیں۔''

سیّد کا معنی عربی زبان میں ''سردار'' ہے، جس شخص کا مقام و مرتبہ قوم میں اونچا ہو اس کو سیّد کہا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں حصولِ معافی کے لیے جتنے کلمات اور دعائیں ہیں یہ کلمات ان سب کے سردار ہیں۔ اور ان کی فضیلت و عظمت سب سے زیادہ ہے۔

1 ...... اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ :

''اے میرے اللہ! تو ہی میرا رب ہے۔'' لفظِ ''رب'' بڑا ہی جامع اور پیارا لفظ ہے۔ رب کا معنی ہے ''پرورش کرنے والا، خبر گیری کرنے والا، نگہبانی کرنے والا، ولادت سے وفات تک اپنے بندے کی ہر ضرورت کو پورا کرنے والا، عدم سے وجود بخش کر اس کو درجۂ کمال تک پہنچانے والا......''

اللہ کا بندہ صبح کے وقت اللہ تعالیٰ سے سید الاستغفار سے بات کرتے ہوئے

[1] صحیح البخاری: 6306

توحیدِ ربوبیت کا اقرار کرتا ہے کہ اے میرے اللہ! مجھ خطا کار کو تیرے علاوہ کوئی دینے اور نوازنے والا نہیں...... سبحان اللہ!

سامعین کرام......!

غور فرمائیں کہ توحیدِ ربوبیت کے اقرار میں کس قدر مزا اور لطف ہے اور یہاں پر میں یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کفارِ مکہ بھی توحیدِ ربوبیت کے قائل تھے۔ وہ زمین و آسمان کا خالق و مالک اور رازق اللہ تعالیٰ کو سمجھتے تھے، اس موضوع پر قرآنِ پاک کی بے شمار آیات ہیں، میں وقت کی قلت کے پیشِ نظر ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا بلکہ آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سید الاستغفار میں پہلا خزانہ توحیدِ ربوبیت کا اقرار ہے۔ اللہ کا شکریہ ادا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں توحیدِ ربوبیت کی بصیرت عطا کی ہے۔ کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ زمین و آسمان از خود بن گئے ہیں اور اس کا نظام بھی بذاتِ خود ہی چل رہا ہے، اس کو بنانے اور چلانے والا کوئی نہیں، یا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہے...... تو ایسا بندہ کیمونسٹ، دہریہ اور بدترین کافر ہے۔

2...... لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ :

''تیرے سوا الٰہ کوئی نہیں'' سید الاستغفار کے اس دوسرے ٹکڑے میں توحیدِ الوہیت کا اقرار ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک اور رازق ماننے کے بعد بندہ اپنے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار کرتا ہے کہ اے میرے اللہ! میرا حاکم، مطاع اور الٰہ صرف اور صرف تو ہے اور میری ہر طرح کی عبادت صرف اور صرف تیرے لیے ہے اور میں ہر موقع پر حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے تیری ذات کا ہی محتاج ہوں۔ یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں......! کہ مشرکین مکہ بھی اللہ تعالیٰ کو الٰہ مانا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے اپنی مشکل گھڑیوں میں اس کو پکارا بھی کرتے تھے، لیکن ان میں خامی یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے ساتھ

ساتھ غیروں کو بھی اپنی عبادت میں شامل کرتے اور ان کو مشکل کے وقت پکارتے۔

فرشتوں، جنوں اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کی خدائی کا حصے دار سمجھتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیارات میں دخل رکھتے ہیں اور یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ قریشِ مکہ میں اس کے ساتھ ساتھ دوسری خامی یہ تھی کہ وہ عملی طور پر قانونِ الٰہی کی پاسداری نہیں کیا کرتے تھے بلکہ اپنی من مانی اور آوارگی کی زندگی بسر کرتے تھے اور اس بات کی طرف اشارہ قرآن مجید نے یوں کیا ہے:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ (1)

'اور انہوں نے اللہ کے سوا کئی الٰہ بنا لیے تا کہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔''

یعنی وہ مشکل وقت میں اپنے دیوتاؤں، جنوں اور بتوں کی پناہ میں آتے، ان کو اپنے لیے باعثِ قوت اور طاقت سمجھتے تھے بلکہ قوم نوح علیہ السلام نے تو اللہ کے نیک بندوں کی عبادت شروع کر دی تھی۔ صحیح البخاری کے مطابق ''ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر'' قوم نوح علیہ السلام کے نیک بندوں کے نام ہی تھے۔

یہی حالت آج ہمارے ملک میں اکثر کلمہ گو مسلمانوں کی بن چکی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور الوہیت کا اقرار بھی کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے اولیائے کرام کو بھی خدائی اختیار کا حصہ دار سمجھتے ہیں اور یہ ذہن رکھتے ہیں کہ اولیائے کرام پہنچی ہوئی ہستیاں ہیں اور یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہیں، ان کے ناموں کی نذر و نیاز دیتے ہوئے ان کو پکارا جاتا ہے اور مشکل اوقات میں ان سے دعا کی جاتی ہے۔ اور غوث قطب کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ ان کے بغیر زمین

---

(1) مریم: 81

وآسمان کا نظام ہی نہیں چل سکتا۔ یہ غوث وقطب ہی اللہ کے اذن سے زمین وآسمان کے نظام کو تھامے ہوئے ہیں، جب کہ ایسے تمام عقائد واضح طور پر شرکیہ ہیں۔

الٰہ العالمین کیا خوب فرماتے ہیں:

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ○ [1]

''اورانہوں نے اس کے سوا کئی اور الٰہ بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔''

یادرکھو......! سیّدالاستغفار اسی کا قبول ہوگا جو غمی وخوشی اور تنگی وفراخی میں عرش وفرش والے کو ہی اپنا الٰہ مانے اور اس بات کو اللہ تعالیٰ علی الاعلان فرماتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ○ [2]

''اور وہی ذات آسمان میں الٰہ ہے اور زمین میں الٰہ ہے اور وہی حکمت وعلم والا ہے۔''

یعنی زمین وآسمان میں عبادت اور استعانت کے لائق صرف اور صرف اللہ الٰہ العالمین ہے، اسکے سوا کسی کی عبادت جائز ہے نہ ہی کسی کو پکارنا درست ہے۔

---

1 الفرقان:3

2 الزخرف:84

اسی بات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان الفاظ سے بھی بیان فرمایا ہے:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ [1]

"اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو مت پکارو، الٰہ صرف اور صرف وہی ہے۔"

آیئے......! اب سید الاستغفار کے تیسرے جملے کی وضاحت کروں، ایک مسلمان موحد صحیح وتمام توحید ربوبیت والوہیت کا اقرار کرنے کے بعد اپنی زبان سے کہتا ہے: اے میرے اللہ......!

✹ ...... خَلَقْتَنِي:

"تو نے مجھے پیدا کیا ہے" یعنی اے میرے اللہ! تو ہی میرا خالق ہے اور یہ خالق اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کئی ایک پیارے پیارے خوبصورت صفاتی نام ہیں۔ وہ رحمٰن، رحیم، کریم اور قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات میں بھی یکتا وتنہا اور بے مثال ماننا فرض ہے اور اس کو توحید اسماء وصفات کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں اور اس کی صفتوں میں وحدہٗ لاشریک مانا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق ہونے کا تذکرہ بڑے ہی بے مثال انداز میں یوں بھی فرمایا ہے:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ [2]

"اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا

---

[1] القصص: 88
[2] فاطر: 3

کرنے والا ہے جو تمہیں زمین وآسمان سے رزق دیتا ہو؟ صرف اور
صرف وہی اللہ ہے، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔"

اسی طرح قرآن مجید میں احسن الخالقین کئی بار آیا ہے۔ کہ وہ مولا وداتا سب سے زیادہ خوبصورت پیدا کرنے والا ہے۔ اس جیسا کسی نے بنایا ہے نہ ہی اس جیسا کوئی تخلیق کرسکتا ہے اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صفاتی ناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى [1]

"اے میرے پیغمبر کہہ دیں......! اللہ کو پکارو یا رحمن کو، جس کسی کو پکارو سب اچھے نام اسی کے ہیں۔"

آج کل کئی لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر ہیں اور کئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں تاویلات کرتے ہیں جب کہ یہ سارے گمراہی کے رستے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ [2]

اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سوا سے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں انہیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔"

---

[1] بنی اسرائیل:110
[2] الاعراف:180

اس آیت نے واضح کر دیا کہ دعا میں خود ساختہ واسطوں اور وسیلوں کی جگہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں کے ساتھ پکارنا چاہیے۔ مثلاً اولاد اور رزق کا مطالبہ کرنا ہو تو انسان اپنی دعا میں کہے:

اے میرے اللہ! تو ہی خالق اور رازق اور وہاب ہے اور بغیر حساب کے دینا تیری ہی شان ہے۔ اللہ...... ! مجھے فلاں فلاں نعمت عطا فرما...... !

سامعین کرام...... ! غور فرمائیں کہ سیّد الاستغفار کی پہلی سطر میں توحید کی تینوں اقسام کا تذکرہ ہے اور جب مومن و مسلمان صبح و شام ہیشگی اور یقین سے اس کا اقرار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیتے ہیں۔

4 ...... وَأَنَا عَبْدُكَ:

''اور میں تیرا بندہ ہوں'' یہ کلمہ بول کر ایک مسلمان اعترافِ حقیقت کرتا ہے کہ اے میرے مولا...... ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے حکم کا بندھا ہوا ہوں۔

اللہ کا ''حقیقی عبد'' ہونا بہت بڑے شرف کی بات ہے، مقامِ عبدیت سب سے اونچا مقام ہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنی ذات کے لیے لفظِ ''عبد'' ہی کو پسند فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر اہم خوشی کے موقع پر اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''عبد'' کے نام سے ہی پکارا ہے۔ نزولِ قرآن کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ ﴿1﴾

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے ''عبد'' پر حق و باطل کے درمیان

﴿1﴾ الفرقان:1

فرق کرنے والا کلام اتارا، تاکہ وہ جہان والوں کے لیے ڈرانے والا ہوجائے۔"

اور اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبرِ رحمت ﷺ کے عظیم الشان معجزے معراج کا تذکرہ کیا تو وہاں بھی اسی نام سے یاد کیا:

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی [1]

"پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے ایک حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک۔"

اسی طرح بے شمار احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے خود کو اللہ کا "عبد" قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کو نورِ مجسم یا نور من اللہ کہنا خود ساختہ عقیدہ ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سامعین کرام......! مقامِ عبدیت بہت اونچا مقام ہے اور عبد کا حقیقی رتبہ صرف اسی کو نصیب ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں درجۂ کمال تک پہنچ چکا ہو۔ اللہ ہم سب کو عبدیت کے بلند رتبے پر فائز ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

5 ...... وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ

"اور میں اپنی طاقت کے مطابق تیرے ساتھ کیے ہوئے عہد اور وعدے کو نبھار ہا ہوں۔"

یہ جملہ بول کر مسلمان صبح وشام اپنے اللہ کو یہ کہتا ہے کہ اے میرے مولا!

---

[1] بنی اسرائیل: 1

میں نے تیرے ساتھ جو ایمان واسلام کا عہد کر رکھا ہے اور تیری اطاعت کا تیرے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے۔ اے میرے اللہ! میں اپنی طاقت، ہمت اور بساط کے مطابق اس پر پورا اتر رہا ہوں، فرائض کی پابندی کرتا ہوں اور تیری حرام کردہ چیزوں کو چھوڑتا ہوں اور تیری حدود کو بھی پامال نہیں کرتا۔ لیکن میرے اللہ اطاعت کی راہ پر چلتے ہوئے یقیناً مجھ سے کوئی نہ کوئی کمی رہ تو جاتی ہے، لیکن میں جان بوجھ کر اس میں کسی قسم کی کوئی غفلت نہیں کرتا۔

یاد رہے! اللہ تعالیٰ سے یہ بات کرنے میں وہی شخص سچا ہوگا جو اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق اس کی اطاعت کر رہا ہے اور جو شخص جان بوجھ کر اس کی بغاوت کرے اور استطاعت کے باوجود اس کی نافرمانی کرے وہ شخص یہ بول بولنے کا روادار نہیں، بلکہ وہ جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد اور وعدے کو توڑ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقدِ ایمان مضبوط کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔

6 ...... أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ

"میں اپنے کیے ہوئے برے اعمال کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔"

سید الاستغفار کا یہ ٹکڑا بہت زیادہ اہم ہے، اس کو اچھی طرح سمجھیں، کوئی بھی انسان ایسا نہیں جس سے برے اعمال سرزد نہ ہوتے ہوں، چاہتے نہ چاہتے ہوئے بھی ہر شخص گناہ کر بیٹھتا ہے۔ جس طرح ہر نیکی باعثِ رحمت ہوتی ہے اسی طرح ہر برا عمل موجبِ لعنت اور باعثِ نحوست ہوتا ہے، برے اعمال کا شر نہایت خطرناک ہے اکثر لوگ ساری زندگی اپنے برے اعمال کی نحوست ہی میں گرفتار رہتے ہیں۔ اس لیے ہمیں برے اعمال کے شر سے ہمیشہ پناہ مانگنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو کہتے رہنا چاہیے کہ اے میرے اللہ! مجھ کو برے اعمال کی شامت سے محفوظ فرما۔

اس ٹکڑے میں بھی اسی بات کا تذکرہ ہے کہ اے میرے مولا! مجھ سے جو برے اعمال اور گناہ سرزد ہو چکے ہیں ان کے شر اور ان کے برے اثر سے میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں، مجھے ساری زندگی برے اعمال کی نحوست سے محفوظ فرمانا۔ اسی بات کا تذکرہ اس عظیم الشان "خطبۂ حاجت" میں بھی ہے کہ

وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا [1]

"اور ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔"

سامعین کرام......! یہ کلمہ میرا صد درجہ مجرب ہے دنیا میں ہر قسم کی نحوست، برائی اور شر سے بچنے کے لیے شاندار وظیفہ ہے اس کو بھی اپنا معمول بنائیں اور پوری بصیرت اور شعور کے ساتھ ہمیشگی کے ساتھ اس کو پڑھیں آپ کی روحانیت اور ربانیت میں بہت ترقی ہوگی۔

7...... اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ

"اور جو تیری نعمتیں مجھ پر ہیں میں تیرے سامنے ان کا اقرار کرتا ہوں۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم سب کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ اگر ہم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو شمار کرنا چاہے تو وہ ان کو شمار نہیں کر سکتا اور یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے بھی کہی ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ [2]

---

[1] سنن ابی داود: 2118
[2] النحل: 18

''اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو اسے شمار نہیں کر سکتے۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔''

احسان مندی اور شکر گزاری کا سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس بات کا اقرار کریں کہ مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیش بہا نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور یہ نعمتیں عطا کرنے والا صرف اور صرف میرا اکیلا مولا و داتا اللہ رب العالمین ہے۔ ان نعمتوں کے عطا کرنے میں اس کو کوئی شریک نہیں ہے۔ قرآن مجید میں بھی اسی بات کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا گیا ہے:

وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ۝ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ [1]

''اور تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں تنگی پہنچتی ہے، پس اسی کی طرف تم گڑگڑاتے ہو، پھر جب وہ تکلیف کو تم سے دور کر دیتا ہے، پھر اچانک تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتے ہیں۔''

سامعین محترم...... !

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا اور ان کو ہمیشہ اپنے پاس دیکھنے کا صرف اور صرف ایک ہی راز ہے کہ آپ اپنے اعترافِ نعمت کے جذبے کو بڑھائیں۔ گلے شکووں کی بجائے اللہ کی کرم نوازیاں تسلیم کرتے ہوئے اس کے شکر گزار بنیں، ہر نعمت مزا بھی دے گی اور آپ کے ساتھ وفا بھی کرے گی۔

---

[1] النحل: 53۔54

یاد رہے! اللہ کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر شکر گزاری کرنے والا کبھی پریشان نہیں دیکھا گیا۔

8...... وَأَبُوْءُلَكَ بِذَنْبِيْ

''اور تیرے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔''

گناہوں کا اعتراف آدمیت ہے اور گناہوں پہ اڑے رہنا اور اپنے گناہ کا اعتراف نہ کرنا ابلیسیت ہے۔ گناہ ہو جانا اس قدر معیوب نہیں جس قدر معیوب بات یہ ہے کہ انسان کو گناہ کا احساس تک نہ ہو۔

یہاں میں آپ کے سامنے ایک علمی نکتہ بیان کرنا چاہتا ہوں جس کو سلطان العارفین امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام الاولیاء حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

ذنب کا معنی ''گناہ'' ہے اور گناہ دو طرح کا ہے۔

1. اللہ تعالیٰ کے فرائض اور واجبات کی ادائیگی ہی نہ کرنا یا ان کی ادائیگی میں غفلت کرنا، مثلاً نمازِ فجر نہ پڑھنا، سورج نکلنے کے بعد پڑھنا، طاقت قوت اور وسائل ہونے کے باوجود مجبور و مقہور اور تنگ دست کی مدد نہ کرنا وغیرہ۔

2. اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں کا ارتکاب کرنا، مثلاً جھوٹ، غیبت، تہمت، گندے مذاق وغیرہ۔

ہمارے ہاں عموماً دیکھا گیا ہے کہ ہم گناہ صرف چوری چکاری اور ڈکیتی ہی کو سمجھتے ہیں، ہمارے نزدیک صرف سود، ظلم، قتل و زنا وغیرہ ہی ''ذنب'' (گناہ) کے زمرے میں آتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ''ادائے مطلوب'' یعنی جن چیزوں کے کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے ان کو ادا نہ کرنا یا ان کی ادائیگی میں غفلت کرنا بھی ذنب

(گناہ) ہی کے زمرے میں آتا ہے۔ بلکہ یہ گناہ کی خطرناک قسم ہے۔ ہمیں گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے واجبات اور فرائض کی ادائیگی میں بہت کوتاہیاں کی ہیں، اللہ وہ سارے گناہ معاف کر دے۔

سلطان العارفین، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام الاولیاء حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی قسم میں غفلت کرنے والا زیادہ بڑا گنہگار ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

تو سید الاستغفار میں انسان صبح وشام اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اے میرے مولا وآقا......! میں گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں کہ مجھ سے تیرے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی بھی ہوئی ہے اور تیرے بعض حرام کردہ کاموں کا ارتکاب بھی ہوا ہے۔ اب......

9...... فَاغْفِرْلِيْ

”پس مجھے معاف کردے۔“

”فاغفرلی“ ایسا پاکیزہ اور مبارک بول ہے کہ جس کو ہر زمانے میں نیک اور پاک لوگ اپنی زبان سے بولتے رہے ہیں اور گناہگار بھی اسی بول سے نیک وکار بنے ہیں۔ آج ہمیں یہ بول بولتے ہوئے پورا احساس ہونا چاہیے کہ میں بہت بڑا گنہگار ہوں اور گناہوں کی معافی صرف اور صرف ایک ہی ہستی سے مانگی جاتی ہے اور وہ ایسی ہستی ہے کہ......

10...... فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ

”کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں معاف کرتا۔“

مسلمان کا یہ عقیدہ کہ میرے گناہوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معاف نہیں کرسکتا' یہ بڑا ہی مبارک اور پاکیزہ عقیدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان

کے مطابق جب بندہ اپنی زبان سے یہ بول بولتا ہے کہ اے میرے اللہ! میں نے گناہ کیے ہیں اور مجھے تیرے علاوہ کوئی معاف کرنے والا نہیں ہے۔ یہ بول سن کر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں اور اگر یہ بول پوری ندامت اور بصیرت کے ساتھ دل کے جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے زبان سے نکلیں تو اللہ تعالیٰ زندگی بھر کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں بلکہ کمیوں کی زبان سے یہ بول اس قدر سچائی سے نکلتا ہے کہ اللہ پاک ان کے گناہوں کو بھی نیکیوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝ [1]

''جس نے اللہ کی طرف پکار رجوع کیا اور ایمان لا کر خوب نیک عمل کیے وہی لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والے ہمیشہ رحم کرنیوالے ہیں۔''

سامعین کرام......!

الحمدللہ آپ نے عظیم الشان ذکر اور عظیم المرتبت وظیفے (سید الاستغفار) کی اہمیت وفضیلت اور عظمت سماعت فرمائی ہے۔ اس وظیفے کو اپنا معمول بنائیں، پورے ذوق وشوق اور یقین کے ساتھ کم از کم صبح وشام ضرور پڑھیں۔ اور اپنی اولاد اور اہلِ خانہ کو یاد کروائیں بلکہ پورے معاشرے میں عام کریں، اسی میں اجر، اسی میں برکت اور اسی میں ہم سب کی نجات ہے اور اسی میں ہم سب کے لیے جنت کی بشارت ہے جسے معافی مل گئی اسے رحمت اور جنت مل گئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی

[1] الفرقان:70

اس بشارت کا حقدار بن گیا کہ جس نے سید الاستغفار صبح وشام دل کے یقین کے ساتھ پڑھا اور اس کو روز کا معمول بنالیا، اللہ پاک اس کو جنت عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہ معاف فرمائے اور سید الاستغفار کو ہماری زندگیوں کا معمول بنائے۔ آمین!

آخر میں بارگاہِ الٰہی میں دست بستہ، عاجزانہ اور فقیرانہ دعا اور صدا ہے:

معافیاں دے قلم ہُن پھیر اللہ سوہنیا
گل ایہہ پسند تینوں ڈھیر اللہ سوہنیا

چنگاں ہاں یا منداں ہاں آخر تیرا بندہ ہاں
آوندے آوندے ہوگئی اے دیر اللہ سوہنیا

معافیاں دے قلم ہُن پھیر اللہ سوہنیا
گِن گِن مولا میں خطاواں دساں کیڑیاں

مُچ گیا میرے کولوں ہنیر اللہ سوہنیا
شاناں تے شوکتاں دی حد مُک جاندی اے

جے تو نہ کریں مینوں زیر اللہ سوہنیا
معافیاں دے قلم ہُن پھیر اللہ سوہنیا

هذا ما كان عندي والله تعالىٰ اعلم بالصواب

وما توفيقي الا بالله

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

نمازِ عصر کا مسلمان پر اثر

نمازِ عصر کا مسلمان پر اثر

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ [1]

''تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے پوری تعظیم اور ادب کے ساتھ فرمانبردار ہو کر قیام کرو۔''

حمد و ثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود و سلام سیدنا و سید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا و امامنا فی الاخرۃ و امامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

---

[1] البقرہ:238

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

کلمہ پڑھنے کے بعد جس شخص کی نماز بہتر ہو جائے اس کی زندگی کے سارے معاملات سدھر جاتے ہیں، آج گھر بار، کاروبار اور اولاد کی طرف سے بے سکونی اور پریشانی کی بنیادی وجہ نمازوں میں غفلت اور نمازوں کا ضیاع ہے۔

پانچ نمازیں ہم پر فرض کی گئی ہیں لیکن ان میں سے کچھ نمازوں کی اہمیت اور فضیلت بہت زیادہ ہے۔ ان نمازوں میں سے ایک نماز ''نمازِ عصر'' ہے۔

نمازِ عصر کا ہر مسلمان کی زندگی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جو لوگ نمازِ عصر اور وقتِ عصر کی قدر کرتے ہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان کو دین و دنیا اور آخرت کے سب خزانے عطا فرما دیتے ہیں۔ اور جو لوگ نمازِ عصر وقتِ عصر کی قدر نہیں کرتے وہ ساری زندگی اپنے کاروباری اور گھریلو معاملات میں اُلجھے رہتے ہیں اور سکون نام کی کوئی چیز ان کی زندگی میں نہیں ہوتی ہے۔

اور یاد رہے...... ! اس دنیا کا بھی زیادہ وقت گزر چکا ہے اور اس کی عصر ہو چکی ہے تھوڑے ہی عرصے کے بعد قیامت ہو جائے گی۔

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا صحیح فرمان ہے:

إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ [1]

---

[1] صحیح البخاری: 557

''پہلی امتوں کے مقابلے میں تمہارا یہاں رہنا ایسے ہے جیسے نمازِ عصر سے غروبِ آفتاب تک کا وقت ہے۔''

قرآن وحدیث کے مطالعے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ نمازِ عصر اور وقتِ عصر کا معاملہ حد درجہ اہم ہے، ابتدائی طور پر میں آپ کے سامنے چند دلائل پیش کرتا ہوں، اس کی روشنی میں آپ غور کریں کہ آپ کے دل میں نمازِ عصر اور وقتِ عصر کی کیا قدر و قیمت ہے......؟

وقتِ عصر کی اہمیت:

قرآن پاک کے تیسویں پارے (۳۰) میں ایک سورۃ ہے جس کا نام سورۃ العصر ہے۔ اس کی پہلی آیت میں (وَالْعَصْرِ) کہہ کر اللہ تعالیٰ نے وقتِ عصر یا نمازِ عصر کی قسم اٹھائی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے قسم اٹھانے سے اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نمازِ عصر کی کس قدر اہمیت ہے......؟

اسی طرح قرآن پاک کے کئی ایک مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم ارشاد فرمایا ہے:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ [1]

''اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرو، سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے''

سورج غروب ہونے سے پہلے کا وقت' وقتِ عصر ہے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے نمازِ عصر اور عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک تسبیح وتحمید کرنے کا خصوصی حکم جاری فرمایا

---

[1] ق:45

ہے۔اور سچی بات ہے جو لوگ عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک اپنی زبان پر اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو عجیب وغریب لذّت اور روحانیت عطا فرماتے ہیں اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے وقتِ عصر کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جمعے کے روز ایک قبولیت کی گھڑی ہے جس میں مانگی ہوئی دعا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرماتے ہیں۔اس گھڑی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے:

إِلْتَمِسُوْهَا بَعْدَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ[1]

''اس گھڑی کو عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے سے پہلے پہلے تلاش کرو۔''

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ وقتِ عصر کی بہت زیادہ اہمیت وقبولیت ہے۔ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے بنو اسماعیل سے چار غلام آزاد کردوں میرے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ بات یہ ہے کہ میں عصر کے بعد غروبِ آفتاب تک اللہ کے ذکر میں مصروف رہوں۔

ان تمام دلائل کے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے دلوں میں نمازِ عصر اور وقتِ عصر کی قدر اور اس کی محبت موجزن ہونی چاہیے۔آپ اس پیارے اور عظیم الشان وقت میں پوری بصیرت اور شعور سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے اس کی برکات کو حاصل کریں۔

مزید اللہ تعالیٰ نے نمازِ عصر کی اہمیت کو الگ بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں حکم فرمایا ہے:

---

[1] سنن ابی داود:1048،سنن نسائی:1390،مستدرک حاکم:1/279

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۱﴾

''تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے پوری تعظیم اور ادب کے ساتھ فرمانبردار ہو کر کھڑے رہو۔''

قرآنِ مجید کی اس آیت کے پہلے ٹکڑے میں مطلق طور پر تمام نمازوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے بعد الگ سے دوبارہ نمایاں کر کے حکم دیا گیا کہ درمیانی نماز کی بھی حفاظت کرو۔

صحیح احادیث کے مطابق درمیانی نماز سے مراد نمازِ عصر ہے۔ جیسا کہ جامع ترمذی اور دیگر کُتبِ احادیث میں موجود ہے۔ اگر آپ غور فرمائیں گے تو نمازِ عصر کو آپ درمیانی نماز ہی پائیں گے۔ کیونکہ یہ نماز فجر، ظہر اور مغرب عشاء کے درمیان میں ہے۔ یعنی چاروں نمازوں کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے اس کو ''الصلوٰۃ الوسطیٰ'' کہا جاتا ہے اور یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہر کام میں درمیانی چیز کی اہمیت اور حیثیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

انسانی وجود میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت ہر شخص خوب جانتا ہے۔ آج میں آپ کے سامنے نمازِ عصر پڑھنے کے فضائل وفوائد اور اس کی برکات قدرے تفصیل سے بیان کروں گا اور آخر میں اس بات کو واضح کردوں گا کہ جس نے نمازِ عصر کو ضائع کر دیا اس نے اپنی جان، مال اولاد اور کاروبار سمیت اپنے اعمال کو بھی برباد کر دیا۔ آغاز میں دعا فرمالیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی زندگی کی آخری نمازِ عصر بھی باجماعت پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

﴿۱﴾ البقرہ:238

نمازِ عصر میں دن اور رات کے فرشتوں کا اکٹھا ہونا

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہ زمین میں نیک لوگوں کی دیکھ بھال اور ان کے نیک اعمال کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے کے لیے چکر لگاتے ہیں۔ صحیح حدیث کے مطابق دن اور رات کے ملائکہ نمازِ فجر اور نمازِ عصر میں اکٹھے ہو جاتے ہیں، یعنی عصر کی نماز کے بعد ڈیوٹی تبدیل ہو جاتی ہے رات کے لیے نئے فرشتے آ جاتے ہیں اور دن کے فرشتے واپس چلے جاتے ہیں، دن کے فرشتے جب نمازِ عصر کے بعد اللہ کے حضور واپس جاتے ہیں تو اپنے نیک بندوں کے تمام احوال سے باخبر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتے ہیں کہ فِيمَا تَرَكْتُمْ عِبَادِي ''تم میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟''

یہاں ایک بات رُک کر سمجھنے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: عِبَادِي ''میرے بندے'' کسی شخص کو اللہ کا یہ کہنا کہ یہ میرا بندہ ہے اس سے بڑھ کر عزت عظمت اور مقام اور کیا ہو سکتا ہے؟ اگر ہم بھی ان بندوں میں شامل ہو جائیں کہ جن کو اللہ عبادی کہہ کر پکارے تو اور ہمیں کیا چاہیے؟ ایک سچے مومن اور مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کا مقام کوئی نہیں ہو سکتا کہ اللہ اس کو عبادی کہے۔

بہر صورت جب اللہ تعالیٰ فرشتوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ تم میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو تو فرشتے نمازِ عصر باجماعت پڑھنے والوں کی حاضری پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تَرَكْنَا وَهُمْ يُصَلُّونَ ''ہم ان کو اس حال میں چھوڑ کر آئے کہ وہ نمازِ عصر پڑھ رہے تھے'' وہ اپنے کاروبار، بازار اور دُکانوں کو چھوڑ کر تیرے سامنے جھکے ہوئے تھے۔ [1] سبحان اللہ!

[1] صحیح البخاری: 554

اللہ کے بندو......! جس شخص کی روزانہ اللہ کی بارگاہ میں اس طرح حاضری لگتی رہے اس کی کامیابی اور کامرانی کے کیا کہنے......؟

اللہ تعالیٰ ایسے بندے کے لیے خیر و برکت کے سب دروازے کھول دیتے ہیں اور جو بدنصیب نمازِ عصر میں غیر حاضر رہے وہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق اور رحمت سے نکال دیا جاتا ہے۔

قرآن پاک نے اسی لیے دیگر نمازوں کے ساتھ ساتھ بالخصوص نمازِ عصر کا نام لے کر واضح کر دیا:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ [1]

''تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے پوری تعظیم اور ادب کے ساتھ فرمانبردار ہو کر کھڑے رہو۔''

رسول اللہ ﷺ کی دعائے رحمت کا حق دار:

ہم میں سے ہر شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طالب ہے، خود بھی حصولِ رحمت کے لیے دعا کرتا ہے اور اس کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ ہر نیک شخص میرے لیے دعائے رحمت کرے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر اللہ کی رحمت ہو گئی تو سب کچھ مل گیا۔

لیکن آیئے! آج میں آپ کے سامنے نمازِ عصر کے حوالے سے ایک ایسا عمل بیان کرتا ہوں جس کی وجہ سے آپ امام الانبیاء والمرسلین اور سرتاج الصلحاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی دعائے رحمت کے حقدار بن جائیں۔ اور جو شخص

[1] البقرہ:238

رسول اللہ ﷺ کی دعائے رحمت کا حقدار بنے گا وہ دونوں جہانوں میں کامیاب کر دیا جائے گا کیونکہ آپ کی دعائے رحمت ہمارے لیے باعثِ سکینت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ [1]

"اور ان کے لیے دعائے رحمت کریں بلاشبہ آپ کی دعائے رحمت ان کے لیے باعثِ سکینت ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے"

نبی دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعائے رحمت کرتے ہوئے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَاءً صَلَّ قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا [2]

"اللہ ایسے شخص پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعات پڑھیں۔"

یعنی جو شخص عصر کی اذان کے بعد اور جماعت سے پہلے چار رکعات ادا کر لے، دو دو رکعتیں کر کے یا اکٹھی چار رکعات ادا کرے وہ رسول اللہ ﷺ کی دعائے رحمت کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

ہم میں سے ہر وہ شخص جو واقعۃً اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے نہایت آسان اور یقینی راستہ یہ ہے کہ وہ نمازِ عصر سے قبل چار رکعات نفل ادا کرے، اس سے اللہ کی رحمت نصیب ہوگی اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نمازِ عصر کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے حکم فرمایا:

---

[1] التوبۃ:

[2] مسند احمد بن حنبل: 5980، سنن ابی داود: 1271، جامع ترمذی: 430، ابن خزیمہ: 1193

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ [1]

''تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے پوری تعظیم اور ادب کے ساتھ فرمانبردار ہو کر کھڑے رہو۔''

نمازِ عصر کا دوہرا اجر:

یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہے وہ جس چیز کو چاہے مقام و مرتبہ عطا کرے۔ آپ جانتے ہیں کہ کتابوں میں سے سب سے اعلیٰ مقام قرآن مجید کا ہے۔ اور تمام مشروبات میں سے اونچی شان زم زم کی ہے۔ اور پورے سال کی راتوں میں سے بلند مرتبہ لیلۃ القدر کا ہے۔ اسی طرح تمام نمازوں کی اہمیت، حیثیت اور عظمت اپنی جگہ ہے لیکن نمازِ عصر وہ واحد نماز ہے کہ جس کا اجر دوہرا دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک مختصر واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ''مُخَمَّص'' نامی جگہ پر نمازِ عصر پڑھائی۔ اور آپ علیہ السلام نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا:

إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ عُرِضَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَضَيَّعُوْهَا وَمَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَ لَهُ أَجْرُه مَرَّتَيْنِ [2]

''بلاشبہ یہ نماز تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کی گئی تھی تو انہوں نے اسے ضائع کر دیا اور جس نے اس کی حفاظت کی اس کے لیے اس کا دوہرا اجر ہوگا۔''

---

[1] البقرہ: 238
[2] صحیح المسلم: 830

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ نمازِ عصر پہلی امتوں پر بھی فرض تھی لیکن انہوں نے بازاروں اور دُکانوں میں بیٹھ کر اس عظمت والی نماز کو ضائع کر دیا جب انہوں نے اس نماز کو ضائع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی کی برکت کو ختم کر دیا۔

آج ہمارے ہاں بھی اکثر مسلمان نمازِ عصر کو ضائع کر رہے ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ ان کے ہر طرف سوائے بے چینی بدسکونی اور پریشانی کے کچھ نہیں۔ کیونکہ اس نماز کے ضائع کرنے کا زندگی کے تمام شعبہ جات پر بہت گہرا اور بُرا اثر ہوتا ہے۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث کے آخر میں فرمایا: میری امت میں سے جو شخص نمازِ عصر کا خیال کرے گا، اس کی حفاظت کرتے ہوئے اسے پوری پابندی اور شوق سے ادا کرے گا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کو دوہرا اجر عطا فرمائیں گے۔

سامعین کرام......!

نمازِ فجر سمیت باقی تمام نمازوں میں سے کسی نماز کا اجر دوہرا نہیں ہے صرف اور صرف نمازِ عصر اس قدر عظیم الشان اور مبارک نماز ہے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ دوہرا اجر عطا فرماتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوہرا اجر اس لیے ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے بازار، کاروبار اور اپنی دُکان کو چھوڑ دیتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی اس قربانی کو قبول فرما کر اس کی خصوصی قدر دانی کرتے ہیں اور ایسے شخص کو اپنے بے حد وحساب فضل وکرم سے دوہرا اجر عطا فرماتے ہیں اور ایسے پاکیزہ لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا

عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ [1]

کئی لوگ جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی اور نہ نماز قائم کرنے سے اور زکوۃ دینے سے۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی کہ اللہ انہیں ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے گا اور ان کو مزید اپنے فضل سے نوازے گا اور اللہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔''

اس آیت کا ٹکڑا (وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ) بھی اسی کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ جو لوگ آخرت کے لیے دنیا کو پیچھے چھوڑتے ہیں اور اللہ کو راضی کرنے کے لیے دنیا کے مفادات کی قربانی دیتے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے کئی گنا زیادہ عطا کرے گا۔ آپ پوری محبّت اور عقیدت سے نمازِ عصر باجماعت ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ بھی اسی بات کا حکم یوں ارشاد فرماتے ہیں:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

''تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے پوری تعظیم اور ادب کے ساتھ فرمانبردار ہو کر کھڑے رہو۔''

عذابِ قبر سے نجات:

صحیح روایات کے مطابق نماز نور ہے جو شخص نمازوں کی پابندی کرتا ہے اس

[1] النور: 38-37

کی قبر میں بھی روشنی ہوگی۔ اور صحیح حدیث کے مطابق جب میّت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے، صبح کے اُجالے میں کیا جائے چاہے رات کی تاریکی میں کیا جائے قبر میں میّت کے سامنے ایسے وقت کا منظر سامنے ہوتا ہے کہ گویا کہ آسمان کا سورج غروب ہو رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: منکر نکیر جب حساب کے لیے آتے ہیں اور بندہ جواب دینے کے لیے اپنی قبر میں بیٹھ جاتا ہے اور اٹھتے وقت اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتا ہے جس طرح عموماً لوگ بیدار ہوتے وقت اپنی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور وہ ایسے محسوس کرتا ہے گویا کہ نمازِ عصر کا وقت گزر رہا ہے اور اس نے ابھی نمازِ عصر ادا نہیں کی، چنانچہ وہ منکر نکیر کو کہتا ہے: [دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ] مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھ لوں۔

مشکوۃ شریف کی لاجواب نہایت جامع شرح ''مرعاۃ المفاتیح'' میں علامہ مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ (دعونی اصلی) کا معنی ہے:

اُتْرُكُوْا كَلَامِیْ وَالسُّؤَالَ مِنِّیْ

''میرے ساتھ کلام اور مجھ سے سوال کرنا چھوڑ و پہلے مجھے نماز پڑھ لینے دو'' (اللہ اکبر)

سامعین کرام......! جو شخص قبر میں بھی نماز ہی کی فکر کرے گا وہ بلاشبہ قبر میں روشنی پائے گا اور عذابِ قبر سے محفوظ کر دیا جائے گا اور آپ قبر میں منکر نکیر کو یہ جواب اسی صورت میں دے سکیں گے جب آپ دنیا میں دیگر نمازوں کے ساتھ ساتھ شوق کے ساتھ نمازیں ادا کرتے رہے۔

علامہ مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ ''مرعاۃ المفاتیح'' میں لکھتے ہیں کہ قبر میں یہ سعادت اسی شخص کو نصیب ہوگی جو دنیا میں نماز کی طرف جلدی کرتا تھا اور نماز کے فوت

ہو جانے سے ڈرتا رہتا تھا اور وہ

كَانَ رَاسِخًا فِي أَدَاءِ الصَّلٰوةِ مُوَاظِبًا فِي الدُّنْيَا

''نماز کی ادائیگی کا بہت زیادہ پابند تھا اور دنیا میں اس پر ہمیشگی کرنے والا تھا۔''

سنن ابن ماجہ میں اس حدیث کے فوائد لکھتے ہوئے مترجم نے لکھا ہے:

''کہ آنکھیں ملنے کی وجہ یہ ہے کہ اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ غافل ہو کر سویا رہا جس کی وجہ سے عصر کی نماز میں دیر ہو گئی، اس لیے وہ چاہتا ہے کہ فوراً نماز پڑھ لے تاکہ مزید تاخیر نہ ہو۔'' [1]

آؤ اللہ کے بندو......!

نمازِ عصر کو ذوق شوق اور پوری پابندی سے ادا کریں، اللہ تعالیٰ بھی قرآن مجید میں یہی حکم ارشاد فرماتے ہیں:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ [2]

''تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے پوری تعظیم اور ادب کے ساتھ فرمانبردار ہو کر کھڑے رہو۔''

دیدارِ الٰہی حاصل ہوگا:

ایک مسلمان اور مومن کے لیے سب سے بڑی سعادت اور کامیابی یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہو جائے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ: 4272

[2] البقرہ: 238

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ چودہویں رات تھی اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام نے اچانک چودہویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا:

''جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اسی طرح بغیر کسی رکاوٹ کے تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے اور اس کا دیدار کرو گے، پھر آپ علیہ السلام نے اسی موقع پر ارشاد فرمایا:

فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يعني الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ [1]

''لہٰذا اگر تم پابندی کر سکتے ہو تو طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے کی نماز میں مغلوب نہ ہو جاؤ۔''

یعنی نمازِ فجر اور نمازِ عصر کو پورے شوق اور پوری پابندی سے ادا کرو۔ ان دونوں نمازوں کی پابندی سے باقی نمازوں کی پابندی کرنا آسان ہو جاتا ہے اور جو شخص نیند اور کاروبار چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے گا اللہ تعالیٰ ان دونوں وقتوں پر جھکنے والے چہروں کو اپنی ذات کا دیدار عطا فرمائے گا۔ سبحان اللہ!

سامعین کرام......! نمازِ عصر کے وقت اپنے کاروبار کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کریں۔ آپ کو جنت سے بھی مہنگی اور قیمتی نعمت دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا اور اگر آپ عصر کے وقت گاہکوں کا دیدار کرتے رہے تو قیامت والے دن عرش والے کے دیدار سے محروم کر دیئے جاؤ گے۔

قرآن پاک نے نہایت تاکید کے ساتھ حکم دیتے ہوئے کہا ہے:

---

1 صحیح البخاری: 554

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ [1]

''تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے پوری تعظیم اور ادب کے ساتھ فرمانبردار ہو کر کھڑے رہو۔''

جہنم سے آزادی

کلمہ پڑھنے کے بعد ہماری ساری زندگی کی محنت اور نیک اعمال کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حقدار بن جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کاروبار، بازار اور اپنی دُکان کو چھوڑ کر نمازِ عصر ادا کرتا ہے اس پر جہنم کی آگ کو حرام کر دیا جاتا ہے۔
حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَنْ يَّلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يعنى الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ [2]

''ایسا شخص ہرگز آگ میں داخل نہیں ہوگا جس نے طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھی۔''

یعنی نمازِ فجر اور نمازِ عصر کی پابندی کرنے والا شخص جہنم سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ نیند چھوڑ کر اللہ کے سامنے جھکنے والا اور دنیا کے مال مفاد کو چھوڑ کر اللہ کی طرف دوڑنے والا پکا مومن اور مسلمان ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ

---

[1] البقرہ:238
[2] صحیح المسلم:1436

اس کو دیگر گناہوں سے بچا کر دوسری نمازوں کا بھی پابند بنا دیتے ہیں اس طرح اس کی ساری زندگی اسلامی زندگی بن جاتی ہے اور اسلامی کردار کا مالک شخص کسی صورت بھی اللہ کی جہنم میں نہیں جائے گا۔ اس بات کا تجربہ کیا گیا ہے کہ جو شخص نمازِ عصر میں غفلت کرتا ہے وہ دیگر نیک اعمال میں بھی کوتاہی کرتا ہے۔

اس لیے آیئے......!

نمازِ عصر کی پابندی کریں اور اسی بات کا حکم قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

''تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے پوری تعظیم اور ادب کے ساتھ فرمانبردار ہو کر قیام کرو۔''

جنت میں داخلہ

نمازوں کی پابندی سے مسلمان کو روحانی سکون حاصل ہوتا ہے اور نمازوں کے پابند شخص کو اللہ تعالیٰ کے وی آئی پی مہمان خانے ''جنت'' میں داخل کیا جائے گا۔ اور بالخصوص نمازِ عصر کی پابندی کرنے والے کو دخولِ جنت کی بشارت سنائی گئی ہے۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ [1]

''جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں جائے گا۔''

 بخاری:574

صحیح مسلم میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ دو ٹھنڈی نمازوں میں سے ایک نماز ''نمازِ عصر'' ہے۔ شارح بخاری ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ

وَالْمُرَادُ صَلٰوةُ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ [1]

''نمازِ فجر اور نمازِ عصر مراد ہے۔''

نمازِ عصر کو ٹھنڈی نماز اس لیے کہا گیا ہے کہ اس وقت دھوپ اور حرارت کا زور ٹوٹ جاتا ہے، سورج کی تمازت کم ہو جاتی ہے اور نرم ہوائیں شروع ہو جاتی ہیں۔

سامعین کرام......! کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو دنیا کے مال کے لیے نمازِ عصر کو ضائع کرتے ہیں، اپنی دکانوں اور بازاروں کو آباد رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ گھروں کو ویران کرتے ہیں جبکہ قرآن پاک نے نہایت تاکید سے حکم دیتے ہوئے کہا:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ [البقرۃ:238]

''تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے پوری تعظیم اور ادب کے ساتھ فرمانبردار ہو کر قیام کرو۔''

نمازِ عصر چھوڑنے کے نقصانات

نمازِ عصر کو وقت پر ادا نہ کرنا یا اس کو چھوڑ دینا حد درجہ کبیرہ گناہ ہے

---

[1] فتح الباری:2/53

اور جو شخص نمازِ عصر ادا نہیں کرتا وہ سخت گنہگار ہے بلکہ قرآن وحدیث کے دلائل سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دونوں جہاں برباد ہو جائیں گے۔ دنیا کی زندگی میں سکون ملے گا نہ ہی مرنے کے بعد راحت نصیب ہوگی۔

نمازِ عصر کی ادائیگی میں غفلت کرنا یا اس کو ترک کرنا کس قدر کبیرہ گناہ ہے اور اس سے مال اولاد پر کیسی کیسی نحوستیں آتی ہیں، اس بات کو میں دلائل سے واضح کرنا چاہتا ہوں پوری توجہ کے ساتھ سماعت فرمائیں، اس کو سمجھیں اور براہِ کرم اس پیغام کو گھر گھر لوگوں تک پہنچائیں۔ اس وقت تقریباً ہر دوسرا گھر نمازِ عصر کو چھوڑنے کی وجہ سے ہلاکت کی لپیٹ میں ہے۔

نمازِ عصر میں تاخیر کرنے والا منافق ہے

عموماً دیکھا گیا ہے کہ کئی کاروباری حضرات نمازِ عصر کو جماعت کے ساتھ ادا نہیں کرتے ہیں بلکہ جب سورج غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو بھاگے دوڑے جا کر جلدی جلدی سے چار ٹھونگے مار کر واپس آجاتے ہیں جبکہ اسلام نے ایسے شخص کو منافق کہا ہے۔

حضرت علاء بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ظہر کے بعد ہم خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: أَصَلَّيْتُمُ الْعَصْرَ ؟ ''کیا تم نے عصر پڑھ لی ہے؟'' ہم نے کہا: ہم تو ابھی نمازِ ظہر پڑھ کر آئے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چلو نمازِ عصر پڑھو، چنانچہ ہم نے نمازِ عصر پڑھی۔ جب ہم واپس آنے لگے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم کو ایک حدیث سنائی اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نمازِ عصر تاخیر کے ساتھ ادا کرنے والے کے متعلق سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے:

تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ قَامَ فَنَقَرَهَا أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُاللهَ فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلًا [1]

''یہ منافق کی نماز ہے، کہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان یا ان کے اوپر ہوتا ہے تو اٹھ کر چار ٹھونگے مارتا ہے اور اللہ کا ذکر اس میں نہ ہونے کے برابر کرتا ہے۔''

سامعین کرام......!

یہ حدیث اخلاص اور نفاق کی پرکھ کے لیے کسوٹی ہے، اگر کوئی شخص گھر بار، کاروبار اور بازار چھوڑ کر عصر باجماعت ادا کرے تو یہ اس کے مخلص مسلمان ہونے کی نشانی ہے۔ اور نمازِ عصر سے پیچھے رہنے والا یا اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا اور ایسی حالت میں موت کا جام پینے والا خطرے سے خالی نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نماز کے ادا کرنے کا خصوصی حکم ان الفاظ کے ساتھ دیا ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ [البقرہ:238]

نمازِ عصر سے روکنے والوں کے لیے بددعا

اگر آپ نے نمازِ عصر کی حیثیت، اہمیت اور عظمت کو پہچاننا ہو تو پوری توجہ سے آنے والی باتوں پر غور فرمائیں۔

---

[1] صحیح مسلم:1412

رسول اللہ ﷺ کو جب طائف والوں نے لہولہان کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لیے بددعا نہیں فرمائی بلکہ اسی امید کا اظہار کیا کہ اگر یہ نہیں تو ان کی اولادیں اسلام کو قبول کرلیں گی۔ آج الحمدللہ آپ کی یہ امید یقین میں بدل چکی ہے۔ طائف شہر کے ہر محلّے میں مسجد ہے اور ہر گھر میں مسلمان ہیں اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ جس طرح اہل طائف کا عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق ہے وہی عقیدہ پاکستان میں اہل حدیث کا ہے۔

بہرصورت جو بات میں واضح کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ بڑے بڑے تکلیف دہ مواقع پر بھی رسول اللہ ﷺ نے بددعا نہیں فرمائی۔ لیکن جنگِ احزاب جو شوال ۵ھ میں پیش آئی اور مشرکین نے تقریباً ایک ماہ تک اہل مدینہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ اس دوران ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی نمازِ عصر فوت ہوگئی، آپ جنگی امور میں مصروف رہے حتّٰی کہ سورج غروب ہوگیا اس وقت رسول اللہ ﷺ نے کفار کے لیے سخت بددعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ مَلَأَ اللهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ اَوْ قَالَ: قُبُوْرَهُمْ وَبُطُوْنَهُمْ نَارًا [1]

”اللہ کافروں کے گھروں کو اور ان کے پیٹوں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے انہوں نے ہم کو غروب آفتاب تک نمازِ عصر سے روکے رکھا۔“ اللہ اکبر!

سامعین کرام......! آپ اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ

---

1 صحیح المسلم:1422

جنھوں نے نمازِ عصر آپ کو نہیں پڑھنے دی، آپ ﷺ نے ان سے کس قدر نفرت فرمائی ہے اور ان کے لیے بددعا کی ہے، حالانکہ آپ ﷺ کی دیگر نمازیں بھی رہ گئی تھیں لیکن آپ ﷺ نے نمازِ عصر کا بالخصوص ذکر کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ نمازِ عصر کا مسلمان کی زندگی پر گہرا اثر ہے اور نمازِ عصر کا رہ جانا بہت زیادہ خیر و برکت سے محروم رہ جانے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی نمازِ عصر کے متعلق حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

”تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے پوری تعظیم اور ادب کے ساتھ فرمانبردار ہو کر قیام کرو۔“

کاروبار اور گھربار کی بربادی

کلمہ پڑھ لینے کے بعد اسلامی زندگی میں کچھ ایسے فرائض ہیں کہ جن کے کرنے سے بے شمار برکات نصیب ہوتی ہیں اور کئی ایک صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اور ان فرائض کے چھوڑنے سے بے شمار نحوستوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مسلمان کئی دیگر گناہوں میں ملوث ہو جاتے ہیں، ان فرائض میں سے ایک فریضہ نمازِ عصر کی ادائیگی کا ہے جس شخص نے نمازِ عصر کو ضائع کر دیا گویا کہ اس کا گھربار تباہ و برباد ہو گیا، اس سلسلے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلُهُ وَمَالُهُ

''جس شخص کی نمازِ عصر رہ گئی گویا اس کا گھر بار اور کاروبار تباہ و برباد ہو گیا۔'' [1]

سامعین کرام......!

اس حدیث کو اپنے بازاروں اور مارکیٹوں میں لے جائیں اور جا کر دیکھیں جو لوگ نمازِ عصر کو اپنے کاروبار میں مصروف رہ کر ضائع کر دیتے ہیں وہ اپنے کاروباری لین دین میں بھی پریشان ہیں اور اپنی اولاد کی طرف سے بھی بے سکون ہیں۔

مال کی کثرت اور اولاد کے جوان ہونے کے باوجود وہ مال اور اولاد کی خیر و برکت سے محروم ہیں۔ اس کی وجہ نمازوں کا ضیاع ہے اور بالخصوص نمازِ عصر کا ضائع کرنا ہے۔

شاید کہ آپ سمجھتے ہوں کہ زیادہ دیر دُکان پر بیٹھنے اور لمبی ڈیوٹی دینے سے زیادہ مال حاصل ہوگا، دُکان پر بیٹھوں گا تو اسی وقت تو گاہکی کا زور ہوتا ہے میری بچت میں اضافہ ہوگا جب کہ حقیقت میں معاملہ ایسا نہیں ہے۔

برکت اور اللہ کی مدد سے خالی مال چاہے اربوں میں ہو اس سے انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور وہ تھوڑا مال جو برکت والا ہو اور اللہ تعالیٰ کے فرائض کی پابندی کرتے ہوئے اسے حاصل کیا گیا وہ انسان کے لیے باعثِ سکون، باعثِ رحمت اور باعثِ نجات ہے۔ صحیح حدیث کے مطابق روزانہ دو فرشتے یہ اعلان کرتے ہیں:

''اے اللہ کے بندو! وہ تھوڑا مال جس سے تمہاری ضرورتیں پوری ہو جائیں وہ اس زیادہ سے بہت زیادہ بہتر ہے جو تم کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے۔''

---

[1] صحیح البخاری:552

اور قرآن بھی یہی کہتا ہے:

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

”تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ اور اللہ کے لیے پوری تعظیم اور ادب کے ساتھ فرمانبردار ہو کر قیام کرو۔“

اعمال کی بربادی:

نیک اعمال کرنا بہت بڑی بات ہے لیکن ان کو ساری زندگی محفوظ رکھنا اور مرتے وقت اپنے ساتھ لے کر جانا یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اور اس سلسلے میں نمازِ عصر کا کردار بہت زیادہ اہم ہے۔ جو لوگ نمازِ عصر کی پابندی کرتے ہیں ان کو اپنے اعمال محفوظ کرنے کا موقع ملتا ہے اور جو لوگ نمازِ عصر کو چھوڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے باقی نیک اعمال کو بھی چھوڑ دیں گے اور ان کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ اس سلسلے میں ایک روایت پوری توجہ سے سماعت فرمائیں:

مشہور تابعی ابو ملیح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِيْ غَزْوَةٍ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ غَيْمٍ فَقَالَ: بَكِّرُوْا بِصَلَاةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ قَالَ: مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ [1]

”ہم ایک جنگ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور اس دن موسم

[1] صحیح البخاری:553

ابر آلود تھا، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا نمازِ عصر کی ادائیگی میں جلدی کرو کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے نمازِ عصر چھوڑ دی اس کا عمل ضائع ہوگیا۔''

بعض روایات میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی ہیں:

أَحْبَطَ اللهُ عَمَلَهُ [1]

اس حدیث کی شرح میں محدثین شارحین نے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں جن تمام کا خلاصہ چند سطروں میں یہ ہے کہ نمازِ عصر کا معاملہ نہایت اہم اور حساس ہے اور نمازِ عصر کو بلا وجہ نہ پڑھنے والے شخص کے باقی اعمال بھی خطرے میں ہیں، جو شخص تجارت، کاروبار اور دکانداری میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا چھوڑ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے باقی نیک اعمال کو بھی شرفِ قبولیت عطا نہیں فرماتے بلکہ اس کا یہ گناہ اس قدر خطرناک ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے دور کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال کی بربادی سے محفوظ فرمائے اور ہمیں نمازِ عصر کا پابند بنائے اور نمازِ عصر کی پابندی کو ہمارے گھر بار، کاروبار کے لیے باعثِ برکت بنائے۔ آمین ثم آمین!

هذا ما كان عندی

والله تعالىٰ اعلم بالصواب

وما توفيقی الا بالله

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

---

[1] فتح الباری: 2/32

وسیلہ کیا ہے......؟

وسیلہ کیا ہے......؟

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ [1]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

حمد و ثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود و سلام سیدنا و سید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا و امامنا فی الاخرۃ و امامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

---

[1] المائدہ: 35

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

ایسا آدمی جو اللہ تعالیٰ کے دین کا منکر ہے۔ اللہ پاک کے دین کا اقرار نہیں کرتا وہ کائنات کا بدنصیب آدمی ہے اور اللہ پاک کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہے۔ لیکن جو آدمی دین اسلام کو قبول کر کے، کتاب و سنت کو مان کر، اس کی کسی بات کے درمیان بگاڑ پیدا کرے، قرآن پاک کی آیات اور احادیث نبویہ کی ایسی تاویلات کرے اور تحریفات کرے کہ جس کے ساتھ اصل معانی اور مفہوم بدل جائے، ایسا آدمی منکر سے بھی زیادہ بدتر اور خطرناک ہے۔

اور آج معاشرے کے اندر بڑی کثرت کے ساتھ یہ دھندہ جاری ہے کہ لوگ بظاہر خود کو مسلمان باور کروا رہے ہیں، اولیا اور صلحا کی محبت کا دعویٰ کر رہے ہیں لیکن پسِ پردہ اور حقیقت کے اندر وہ قرآن کا مذاق اڑا رہے ہیں۔

کتاب اللہ کے اندر ایسی تحریف اور اس کی ایسی بُری تاویل کی جا رہی ہے کہ جس کے سبب قرآن پاک کے نزول کا مقصد ہی فوت ہو رہا ہے اور یہ بُری بیماری یہودی علماء سے چلی آ رہی ہے۔ یہودیوں کے علماء نے بھی دین کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ اللہ پاک کی کتاب کی ایسی تاویل کی، ایسی تحریف کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح ہمارے معاشرے کے اندر ہر روز ایک نیا عقیدہ بنایا جاتا ہے، پھر قرآن پاک کی آیات کو اس کے مطابق توڑا مروڑا جاتا ہے، ان کے مفہوم کو بگاڑا جاتا ہے اور پھر احادیث سے ایسی ایسی تاویل کی جاتی ہے کہ جو معانی و مفہوم اللہ نے

بیان کیے، نہ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیے، نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیان کیے ہیں اور نہ ہی وہ معانی ومفہوم خیر القرون کے اندر نظر آتے ہیں۔

یاد رکھیے......!

ایسے لوگ جو دین کو مان کر دین کے اندر تاویلات، تحریفات کر رہے ہیں وہ ایسے لوگوں سے نقصان کے اعتبار سے بدتر ہیں کہ جنھوں نے بالکل دین کا انکار کیا ہے۔

آیتِ وسیلہ کا معنی ومفہوم:

قرآن پاک کی جن آیات کے معانی ومفہوم کو بگاڑا جاتا ہے ان میں سے قرآن پاک کی ایک مشہور آیت یہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

اے ایمان والو! اللہ پاک سے ڈر جاؤ" اور صرف اللہ پاک سے ڈرنے تک ہی نہ رہو بلکہ

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

"اللہ کی نزدیکی تلاش کرو" یعنی اللہ پاک کا قرب تلاش کرو۔

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ

اور اللہ پاک کا قرب تلاش کرنے کا ایک بہترین اور شاندار طریقہ یہ ہے کہ اپنی زندگیاں، اپنا مال، اللہ پاک کے راستے میں لگا دو، یعنی جہاد کرو۔

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ [1]

---

[1] المائدہ:35

جو آدمی تقویٰ اختیار کرے، اللہ پاک کا قرب تلاش کرے اور اللہ پاک کے راستے میں جہاد کی کوشش کرے، محنت کرے، اللہ پاک ایسے لوگوں کو کامیاب وکامران فرما دیں گے۔

''تقویٰ'' کا معنی معلوم ہوا، اسی طرح ''جہاد'' کا معنی بھی معلوم ہو گیا اور ''وسیلے'' کا معنی کہ اپنے اللہ پاک کا قرب تلاش کرو، نزدیکی تلاش کرو۔

''وسیلہ'' عربی زبان کے اندر قرب کے معانی میں آتا ہے۔ اُطْلُبُوْا الْقُرْبَةَ اِلَيْهِ ''کہ اپنے اللہ پاک کا قرب تلاش کرو۔ اور جتنے بھی صحیح العقیدہ مفسّرین گزرے ہیں انہوں نے لفظ ''وسیلہ'' کی یہی تفسیر کی ہے۔

تَقَرَّبُوا اِلَيْهِ بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَة

''کہ نیک اعمال کے ذریعے اپنے اللہ پاک کا قرب تلاش کرو''

صحیح العقیدہ محدّثین، مفسّرین اور فقہاء کے علاوہ اہل لغت بھی یہی کہتے ہیں کہ:

أَلْوَسِيْلَةُ: أَلْمَنْزِلَةُ عِنْدَ الْمَلِكِ وَالْوَسِيْلَةُ: أَلدَّرَجَةُ وَالْوَسِيْلَةُ: أَلْقُرْبَةُ [1]

''وسیلے سے مراد بادشاہ کے ہاں مقام و مرتبہ ہے اور وسیلہ درجہ اور قربت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔''

بہر صورت خلاصہ کے طور پر وسیلے کا معنی مفہوم صرف اور صرف یہی ہے کہ مسلمان اللہ کے ہاں اپنا مقام و مرتبہ بڑھانے کے لیے اس کی تابعداری اور نیک اعمال میں خوب محنت کرے۔

لیکن......! چودھویں صدی کے اندر اور اس کے قرب وجوار میں لفظ

---

[1] لسان العرب: 11/724

''وسیلہ'' سے عجیب وغریب بدعات اور شرک کے چور دروازے کھولے گئے کہ لفظ ''وسیلہ'' سے مراد یہ ہے کہ جو اللہ کے نیک، مقرب اور اولیاء فوت ہو گئے ہیں جتنی دیر تک آپ اپنی دعاؤں میں ان کا واسطہ، ان کی طفیل، ان کے صدقے نہ مانگو گے تو اللہ پاک تمہاری دعاؤں کو قبول نہیں کرے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت پاکستان سمیت دیگر ممالک میں جہاں جہاں درباروں، مزاروں اور خانقاہوں کے ذریعے شرک ہو رہا ہے اس کی بنیاد اسی آیت کی غلط تفسیر ہے۔ اگر آج اس آیت کی تفسیر قرآن وحدیث کے مطابق کر دی جائے تو کافی حد تک شرک کے چور دروازے بند ہو سکتے ہیں۔

میرے مسلمان بھائیو......!

سوال یہ ہے کہ جب ہم ماں کے پیٹ میں تھے اور بول بھی نہیں سکتے تھے، اللہ پاک کو کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ تو اس وقت ہم نے کس کے وسیلے، کس کے صدقے، کس کا واسطہ دے کر یا کس کے طفیل کہا تھا کہ یا اللہ مجھے اندھا پیدا نہ کرنا، لنگڑا پیدا نہ کرنا یا مجھے کانا نہ بنانا......؟؟؟

جس اللہ نے ماں کے پیٹ کے اندر ہمارا خیال رکھا، بغیر کسی واسطے، وسیلے اور طفیل کے، میری اور آپ کی پیدائش کو اعلیٰ اور ممتاز بنایا۔

آج اگر اللہ پاک نے ہمیں جوانی عطا کی ہے، ہمیں بولنے کے لیے زبان عطا کی ہے۔ تو ہمارا حق تو یہ بنتا ہے کہ ہم براہِ راست اپنے خالق کو پکاریں۔ اللہ کے سامنے جھک جائیں، اپنے اللہ پاک کے آگے استغفار کریں......یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اسی طریقے کی نشاندہی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔

لیکن ہم نے دین سے دُوری کی وجہ سے یہ ذہن بنا لیا کہ جتنی دیر تک

ہم فوت شدگان، اولیاء کرام رحمہم اللہ علیہم کو اللہ کے درمیان واسطہ نہ بنالیں، اللہ پاک ہماری دعائیں قبول نہیں فرمائے گا۔

پیارے مسلمان بھائیو......! یہ بہت بڑی گمراہی ہے، بہت بڑی بدعت ہے اور دین کے اندر اس طرح کہ وسیلے کی ہرگز کوئی گنجائش نہیں......!

آج میں آپ کے سامنے دلائل کی روشنی میں جو وسیلہ جائز اور مشروع ہے، اس کی قرآن و حدیث سے وضاحت کرنا چاہتا ہوں جو میرا بھائی ان دلائل پر غور کرے گا اسے اس موضوع پر کوئی تشنگی نہیں رہے گی۔ اس کے سامنے وسیلے کے تمام شرعی پہلو روزِ روشن کی طرح نمایاں ہو جائیں گے۔

آیئے......! اللہ پاک کے حضور دعا کریں کہ اللہ پاک ہر بات کو کتاب و سنت سے سمجھ کے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ رب العالمین نے کتابِ مبین میں ایمان والوں کو اس بات کا حکم فرمایا:

اے میرے محبوب پیغمبر امام الانبیاء جناب محمد! آپ اعلان فرما دیں!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ [1]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

اپنے اللہ پاک کی نزدیکی تلاش کرو۔ ایمان کے اندر ترقی حاصل کر کے اللہ کا قرب تلاش کرو، اعمالِ صالحہ کے اندر آگے بڑھ کر اللہ کا قرب تلاش کرو۔

---

[1] المائدہ:35

نکتے کی بات:

اللہ تعالیٰ ہر مومن کو عمومی طور پر حکم دے رہے ہیں کہ اللہ کا قرب تلاش کرو۔

اس لفظِ ''وَابْتَغُوْا'' میں اللہ پاک کے نبی بھی ہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہیں، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم بھی اسی حکم کے اندر ہیں سب کو یہی حکم دیا ہے کہ اللہ کا قُرب تلاش کرو۔

آپ اللہ کے جن فوت شدگان بندوں کا وسیلہ ڈال رہے ہیں اللہ پاک ان کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے:

'''' اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

اس وسیلے سے مراد شخصی وسیلہ نہیں ہے۔ بلکہ پیر عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سمیت تمام اولیاء وصلحاء کو حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ کا قرب تلاش کرو۔ جب آپ دیانتداری سے اس آیت کے عموم پر غور کریں گے تو آپ کو یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ آجائے گی کہ اس وسیلے سے مراد کسی ولی کا وسیلہ نہیں۔ اس وسیلے سے مراد کسی نبی کا وسیلہ نہیں، بلکہ اللہ پاک نے نبی کو بھی وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا ہے، ولی کو بھی وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔

سامعین کرام......! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمیت تمام اولیانِ امّت کی سیرت کا مطالعہ فرمالیں کہ انہوں نے اللہ کا قرب تلاش کرتے ہوئے نیک اعمال میں اس قدر محنت فرمائی کہ وہ قُربِ الٰہی کی انتہا کو پہنچ گئے۔ آج ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا چاہیے نہ کہ اس آیت کو بہانہ بنا کر اس آیت سے دُور چلے جائیں اور پیروں فقیروں کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ لیں۔

جائز وسیلے کی پہلی صورت:

اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی بہترین اور اعلیٰ ترین پہلی صورت یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ کو زبانی یاد کرلیں اور ان کو اچھی طرح سمجھ لیں، روزانہ ان کو پڑھیں، اس سے آپ کو اللہ کا قرب بھی ملے گا اور آپ کی تمام حاجات بھی پوری ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاکیزہ اسماء کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ أَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ [1]

"اور سب اچھے نام اللہ کے لیے ہیں پس انہی سے اسے پکارو۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کجروی اختیار کرتے ہیں وہ اپنے کاموں کا بدلہ پا کر رہیں گے۔"

اللہ پاک کے بڑے پیارے پیارے نام ہیں۔ اللہ پاک کے بڑے پاکیزہ نام ہیں۔ اللہ پاک کے پیارے نام کو چھوڑ کر، ان مُردوں کا وسیلہ نہ ڈالو، ان فوت شدگان کا واسطہ نہ ڈالو......! اللہ پاک کے ان ناموں میں کونسی کمی ہے......؟

اللہ پاک کو اس کے خوبصورت ناموں کے ساتھ پکارا کرو، اس کے ناموں کا وسیلہ دیا کرو۔ اگر آپ اللہ سے رزق لینا چاہتے ہیں تو کہا کریں......!

اے اللہ......! تیری ذات رزّاق ہے، اللہ پاک مجھے رزق عطا کر۔ اگر آپ معافی لینا چاہتے ہیں تو اللہ پاک کو کہا کریں کہ اے اللہ! آپ کی ذات غفّار

---

[1] الاعراف:180

ہے۔ اے الہ العالمین......! آپ کی ذات غفور بھی ہے۔ ہر ایک پر ہر دم رحم وکرم کر کے اس کو معاف کرنا یہ آپ کی شان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پاکیزہ ناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے کیا خوب ارشاد فرمایا:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ [1]

''وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا، بے حد بڑائی والا ہے، پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ اللہ ہے جو خالق بنانے والا، گھڑنے ڈھالنے والا، صورت بنا دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں، اس کی تسبیح ہر وہ چیز کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

ان آیاتِ بابرکات کو سن لینے کے بعد ہم سب پر یہ فرض ہے کہ ہم جب بھی اللہ تعالیٰ سے مانگیں تو اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ ناموں کو درمیان میں رکھ کر مانگیں۔

کوئی مسلمان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فوت ہونے والے بزرگوں کا تقدّس اللہ کے ان پاکیزہ ناموں سے بھی زیادہ ہے.....؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پاکیزہ نام اس کے صفاتی نام ہیں۔ ان پاکیزہ ناموں سے بڑھ کر اللہ کے ہاں کسی کا کوئی حیا نہیں ہے۔ اس لیے جائز وسیلہ یہی ہے کہ ہم جب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو ضرورت کی مناسبت کے پیش نظر اسی طرح کے اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ نام کو درمیان میں لے آئیں۔

مثال کے طور پر آپ کو شفا چاہیے تو آپ دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں......!

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ إِلَّا شِفَآءُكَ

''اے اللہ! تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں۔''

مانگنے کا یہی طریقہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کا تھا۔ اور اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اختیار کیا۔ آپ کی تمام دعاؤں کو جمع کرلیں ان میں کہیں بھی پہلے نبی کے واسطے وسیلے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے التجا نہیں فرمائی۔ بلکہ اپنی ہر دعا میں اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ اسماء اور اس کی پاکیزہ صفات ہی کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ میں سے ہر شخص امام الصابرین سیدنا ایوب علیہ السلام سے واقف ہوگا، آپ پر طرح طرح کی آزمائشیں آئیں، پیار کے سب رشتے دور ہو گئے، اس کڑی آزمائش میں حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کو وسیلہ بنا کر مندرجہ ذیل دعا نہایت رقت سے مانگی:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ [1]

---

[1] الانبیاء:83

”اور ایوب جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور آپ رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔“

حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے شفاء کا مطالبہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا اور ان کو مکمل صحت یاب فرماتے ہوئے پہلے سے زیادہ دوگنا نعمتیں عطاء فرما دیں۔ اور قرآن مجید میں ذکرِ ایوب کو ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ [1]

”یہ ہماری طرف سے خصوصی رحمت تھی اور اس میں عبادت گزاروں کے لیے بہت بڑی نصیحت ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اے میرے بندو! تم مجھے پکارنے اور مجھ سے بات کرنے کا سلیقہ سیکھو۔ اور وہ سلیقہ یہی ہے کہ اپنی دعاؤں میں میری صفتِ رحمت کا ذکر کرو، میں تمہارے دل کی سب آسیں، مرادیں اپنی رحمت سے پوری کردوں گا۔ اور قرآن پاک بھی یہی حکم دیتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [2]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

---

[1] الانبیا: 84
[2] المائدہ: 35

جائز وسیلے کی دوسری صورت:

اب ایک دوسرا وسیلہ کتاب وسنت سے بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ کے ساتھ اللہ سے مدد طلب کیا کریں، اعمال صالحہ کا وسیلہ اپنے اللہ پاک کو پیش کیا کریں، اللہ پاک نیک بندوں کے نیک اعمال کی بنیاد پر مدد فرماتے ہیں اور اللہ پاک نے اپنے قرآن پاک میں بھی فرمایا:

اعمالِ صالحہ کے ساتھ اللہ سے مدد طلب کیا کرو......!

اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کیا کرو......!

اللہ پاک نیک عملوں کی وجہ سے مدد فرماتے ہیں اور اللہ پاک نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ ﴿1﴾

''اے ایمان والو! مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

نہ اولیاء کے ذریعے، نہ فوت شدگان کے ذریعے، نہ ان مجسموں کے ذریعے، نہ ان قبر والوں کے ذریعے بلکہ اللہ پاک فرماتے ہیں اگر مجھ سے مدد مانگنی ہے تو نماز کے وسیلے کے ساتھ، صبر کے وسیلے کے ساتھ مجھ سے مدد طلب کرو۔

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

جو نماز کے ذریعے، صبر کے ذریعے، اللہ پاک سے مدد طلب کرے اللہ پاک ایسے لوگوں کو کبھی ضائع نہیں کرتے۔

﴿1﴾ البقرہ:153

آیئے میرے بھائیو......!

وسیلہ ڈالنے کا پہلا طریقہ میں نے بیان کیا کہ اللہ پاک کے پاک نام کا واسطہ ڈال کر رب سے مانگو۔ صفتِ رحمت کے ساتھ، رزاقیت کے ساتھ، وہ غفار بھی ہے اور غفور بھی، وہ شافی بھی ہے کافی بھی......!

اسی طرح وسیلے کا دوسرا طریقہ اپنے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش کرو۔ جب بھی کوئی پریشانی آجائے، مصیبت آجائے تو یہ نہ کہا کرو:

"یا بہاء الحق بیڑا دھک"

"یا معین الدین چشتی! پار لگا دے کشتی"

"یا عبدالقادر جیلانی! رنج و غم شاد کن"

"پنجتن پاک کے صدقے"

یہ سب جملے، واسطے اور وسیلے بدعات ہیں، کڑے وقت میں ان کلمات کو پکارنے والا صاحبِ توحید نہیں رہتا۔

آیئے......! میں مشروع وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ صحیح البخاری میں موجود ہے میرے اور آپ کے محبوب پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بستی کے اندر پہنچے، وہاں کا بادشاہ بڑا ظالم تھا، اسے پتہ چلا کہ ایک ابراہیم نامی شخص اور اس کے ساتھ ایک حسنا تون بھی ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ تھیں جن کو اللہ پاک نے بڑا حسن عطا فرمایا تھا۔

اس ظالم بادشاہ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو طلب فرمایا تو ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے: میں ابراہیم ہوں اور میرے ساتھ میری بہن ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بادشاہ کے کمرے سے باہر آئے، تو ظالم بادشاہ کہنے لگا: اپنی بہن کو اندر بھیج دیجیے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام سیدہ سارہ علیہا السلام کو کہنے لگے: اے سارہ! اللہ کی زمین پر

یا میں مسلمان ہوں یا تو مسلمان ہے۔ حقیقی رشتہ تو میاں بیوی کا ہے لیکن ایک لحاظ سے تو میری اسلامی بہن بھی ہے۔ ایک لحاظ سے تو میری مومنہ بہن بھی ہے، میں مسلمان ہوں اور تو مسلمہ ہے، مسلمان مرد و خواتین دین کے لحاظ سے بہن بھائی بھی ہوتے ہیں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیّدہ سارہ علیہا السلام کو روانہ کر دیا سیّدہ کمرے کے اندر بادشاہ کے پاس گئیں، یہ بادشاہ بے ایمان اور بدکار تھا۔ سیّدہ سارہ علیہا السلام پریشان ہیں۔ جب سیّدہ علیہا السلام نے سارا منظر دیکھا تو آپ وضو کر کے قبلہ رخ ہو گئیں، قبلہ رخ ہو کر آپ علیہا السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ پاک سے دعا کی:

اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِيْ إِلَّا عَلٰى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ [1]

اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لائی ہوں، تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں میں نے ساری زندگی اپنے پردے کی حفاظت کی ہے، میں نے اپنی حیا کی حفاظت کی ہے، اللہ میں نے اپنی پاکدامنی کی حفاظت کی ہے۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے اپنا ایمان پیش کرتی ہوں۔ اگر میرا ایمان قبول ہے تو اے اللہ! اس کافر کو مجھ پر قدرت نہ عطا کرنا۔

صحیح بخاری کے مطابق جب بدکار بادشاہ نے برا ارادہ کیا تو لڑکھڑانا شروع ہو گیا، زمین کے اندر دھنسنا شروع ہو گیا۔ اماں جان علیہا السلام نے جب یہ دیکھا کہ یہ تو مر جائے گا اور اگر یہ بدکار مر گیا تو لوگوں نے کہنا ہے کہ سارہ نے اسے قتل کر دیا، پھر اماں جان اس کے لیے دعا کرتی ہیں: اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ ”اے اللہ! اسے موت بھی نہیں آنی چاہیے، چنانچہ وہ پھر صحیح ہو گیا۔

---

[1] بخاری: 2217

جب حضرت سارہ علیہا السلام نے اپنے ایمان اور نیک اعمال کا وسیلہ ڈال کر خلوصِ دل سے دعا کی تو اللہ پاک نے اس ظالم بادشاہ پر غشی طاری کر دی، ہوش آنے پر پھر جب اس نے غلط ارادہ کیا تو اسے پھر غشی طاری ہو گئی، تیسری مرتبہ یہی معاملہ ہوا کہ اللہ پاک نے ہر بار سیّدہ سارہ علیہا السلام کی عزت کو محفوظ رکھا، جب ظالم بادشاہ کو اللہ صحت دے دیتے ہیں تو یہ ظالم بادشاہ کہنے لگا: یہ تو کوئی عام عورت نہیں ہے یہ تو کوئی اللہ کی ولیہ محسوس ہوتی ہے تو اس نے اپنی بیٹی ھاجر خدمت کے لیے پیش کر دی، عموماً لوگ ھاجرہ کہتے ہیں یہ نام درست نہیں ہے صحیح نام ھاجر ہے۔ آپ صحیح البخاری اٹھا کر دیکھ لیں، جب سیدہ سارہ علیہا السلام کمرے سے باہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو فرمانے لگیں:

يَا إِبْرَاهِيمُ أَشَعَرْتَ أَنَّ اللهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيْدَةً [1]

سیّدہ سارہ علیہا السلام فرماتی ہیں: اے ابراہیم! اللہ تعالیٰ پر قربان جائیں جس نے بادشاہ کو ذلیل کر دیا ہے اور خدمت کے لیے اس کی بیٹی عطا کر دی ہے۔

سامعین کرام......!

آج جو لوگ بدکار ہیں، جن کے انگ انگ اور رگ و ریشہ کے اندر فحاشی سمائی ہوئی ہے، بے غیرت بنے ہوئے ہیں وہ اپنی آنکھوں سے زلزلے دیکھ کر، سیلاب کی تباہ کاریاں دیکھ کر بھی عبرت نہیں پکڑتے ان کو اللہ سے ڈر جانا چاہیے ورنہ عبرت ناک انجام ہو گا۔

میں اپنی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کی خدمت میں دو باتیں عرض کرنا چاہتا

---

[1] صحیح البخاری: 2217

ہوں، میری ماں، بہن، بیٹی اگر چاہتی ہے کہ اللہ تیری عزت محفوظ رکھے تو نماز پڑھا کر، سجدے کیا کر! اللہ سجدے کی برکت سے عزتیں محفوظ رکھتے ہیں، نوافل کی برکت سے اللہ عزتیں محفوظ کرتے ہیں۔

میری روحانی ماؤں اور بہنو......!

آج عیاشی، فحاشی کا دور ہے، کیبل کا دور ہے، انٹرنیٹ کی فحاشی کا دور ہے، کیبل کی فحاشی کا دور ہے، موبائل کے غلط استعمال کا دور ہے اس فحاشی و بدکاری کے دور کے اندر اگر کوئی مسلمان ماں چاہتی ہے اللہ میری بیٹیوں کی عزت محفوظ کر دے، میری عزیزہ کی عزت محفوظ کر دے......! تو اس کا حل صرف اور صرف نماز اور سجدوں میں ہے، یہیں سے حیا، غیرت اور پاکدامنی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

اور دوسرا مسئلہ یہ سامنے آیا کہ مشکل اور پریشانی کے اندر یہ نہ کہا کریں کہ اللہ! فلاں کے صدقے میری مشکل ٹال دے، یا اللہ! پنجتن پاک کے صدقے میری مشکل ٹال دے یا فلاں کی طفیل...... بلکہ کہا کریں: یا اللہ!

اٰمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ

اگر میری کوئی روحانی ماں اپنی بیٹیوں کی طرف سے پریشان ہے، اپنے بیٹوں کی طرف سے پریشان ہے، یا کسی بھی مسئلے میں گرفتار ہے تو وہ اپنے اللہ سے کہے! کہ......اللہ......! میں تجھ پہ ایمان لائی ہوں، میں فاحشہ نہیں، بدکارہ نہیں، دنیادار بے پردہ نہیں ہوں......اے اللہ! میں اپنی پاکدامنی تیری بارگاہ میں پیش کرتی ہوں......اللہ میری بیٹیوں کے مسئلے حل فرما دے! اللہ! میرے بیٹوں کے مسئلے حل فرما دے! میرے گھر بار کے مسئلے حل فرما دے! میرے دونوں جہان اپنی رحمت سے سنوار دے۔

آیئے لوگو......!

میں آپ کو ایسے وسیلے کی دعوت دینا چاہتا ہوں جس کو قرآن نے بیان فرمایا:

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [1]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

آیئے......! قرب تلاش کریں، ایمان کے ذریعے، نیک اعمال کے ذریعے۔ کیونکہ پاک پیغمبر امام الانبیاء جناب محمد ﷺ کی شریعت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ پاک اسی جائز وسیلے سے مشکلات دور فرماتے ہیں۔ اور یہی وسیلہ مشروع ہے۔

سامعین کرام......!

میرے اور آپ کے معاشرے کے اندر سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے کہ مشکل کے اندر پنجتن کی طفیل سے مانگا کرو۔ مشکل میں فلاں پیر کے ذریعے مانگا کرو۔ فوت شدگان کے وسیلے سے مانگا کرو۔ یہ سب دعوتیں خود ساختہ ہیں۔

اللہ کے بندو......! بیماری کے دنوں میں اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر دعا مانگو، قبول ہوگی۔ اللہ نیک اعمال کی قدر کرتا ہے، نیک اعمال کی لاج رکھتا ہے جس طرح سیّدہ سارہ علیہا السلام کا واقعہ میں بیان کر چکا ہوں۔

آیئے! میں صحیح البخاری کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے:

تین آدمی سفر پہ جا رہے ہیں، واقعہ مشہور ہے۔ بارش ہوئی تینوں آدمی

[1] المائدہ:35

غار کے اندر پناہ لے لیتے ہیں، غار کے اندر پناہ لی۔ اللہ کی کرنی ایسی ہوئی کہ ایک بڑا پتھر گرا تو غار کا منہ بند ہو جاتا ہے یہ بہت پریشان ہیں، گھبرا گئے ہیں، موت وحیات کی کشمکش کے اندر ہیں ان حالات میں آپس کے اندر باتیں کرتے ہیں۔

اُذْكُرُوْا أَحْسَنَ أَعْمَالِكُمْ وَادْعُوْا بِهَا

یہ تینوں بندے غار کے اندر پریشان ہیں۔ ذرا غور کریں۔ اللہ نہ کرے ایک آدمی پہاڑ کی غار کے اندر پناہ لے، ایک بڑا پتھر آئے اور راستہ بند ہو جائے، انسان کی کیا کیفیت ہوگی......؟ انسان پہ کیا گزرتی ہوگی......؟ تینوں پہ موت وحیات کے لمحات ہیں لیکن یہ لوگ پریشان نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا: اگر اس مشکل سے نکلنا چاہتے ہو تو اپنے نیک اعمال کو یاد کرو جو اللہ پاک کی رضا کے لیے کیے ہیں۔ جو اللہ پاک کی خوشنودی کے لیے ہیں۔

میرے پیارے بھائیو......!

میں اللہ کا واسطہ دے کر کہنا چاہتا ہوں، منہ ملاحظے کے لیے نیکی نہ کیا کریں، منہ ملاحظے کے لیے صدقہ نہ کیا کریں، منہ ملاحظے کے لیے جنازے نہ پڑھا کریں، منہ ملاحظے کے لیے اپنا پیسہ خرچ نہ کیا کریں، منہ ملاحظے کے لیے اپنی نیکی نہ کیا کریں۔ اس نیکی کی برکت نہ دنیا میں نصیب ہوگی، اس نیکی کی جزا نہ مرنے کے بعد نصیب ہوگی۔ اگر آپ اپنی نیکی کی برکت لینا چاہتے ہیں، اپنی نیکی کی مرنے کے بعد جزا لینا چاہتے ہیں، تو اللہ کی رضا کے لیے نیکی کیا کریں۔ اللہ کی خوشنودی کے لیے کی ہوئی نیکی بہت اثر دکھاتی ہے۔

تینوں آدمی آپس کے اندر پروگرام بنا رہے ہیں جو اعمال اللہ کو راضی کرنے کے لیے کئے ہیں ان کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کریں۔ ان شاء اللہ! وہ ہماری تنگی کو آسانی

کے اندر تبدیل کرے گا۔ تینوں اپنے اعمال کو یاد کرتے ہیں۔

سب سے پہلا آدمی کہتا ہے: اے میرے اللہ! لِيْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ ! میرے والدین بوڑھے تھے اور ضعیف ہو گئے۔ یا اللہ! ان کا وجود ڈھل گیا لیکن میں ان کا حیا اور احترام تیری خوشنودی کے لیے کرتا رہا، کھلاتا رہا، پلاتا رہا، یا اللہ! پہلے اپنے ماں باپ کے منہ میں ڈالتا رہا پہلے اپنی ماں کو دودھ پلاتا رہا، یا اللہ! اگر مجھے پوری پوری رات بھی اپنے ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہونا پڑا۔ یا اللہ! ساری ساری رات بھی تیری رضا کی خاطر اپنے ماں باپ کے سرہانے کھڑا رہا۔ یا اللہ! اگر تجھے میرا یہ عمل قبول ہے تو ہمیں اپنی رحمت سے نجات دے دے۔

دوسرا کہتا ہے: یا اللہ! میرا ایک ملازم ہے، میرے پاس کام کاج کرتا رہا، مونجی اور چاول تھوڑے سے جب میں اسے دینے لگا وہ ناراض ہو کے چلا گیا، میں نے تجارت کی، کاروبار کیا، مال مویشی بہت زیادہ ہو گیا، وہ ملازم کچھ عرصہ بعد میرے پاس آیا آکر کہنے لگا: میرے چاول دے دیجیے! میں نے کہا: ساری گائے، سارا ریوڑ لے جاؤ، وہ کہنے لگا: میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ وہ کہنے لگا: نہیں! یہ سب تمہارا ہی ہے میں نے تمہارے مال سے تجارت کی ہے۔

لوگو......!

امانت دار اور دیانتدار بن جاؤ بہت برکتیں ملیں گی۔ بہر صورت تیسرا بندہ کہنے لگا: اے میرے اللہ! میں اپنے چچا کی بیٹی سے بہت پیار کرتا تھا، اسے میں نے 100 دینار دیا، بدکاری کا وقت قریب آیا۔ 100 دینار پاکستان کی کرنسی کے مطابق 20 لاکھ روپے بنتے ہیں۔ یا اللہ! میں نے بدکاری کا ارادہ کیا، فحاشی کا ارادہ کیا، یا اللہ تیرے سوا کوئی نہیں دیکھ رہا تھا یہ عورت بول کر کہنے لگی:

اِتَّقِ اللّٰہ ! [1]

اے نوجوان! اللہ پاک سے ڈر! اے میرے چچا کے بیٹے اللہ پاک سے ڈر جا۔ یا اللہ! اس نے میرے سامنے تیرے ڈر کا نام لیا تو میں تجھ سے ڈر گیا 20 لاکھ روپے بھی دے دیئے لیکن میں نے بُرا ارادہ چھوڑ دیا۔ اللہ اکبر!

اے میرے اللہ!

میں پاکدامن رہا۔ اے اللہ! اگر میرا یہ عمل قبول ہے تو پھر اپنی خاص مدد سے نجات دے دے۔ تینوں نے اپنے اپنے نیک اعمال پیش کیے۔

اے لوگو! صحیح البخاری کے اندر موجود ہے بخاری اٹھاؤ۔ ان لوگوں نے یہ نہیں کہا۔ یا اللہ! غار میں پھنس گئے ہیں، راستہ بند ہو گیا ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی طفیل ہمیں نکال دے، سیدنا نوح علیہ السلام نے تیرے دین کے لیے بہت دھکے کھائے، نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے ہمیں باہر نکال دے۔ یا اللہ! آپ کو غوث کا واسطہ، قطبوں کا واسطہ، ابدالوں کا واسطہ، آپ کو آپ کے نبیوں کا واسطہ، ولیوں کا واسطہ نہیں۔

کسی نے اپنی زبان سے ایسی بات نہیں نکالی، بلکہ انہوں نے اپنے اپنے نیک اعمال پیش کر کے اللہ پاک سے دعا کی۔ اِدھر اپنے نیک اعمال پیش کر کے دعا کی ہے اُدھر اللہ پاک نے ان کو غار سے نجات عطا کر دی ہے۔ سبحان اللہ!

آ میرے بھائی......!

"اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا کر، اگر تیرا اللہ تجھے ماں کے پیٹ سے صحیح سالم بغیر کسی واسطے وسیلے کے پیدا کر سکتا ہے۔ آج تیرے منہ میں زبان آ گئی آج پاس قوت وطاقت آ گئی ہے، اب کہتا ہے میرا رب میری سنتا نہیں جتنی دیر تک میں

---

[1] صحیح البخاری: 2272

پیروں، فقیروں کا واسطہ وسیلہ نہ ڈالوں، جتنی دیر تک میں فلاں ڈھیری پر نہ جاؤں جتنی دیر تک میں فلاں کے صدقے، طفیل نہ مانگوں۔

وسیلہ اور مسلکِ اہل حدیث:

کوئی اہل حدیث وسیلے کا منکر نہیں۔ ہم کہتے ہیں وسیلہ ڈالو، واسطہ ڈالو، لیکن اللہ کے ناموں کا وسیلہ ڈالو، اپنے نیک اعمال کو واسطہ بناؤ، جو آدمی اللہ کے سامنے نیک اعمال پیش کرے اللہ پاک کے سامنے اس کے پیارے نام پیش کرے۔ اللہ پاک مشکل بھی دور فرماتے ہیں، قرب بھی عطا کرتے ہیں۔

اور جائیے! پورے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیرت پڑھ لیں، صحابہ پر بڑی بڑی آزمائشیں آئیں، بڑی بڑی تکلیفیں آئیں، کبھی کسی صحابی نے اللہ پاک سے یہ واسطہ ڈال کے نہیں مانگا کبھی کسی صحابی نے اللہ سے یہ وسیلہ ڈال کے نہیں مانگا۔ یا الٰہی! پنجتن کے واسطے سے میرا فلاں مسئلہ حل کر دے، نبی موسیٰ، عیسیٰ ویحییٰ علیہم السلام کے ذریعے واسطے وسیلے کے ساتھ مسئلہ حل کر دے۔ آزمائشیں آئیں تو نیک اعمال لے کے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ سُبْحَانَ اللہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں نے پڑھا ہے میرے اور آپ کے محبوب پیغمبر جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی 10 سال خدمت کرنے والے، انس رضی اللہ عنہ بصرہ کے اندر آپ کی زمین ہے۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کی زمین کا ملازم کہنے لگا: حضرت قحط پڑ رہا ہے، بارش نہیں ہو رہی۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بصرہ کے اندر اپنی زمین پر واپس چلے گئے دیکھا واقعی زمین قحط سالی والی ہے، خشکی کی وجہ سے معاملہ بہت خراب ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی جگہ پر کھڑے ہو گئے کسی کا واسطہ وسیلہ، کسی فوت شدہ کی بات نہیں کی،

انہوں نے کہا: یا اللہ! یہ نہیں کہ کہا یا اللہ...... ! سیدنا ابی بکر کے صدقے میری زمین کوتر کردے، سیدنا مولیٰ علی علیہ السلام کے واسطے یا اللہ بارش نازل کردے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کیا کررہے ہیں......؟ اپنی زمین سے تھوڑا سا دور گئے آپ نے وضو بنایا، مصلیٰ بچھایا دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں، اللہ پاک سے دو رکعت پڑھ کے جب دعا فرمائی حافظ ذہبی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

فَثَارَتْ سَحَابَةٌ [1]

ابھی دعا مکمل نہیں ہوئی کہ زمین کے اوپر بدلی آ گئی اور اللہ نے ان کی زمین پہ بارش کو نازل فرمادیا۔

آؤ لوگو!...... میں جو دعوتِ فکر دینا چاہتا ہوں۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ○ [2]

''اے ایمان والو! مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ [3]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

---

[1] سیر اعلام النبلاء : 3/400
[2] البقرہ: 153
[3] المائدہ:35

جائز وسیلے کی تیسری صورت:

اور تیسرا جو مشروع وسیلہ ہے کہ اگر آپ کسی آدمی کو اپنے سے نیک سمجھتے ہیں، اپنے سے زیادہ اللہ کے قریب سمجھتے ہیں، اس اللہ کے ولی کے پاس جا کے دعا کروا لیں یہ بالکل درست ہے اور ہمیشہ سے تمام صلحا کا یہی طریقہ رہا ہے اور وسیلے کا یہ انداز رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ شریعت سے بھی ثابت ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ سے بھی ثابت ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ جب تک اللہ کے پیغمبر زندہ رہے، دنیا پہ رہے صحابہ کرام تشریف لاتے رہے۔ اللہ کے پیغمبر سے دعائیں کرواتے رہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ زیادہ رتبے والے کبار صحابہ کے پاس جا کر دعائیں کرواتے رہے۔

نیک آدمی کے وسیلے کی بات بالکل درست ہے، جو نیک لوگ زندہ ہیں ان کے پاس جا کر دعا کروانا عیب نہیں، یہ وسیلہ جائز ہے، یہ ذریعہ جائز ہے، یہ واسطہ جائز ہے اور صحیح البخاری میں واضح موجود ہے کہ امام الانبیاء جناب محمد ﷺ کے پیارے صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑ گیا، بارش نہیں ہو رہی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پیغمبر علیہ السلام کی قبر پر نہیں گئے۔ یاد رکھنا---!

نبی پاک ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی سے بھی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں کہ نبی پاک کی وفات کے بعد اس نے نبی پاک ﷺ کی قبر پر جا کر دعا مانگی ہو......! یا اس نے کہا ہو یا اللہ! نبی پاک ﷺ کی طفیل میرا یہ کام کر دے، اللہ سوہنے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میرا یہ کام کر دے، یا اللہ سوہنے کے واسطے، میرا فلاں کام کر دے۔

کیا بات ہے جو اعمال صحابہ نے نہیں کیے جو واسطے، وسیلے صحابہ نے نہیں ڈالے، او اللہ کے بندو! صحابہ کو کیوں چھوڑ گئے ہو، صحابہ کی سنت کو کیوں چھوڑ گئے ہو؟ نبی پاک کے طریقوں کو کیوں چھوڑ گئے ہو......؟ کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صرف زبانی کلامی عشق ہے......؟ اگر ان سے سچی محبّت کے دعویدار ہو تو ان کے طریقوں کو اپنا کر ان کے سچے حُب دار بنو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دَورہ خلافت میں قحط سالی ہے، بارش نہیں ہو رہی ہے، عمر رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کی قبر پہ نہیں گئے۔ نبی پاک کا واسطہ وسیلہ نہیں ڈالا۔ صحیح البخاری میں صراحت سے آتا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ میرے نبی کے چچا کو ساتھ لے کر کھلے میدان میں دعا کرتے ہیں دعا کے کلمات بھی یہ ہیں اے میرے اللہ! ہم آپ کے سامنے توبہ کرتے ہیں۔ اے ہمارے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف کر کے ہم پہ اپنی رحمت کی بارش برسا۔

آیئے......! جو بات میں بتانا چاہتا ہوں کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے پیارے ناموں، نیک اعمال کا ہے اور اسی طرح جس کو نیک سمجھتے ہو، بہتر سمجھتے ہو اس سے دعا کروانا بالکل جائز اور درست ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ [1]

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

[1] المائدہ:35

لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے مثالیں:

سامعین کرام......!

اللہ کی طرف اللہ کا قرب تلاش کرو اور جو میں آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں ایک بندہ اللہ کے دین کو قبول نہیں کرتا کائنات کا بدترین آدمی ہے لیکن اس سے زیادہ بدترین آدمی وہ ہے جو دین قبول کر کے دین کے اندر بگاڑ پیدا کر کے دین کے اندر تحریف کرے، دین کے اندر تاویلات کرے، کہنے والے کہتے ہیں:

اللہ پاک کی طرف وسیلہ تلاش کرو کیا مطلب ہے......؟ جیسے چھت پر چڑھنا ہو تو سیڑھی کے وسیلے کے ساتھ چھت پہ جانے کے لیے سیڑھی ضروری ہے اللہ پاک تک پہنچنے کے لیے یہ ولی ضروری ہیں......اللہ پاک تک پہنچنے کے لیے یہ غوث پاک ضروری ہیں......اللہ پاک تک پہنچنے کے لیے یہ معین الدین چشتی ضروری ہیں......اللہ پاک تک پہنچنے کے لیے علی ہجویری ضروری ہیں......

اللہ کے بندو......! کیسی مثالیں دے رہے ہو......؟ اس طرح کی مثالیں دینا اللہ تعالیٰ کی توہین کرنے کے برابر ہے۔ چھت پہ چڑھنے کے لیے سیڑھی ضروری ہے اللہ کے بندو......! سیڑھی کیوں ضروری ہے اس کا واسطہ، وسیلہ کیوں ضروری ہے اے انسان! چھت تجھ سے دور ہے کم از کم 20 فٹ دور ہے۔

اللہ کے بندے بتا کیا تیرا رب بھی تجھ سے دور ہے؟

اللہ کے بندے چھت جامد ہے چھت چل کے تیرے پاس نہیں آسکتی، چھت بذاتِ خود نیچے نہیں آسکتی، اے بندے کیا تیرا اللہ بھی تیرے پاس نہیں آتا ہے۔

اللہ کے پیار کو دیکھنا ہو تو اور بندے کے لیے اس کے تشریف لانے کا نظارہ کرنا ہو تو صحیح البخاری پڑھو......! امام رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا ﴿۱﴾

''بابرکت و بلند و بالا ہمارے پروردگار آسمانِ دنیا کی طرف اُترتے ہیں۔''

یعنی اللہ پاک اپنے بندوں کی درخواستیں لینے کے لیے آسمانِ دنیا پہ آجاتے ہیں۔اور اعلان فرماتے ہیں کیا ہے کوئی معافی مانگنے والا......؟ وہ اٹھ کر سچّے دل سے مجھ سے معافی مانگے میں اس کو معاف کردوں گا۔کیا ہے کوئی مجھ سے رزق مانگنے والا......؟ میں اس کے لیے خیر و برکت کے سب دروازے کھول دُوں۔کیا ہے کوئی مجھ سے صحت مانگنے والا......؟ میں اُس کو شفا کے سب خزانے عطا کردُوں۔

سامعین کرام......!

جو رحیم و کریم ہر رات کے آخری پہر آکر آسمانِ دنیا پر یہ صدا لگائے، کیا ایسی ذات کے بارے میں گھروں کی چھتوں کی مثال دینا ظلم کی انتہا نہیں......؟

چھت پہ چڑھنے کے لیے سیڑھی کا وسیلہ کیوں ضروری ہے......؟ اس لیے کہ چھت بیس فٹ دور ہے، بیس فٹ اونچائی پہ ہے، یہ جامد ہے رب العالمین کی ذات دُور ہے نہ اونچائی پر ہے اور نہ ہی جامد ہے۔ بلکہ اس رحیم و شفیق پروردگار نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے اور اپنے قُرب کی انتہا کو بیان کرتے ہوئے کس قدر خوبصورت الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ

 صحیح بخاری:1145

قَعِيدٌ ○ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ○ (1)

"اور ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں ان باتوں کو جو اس کے دل میں آتی ہیں۔ اور ہم رگِ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔ جب دو لینے والے لیتے رہتے ہیں جو کہ دائیں اور بائیں طرف بیٹھے ہیں کوئی لفظ وہ نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک مستعد نگراں موجود ہے۔"

اس آیت نے اس حقیقت کو کھول کر بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور اپنی قدرت کے اعتبار سے بندے کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے تو جو ذات اپنے علم اور اپنی قدرت کے لحاظ سے اس قدر قریب ہو، اس کے متعلق چھتوں کی مثالیں بیان کرنا سراسر ناانصافی اور ضلالت ہے۔

اور اس مسئلے کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں مزید کھول کر بیان کرتے ہوئے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کیا اور فرمایا: اے میرے پیغمبر!

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ○ (2)

"اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں نزدیک ہوں، پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے، تو چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔"

---

(1) ق: 16-18

(2) البقرہ: 186

دوسری فضول مثال:

پھر لوگ کہتے ہیں......! سچ یاد آیا کہ صرف لوگ نہیں کہتے...... بلکہ مذہبی پیشوا کہتے ہیں......گدی نشین کہتے ہیں......مذہبی وڈیرے کہتے ہیں......کہ اللہ پاک تک پہنچنے کے لیے پیروں فقیروں کا وسیلہ چاہیے کیوں کہ اگر ڈی سی کے ساتھ بات کرنی ہو تو واسطے کے ساتھ ہوتی ہے،

ڈی سی اور افسر کے پاس بغیر وسیلے واسطے کے نہیں جایا جا سکتا، تو پھر اللہ پاک کے پاس بغیر وسیلے کے کیسے جایا جا سکتا ہے......؟ بغیر بزرگوں کے واسطے کیسے جایا جا سکتا ہے......؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صد افسوس! ایسے لوگوں پر کہ جنہوں نے اپنے ناجائز واسطے وسیلے ثابت کرنے کے لیے دنیا کے افسروں کی مثالیں دینا شروع کر دیں، حالانکہ ڈی سی تک جانے کے لیے وسیلہ اس لیے ضروری ہے، لوگوں کی سفارش اس لیے ضروری ہے کہ ڈی سی تیرے حالات سے واقف نہیں، ڈی سی میرے حالات نہیں جانتا۔ امانتداری سے بتا کیا تیرا اللہ بھی تیرے حالات نہیں جانتا......؟

ڈی سی کے لیے سفارش اس لیے ضروری ہے کہ ڈی سی لالچ میں آ سکتا ہے ڈی سی ڈر سکتا ہے، دباؤ میں آ سکتا ہے...... اللہ کے ساتھ ڈی سی کی مثال دینے والو!

عرش والا عزیز بھی ہے اور اللہ رحیم بھی ہے ڈی سی کو اوپر سے کال آ جائے آئی جی گھبرا جائے گا، اس کی پیٹی اتر جائے گی۔ لیکن بتاؤ! کیا کوئی اللہ پاک کو بھی خوفزدہ کر سکتا ہے......؟ کیا اللہ پر بھی کسی کا رُعب چلتا ہے......؟ اس طرح کی بیچ مثالیں دیتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی کہ وہ عرش و فرش کا مولا برملا کہتا ہے:

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ

الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ○ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ○ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ○ [1]

''اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو بے نیاز ہے، تعریف والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے اور یہ اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔''

تم سب کے سب اللہ کے در کے منگتے ہو۔ اللہ پاک اگر لمحے بھر کے اندر تمہیں غارت کر دے، تہس نہس کر دے۔ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيز

یہ اللہ پاک کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ اللہ پاک عزیز ہے، جبّار اور قہار ہے اسے کسی کا ڈر ہے اور نہ ہی کسی کا خوف، اگر نبی کو نبوت عطا کی ہے تو رب نے ...... اگر ولی کو ولایت عطا کی ہے تو رب نے ...... بلکہ نبی ولی تو خود ہر نماز کے بعد یہی پڑھتے آرہے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

اے ''اللہ! جسے تو دینے پہ آجائے تو کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک دے تو کوئی دینے والا نہیں، کسی بزرگی والے کو اس کی بزرگی تیرے مقابلے میں کوئی فائدہ نہیں دیتی۔'' سبحان اللہ!

اللہ کے بندے! ہر نماز کے بعد پڑھتا ہے: ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَد اگر کوئی بزرگی والا ہے اگر کوئی تہجد والا ہے۔ اگر کوئی نیکی والا ہے اگر کوئی تقویٰ والا ہے، یا اللہ تجھے کسی کا کوئی بھار نہیں۔ سارے تیرے در کے محتاج ہیں۔ اگر آپ روک لیں

---

[1] فاطر: 17

تو کوئی دے نہیں سکتا اور اگر آپ دینے پہ آجائیں تو کوئی روک نہیں سکتا۔

اور اسی طرح ایک اہم بات بھی سمجھ لیں، ڈی سی کے لیے سفارش اور وسیلہ اس لیے چاہیے کہ ڈی سی ظالم ہے..... ڈی سی ظلم کر سکتا ہے۔ اور آپ نے افسروں کے ظلم بھرے کارنامے اکثر سنے ہوئے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ تو علی الاعلان کہتا ہے:

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ [1]

''تیرا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''

سامعین کرام..... ! جب اللہ تعالیٰ رؤف رحیم ہیں اور وہ ظلم کرنے والے نہیں ہے تو پھر ہمیں کس بات کا اندیشہ ہے کہ ہم فوت شدگان کے واسطے، وسیلے ڈھونڈتے رہتے ہیں.....؟ اور پھر اس بدعتی وسیلے کو ثابت کرنے کے لیے اس قدر گھٹیا مثالیں دیتے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ اور ویسے بھی ہر مسلمان جانتا ہے کہ خالق اور مخلوق کا آپس میں کیا جوڑ ہو سکتا ہے.....؟ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو سختی کے ساتھ منع کیا ہے کہ اس طرح فضول مثالیں نہ دیا کرو۔

اللہ کا قرآن کہہ رہا ہے:

فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ [2]

''پس تم اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو، بے شک اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے والو..... !

---

[1] فصلت: 46
[2] النحل: 74

اس طرح کی مثالیں رب کے ساتھ نہیں دیتے، غور تو کرو! چھتوں کی مثالیں رب العالمین سے دیتے ہو، جس نے سات آسمان بغیر ستونوں کے کھڑے کر دیئے۔ چھت کی مثال اس رب کے ساتھ دیتے ہو جس نے سات زمینیں بچھا ہیں۔ چھت کی مثال اس رب کے ساتھ دیتے ہو جو شمس و قمر کا مالک ہے جو زمین و آسمان کا مالک ہے۔

ایک دنیادار افسر ڈی سی کی مثال اس رب کے ساتھ دیتے ہو جس رب کی شان یہاں تک ہے کہ امام الانبیاء، پیر و مرشد جناب محمد ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تو اتنے قریب ہیں وہ تو اس قدر رحیم ہیں کہ جب رات آتی ہے اللہ پاک اپنی رحمت والے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں تا کہ جس بندے نے دن بھر کے اندر گناہ کیے ہیں میرے پاس آجائے معافی مانگے لے۔ اللہ اکبر!

یاد رکھو......! ڈی سی نے تو ملازم رکھے ہیں، دربان رکھے ہیں، اللہ نے کوئی دربان اور کوئی ملازم نہیں رکھا۔ بلکہ تمہارا رب تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے:

مَینُوں مِلَن دا لگ دا کرایہ نئیں
میں کوئی دور محل بنایا نئیں
میں تے چوکیدار وی بٹھایا نئیں
پڑھو لا الہ الا اللہ
جے لوڑ ہووے میرے کول آنے دی
آکے دل دے دکھ سنانے دی
کوئی لوڑ نئیں جُتّی پانے دی
پڑھو لا الہ الا اللہ

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ امام اولیاء گزرے ہیں، امام الاتقیاء گزرے ہیں، امام الصلحاء گزرے ہیں، اللہ کے بندو! ان کی کتابوں کا ترجمہ اردو زبان میں ہو چکا ہے لازمی اپنے گھروں کے اندر امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں رکھو۔ ان کی ایک کتاب ''جواب الکافی'' کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ ''ذکرِ الٰہی'' کا ترجمہ ہو چکا ہے اپنی بیٹیوں کو پڑھاؤ، بچوں کو پڑھاؤ۔ اگر چاہتے ہو آپ کے بچے فحاشی سے بچ جائیں، آپ کے بچے نمازی بن جائیں، آپ کے بچے تہجد گزار بن جائیں۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اپنے گھر کے اندر رکھو۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الفوائد'' میں لکھتے ہیں جو بندہ صبح کے وقت 7 دفعہ دعا پڑھ لیتا ہے۔

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ [1]

''بلاشبہ مجھے تکلیف نے چھوا ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سے بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

یا اللہ! میرا عقیدہ ہے جس طرح کا رحم آپ نے کرنا ہے اس طرح کا رحم کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لاعلاج مرض کے اندر صبح و شام 7۔7 بار یہ وظیفہ پڑھے۔ اللہ پاک اس بندے کو اپنی رحمت کے ساتھ شفایاب فرما دیتے ہیں۔

قدیم اور جدید شرک میں فرق:

معاف کرنا، معاف کرنا، اللہ کی قسم! کل کے شرک اور آج کے شرک کے اندر کوئی فرق نہیں رہا۔ یہ بات میں آپ کو منبرِ رسول پر برملا کہنا چاہتا ہوں۔ اللہ کی

[1] الانبیاء: 83

توحید کو سمجھو، کل کے شرک اور آج کے شرک میں کوئی فرق نہیں رہا۔ صرف اور صرف اتنا فرق رہ گیا ہے، پہلے مجسمے بنا کے ان سے مرادیں طلب کیجاتی تھیں، پہلے دور میں مجسمے بنا کے انہیں اللہ پاک کا سفارشی کہا جاتا تھا ، مشرکین مکہ سے پوچھا جاتا: اے بیوقوفو......! تم یہ جو مجسمے بناتے ہو، سنتے نہیں، دیکھتے نہیں۔ وہ جواب دیتے کہ ہاں ہاں! تمہاری بات درست ہے لیکن یہ نیک لوگوں کے مجسمے بنائے ہیں یہ کچھ نہیں کر سکتے ہم اپنی ان کے آگے رکھتے ہیں اور یہ ہماری عرضیں رب کے حضور پیش کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں مشرکین کے ان غلط عقائد کو ان الفاظ سے قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى [1]

”جن کو ہم نے اللہ کے سوا دوست بنایا ہے ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے۔ تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب کر دیں۔

یہ اللہ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں گے۔ لوگو! بات کو سمجھنا! بس اتنا فرق ہے کہ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ ہم ان کے آگے سفارش اس لیے کرتے ہیں ان کے سامنے نذر و نیاز اس لیے پیش کرتے ہیں، اس لیے چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اس لیے ان کے سامنے جھکتے ہیں، اس لیے ان کی پوجا کرتے ہیں، یہ رب کے ہاں سفارشی ہیں، رب کے نزدیک کرتے ہیں...... یہ عقیدہ مشرکین مکہ کا تھا۔

ہمارے معاشرے میں یہی عقیدہ قبر والوں کے متعلق رکھا جاتا ہے، وہاں چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں، ان سے مدد مانگی جاتی ہے، ان کے پاس جانور ذبح

[1] الزمر: 3

کیے جاتے ہیں، ڈرتے ہوئے ان کے سامنے قیام کیا جاتا ہے، قبر والوں کو اپنے نفع اور نقصان کا مالک سمجھا جاتا ہے اور ایسے ایسے بول بولے جاتے ہیں کہ مشرکین مکہ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے کسی مشرک نے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ اے لات! میرا فلاں مسئلہ حل کر دے، لات کون تھا بہت بڑا حاجی تھا لات جو بت بنایا ہے یہ حاجیوں کو ستّو پلانے والا بڑا نیکو کار مرد تھا کبھی کسی نے نہیں کہا لات ہمارا مسئلہ حل کر دے۔

یعوق، یغوث، نصر جو قوم نوح کے ولی تھے، ان کے مجسمے بنائے، کبھی کسی نے ڈائریکٹ ان کو آواز نہیں دی، ہمارے ہاں تو یہ بات برملا کہی جاتی ہے ناں

- یا غوث اعظم مدد کیجیے
- یا عبدالقادر جیلانی! شیأللہ
- معین الدین چشتی! پار لگا دے کشتی۔
- بہاؤالدین حق! بیڑا دھک
- لئے یارھویں والے داناں

پیارے مسلمان بھائیو! خدا کی قسم! یہ واسطے، وسیلے اللہ کے قریب نہیں کرتے، بلکہ جہنم کے قریب کر رہے ہیں۔ ہم اولیاء سے محبت کرتے ہیں میرے نزدیک اور میری جماعت کے نزدیک جو اولیاء کا گستاخ ہے وہ رب کا گستاخ ہے جو اولیاء کا گستاخ ہے وہ رسول ﷺ کا گستاخ ہے جو اولیاء کا گستاخ ہے وہ پوری شریعت کا گستاخ ہے لیکن اولیاء کی محبت کا یہ مطلب نہیں، ہر گز ہر گز نہیں......! کہ ہم اللہ والے حق اولیاء کو دے دیں، کہیں کہ فلاں کے طفیل معاف کر دے، فلاں کے صدقے معاف کر دے، صدقے، وسیلے اور طفیل کی ضرورت نہیں ہے۔ خدا کی قسم بالکل ضرورت نہیں......! اللہ کے نام پاکیزہ ہیں، اللہ کے نام پیارے ہیں، ان کے وسیلے کے ساتھ اعمال صالحہ کے وسیلے کے ساتھ اور جس بندے کو نیک سمجھتے ہو اس کے پاس جا کر دعا کروائیں۔ ان شاء اللہ الرحمٰن دین و دنیا کے خزانے عطا فرمائے گا۔

احسان کرنے والوں پر انعامات کی بارش

احسان کرنے والوں پر انعامات کی بارش

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ [1]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کا، احسان کا اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فحاشی و برائی اور سرکشی سے روکتا ہے، اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد دہانی حاصل کرو۔''

أَحْسِنْ إِلَى النَّاسِ تَسْتَعْبِدْ قُلُوْبَهُمْ
فَطَالَمَا اسْتَعْبَدَ الْإِنْسَانَ إِحْسَانُ

حمد و ثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود و سلام سیدنا و سید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید

---

 [1] النحل:90

الثقلین اما منافی الدنیا واما منافی الاخرۃ واما منافی الجنۃ ،کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دین اسلام کے ذریعے ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے، اسلامی تعلیمات ہمارے دونوں جہانوں کے لیے کامیابی کی ضامن ہیں۔ لیکن افسوس اور ظلم کی بات یہ ہے کہ آج کل 95 فیصد مسلمان اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہونے کی بنا پر سراسر اسلام کے خلاف زندگی بسر کررہے ہیں۔

اسلام کے منجملہ احکامات میں سے ہمیں ایک حکم یہ بھی ہے کہ ہم دنیا کی زندگی درجہ احسان پر فائز ہو کر بسر کریں۔ یعنی ہر ایک کے ساتھ احسان والا معاملہ کریں اور احسان کے ساتھ پیش آئیں۔ لیکن موجودہ مسلمانوں کی اکثریت میں ذرہ بھر احسان والا معاملہ نظر نہیں آتا، بلکہ احسان کی جگہ ظلم وزیادتی اور مفادات نے لے لی ہے۔ اور یہی ہماری بربادی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔

آج آپ اپنی سیاست، معیشت اور معاشرت میں احسان والا معاملہ کریں، احسان کرتے ہوئے لوگوں سے پیش آئیں تو سارا ماحول خیر وبرکت سے مالا مال ہو جائے گا۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر احسان کی اہمیت وفوائد کو بیان کیا ہے۔ آج ہم آپ کے سامنے اسی مضمون کو دلائل اور تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر ایک کے ساتھ احسان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

احسان کا معنی و مفہوم:

امام الاولیاء حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج السالکین میں لکھا ہے کہ احسان عبودیت کی اعلیٰ ترین منزل ہے، ایمان کا خلاصہ، ایمان کی روح اور ایمان کا کمال ہے بلکہ اکثر عبادات کی بنیاد ہی جذبۂ احسان پر ہے۔

عمومی طور پر ''احسان'' کا ترجمہ ''نیکی'' کیا جاتا ہے۔ ہمارے مترجمین نے بھی قرآن وحدیث میں وارد ہونے والے لفظ ''احسان'' کا ترجمہ اکثر مقامات پر ''نیکی'' ہی کیا ہے۔ اور یہ معنی اپنے عموم کے لحاظ سے بالکل درست ہے۔ احسان کئی اسلوب میں متعدد معانی کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور احسان کے مفہوم میں بنیادی طور پر تین باتیں شامل ہیں۔

1. احسان کا مادہ ''حُسن'' ہے، یعنی ہر خیر کا کام سنوار کر کرنا، خوبصورتی سے کرنا، ہر کام کرتے ہوئے اس کو درجۂ کمال تک پہنچا دینا، یعنی مسلمان زندگی میں جو بھی نیک عمل کرے اس کا تعلق عبادات سے ہو، اخلاقیات سے ہو یا معاملات سے ہو وہ اس کو اس قدر ذوق وشوق اور محبت سے کرے کہ اس کی ادائیگی میں حُسن پیدا ہو جائے اور وہ اپنی ادائیگی کے اعتبار سے درجۂ کمال تک پہنچ جائے۔

لیکن آپ سروے کر لیں اور مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ لیں آپ کو اکثر کاموں میں جلدی، تیزی، بے ترتیبی اور بے راہ روی نظر آئے گی۔ ہر خیر کے کام کو فرض یا بوجھ سمجھ کر اتارنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس کی ادائیگی میں ذوق شوق اور محبت نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

یا آپ سادہ لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ ہر کام کو ''مگروں لاون'' کی کوشش کی جاتی ہے اور اسی وجہ سے ہم ہر اچھے کام کی خیر و برکت سے محروم ہیں۔

۲ قرآن وحدیث کی اصطلاح میں لفظ "احسان" حُسنِ سلوک کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے، یعنی آپ کے ذمہ جو لوگوں کے واجبات اور حقوق ہیں آپ ان کو بطریقِ احسن ادا کریں، آپ کے ذمہ جو حقوق بنتے ہیں ان کی ادائیگی میں آگے بڑھتے ہوئے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیں، ہمدردی اور فیاضی کا جذبہ غالب رکھیں۔

مثال کے طور پر آپ کسی سے کسی کام کی ہزار روپے مزدوری طے کرتے ہیں تو آپ اس کی ادائیگی اول وقت کرتے ہوئے مٹھاس بھرے بول کے ساتھ اس کو الوداع کریں یا آپ ضرورت کے پیش نظر چائے اور پانی پلادیں یا آپ کے ہاں کوئی مہمان آتا ہے تو آپ اس کو چائے پانی کے ساتھ اپنی ہمت اور طاقت کے مطابق اچھا کھلانے پلانے کی کوشش کریں اور یہی احسان کا انداز آپ اپنے ہر رشتہ دار اور مسلمان سے رکھیں۔ نتیجۃً آپ کی زندگی خوشیوں سے مالا مال ہوجائے گی۔

۳ حدیثِ جبریل علیہ السلام میں کلمۂ احسان کو عبادت کے خاص مفہوم میں بیان کیا گیا ہے، جس طرح کے مشہور روایت میں ہے کہ سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے چند سوالات کیے۔ جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ مَا الْاِحْسَانُ "احسان کیا ہے" امام العابدین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

"تو اللہ کی ایسے عبادت کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے دیکھ نہیں رہا تو پس بلاشبہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے" [1]

یعنی احسان یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت اس قدر عاجزی اور خشوع

[1] صحیح البخاری:50

کے ساتھ کرے گویا کہ وہ اپنے اللہ کو سامنے دیکھ رہا ہے، جو بے بسی اور محبت کی کیفیت اپنے حقیقی الٰہ کو سامنے دیکھ کر بندے پر طاری ہوتی ہے، بعینہٖ اسی کیفیت اور ذوق شوق سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے۔ اس حدیث میں "کَاَنَّ" بڑے کام کا لفظ ہے، یعنی عبادت ایسے ہو گویا کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ حقیقت میں اللہ کو دیکھنا یا کوئی اپنے الٰہ کی مخصوص شکل اپنے سامنے بنانے کی کوشش کرنا یہ مقصود نہیں، مطلوب صرف یہ ہے کہ مسلمان عبادت میں یقین، معرفت، ہیبت، تعظیم اور نورِ ایمان کے اس قدر عالی درجے پر فائز ہو گویا کہ وہ اپنے رب کو دیکھ رہا ہے اور اسی کو مقام مشاہدہ کہا جاتا ہے۔

لیکن اگر یہ کیفیت نہ ہو تو کم از کم عبادت گزار کو یہ تو یقین ہونا چاہیے کہ میں اپنے الٰہ کی نگرانی میں ہوں، وہ میرے قریب ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے اور اس کیفیت سے بھی عبادت میں یکسوئی اور اخلاص پیدا ہوگا اور اسی کا نام "احسان" ہے۔

سامعین کرام......!

آپ نے احسان کے بنیادی تینوں مفہوم سماعت فرما لیے ہیں اور احسان کا سادہ مطلب یہ ہے کہ مسلمان پورے اخلاص وصداقت، پوری ہمت وعزیمت اور نہایت خوبی وکمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اللہ کے بندوں کے ساتھ بغیر ذاتی مفاد اور دنیوی اغراض کے بے لوث حسن سلوک کرے اور اس کا ہر معاملہ کریمانہ اور فیاضانہ ہو یہی عبادت کی اعلیٰ ترین منزلت ہے اور اسی میں دونوں جہانوں کی سعادت ہے اور ایسے لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے رب العالمین فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ

مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَّاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۞ ﴿۱﴾

''اور اس سے بہتر کس کا دین ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ کی طرف جھکا لیا اور وہ احسان کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم حنیف کے دین کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنالیا۔''

سامعین کرام......!

احسان ہی کی راہ ہی کامیابی اور سلامتی کی راہ ہے جب سے اہل اسلام احسان کی پاکیزہ روش سے ہٹ چکے ہیں اور وہ محسن بننے کی بجائے مجرم اور ظالم بن چکے ہیں، معاشرہ ذلت وتباہی کے کنارے جا پہنچا ہے۔

احسان کرنے والوں کیلئے انعام:

احسان کرنے والوں کے لیے اللہ کے ہاں کیا کچھ ہے......؟ اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا قرآن بھرا پڑا ہے۔ الٰہ العالمین نے اپنی کلام میں ایسے لوگوں کے لیے بے شمار انعامات کا اعلان کیا ہے، دنیا کی راحت اور سعادت کے ساتھ ساتھ آخرت میں جنت انہی لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

میں نہایت اختصار سے قرآن مجید کی روشنی میں آپ کے سامنے احسان کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو انعامات تیار فرمائے ہیں ان میں سے آٹھ کا تذکرہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو احسان کرنے والا بنائے اور ہم کو محسنین کی جماعت میں شامل فرمائے۔

 النساء:125

① احسان کا بدلہ احسان

جو شخص دنیا میں درجہ احسان پر فائز ہو کر زندگی بسر کرتا ہے، اپنے خالق اور اس کی مخلوق کے ساتھ احسان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے دونوں جہانوں میں احسان کا بدلہ احسان رکھا ہے، یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر احسان کرتا ہے، ان پر اپنی نعمتوں کی فراوانی کرتے ہوئے ان کو حقیقی خوشیاں نصیب کرتا ہے اور مرنے کے بعد بھی ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی مہمانی کے حقدار ہوں گے۔ جیسا کہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ [1]

''احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔''

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو شخص دنیا میں احسان کی زندگی بسر کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا میں بھی احسان فرمائیں گے اور آخرت میں بھی اس کے ساتھ احسان والا معاملہ کیا جائے گا۔

مفسرِ قرآن امام ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض مفسرین نے پہلے احسان کا معنی لا الہ الا اللہ کیا ہے اور دوسرے احسان کا معنی جنت کیا ہے، یعنی جو شخص دنیا میں لا الہ الا اللہ کو قبول کرتے ہوئے اس کے مطابق احسان والی زندگی بسر کرے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس پر احسان کرتے ہوئے موت کے بعد اسے جنت عطا فرمائیں گے۔ بہر صورت احسان کا بدلہ احسان کی ہی صورت میں ملے گا اور ایک مسلمان کے لیے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

---

[1] الرحمن: 60

② احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں ہوتا:

سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تختِ مصر پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے تخت پر بیٹھ کر ایسی ایمان افروز بات کی کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کو قرآن میں نازل فرما کر ہماری ہدایت کا سامان بنا دیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○

"جو شخص ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔" [1]

قرآن مجید کی اس آیت نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ پریشانی اور تنگی کا وقت جتنا لمبا بھی ہو بالآخر ڈرنے والے اور صبر کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ سے اجر ضرور پاتے ہیں۔ احسان کرنے والوں کو ان کے صلے سے محروم رکھا جاتا ہے نہ ہی ان کے اجر کو ضائع کیا جاتا ہے۔

سورۂ ھود میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کئی ایک انبیاء کرام علیہم السلام کا قدرے تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے اور یہی وہ سورت ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ سب سے پہلے اس سورت میں آپ کو سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر ملے گا، اس کے بعد سیدنا ھود علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے جو نامناسب رویہ اختیار کیا اس کا تذکرہ ملے گا اور اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کو کس طرح اپنی قوم سے بے رخی کا سامنا کرنا پڑا، اس کا بیان ملے گا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آخر میں جو اپنے پیغمبر سے بات کی ہے وہ بڑی قابلِ توجہ

[1] یوسف:90

ایمان افروز اور روح پرور ہے۔ اللہ تعالیٰ آخر میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ [1]

''اور صبر کر بلاشبہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔''

قرآن مجید کی ان آیات نے اس بات کو واضح کر دیا کہ جذبہ احسان سے جینے والے، اپنی عبادت اور اپنے اخلاق میں درجہ احسان کو پہنچنے والے، وقتی طور پر اگرچہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوں لیکن بالآخر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ایسے لوگوں کو ہی کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کرتے ہوئے عزت وعظمت سے نوازتے ہیں اور ایسے لوگوں کا اجر کبھی ضائع نہیں ہوتا۔

سامعین کرام......!

آج کل یہ بات اکثر لوگوں کی زبان پر ہے کہ مجھے احسان کرنے کا کیا فائدہ ہوگا......؟ بڑا احسان کرکے دیکھ لیا، یہاں پر احسان کرکے کچھ نہیں ملتا......! وغیرہ وغیرہ۔

پہلی اور اصولی بات یہ ہے کہ کسی مسلمان سے اس لیے نیکی نہیں کرنی چاہیے کہ وہ دنیا میں مجھے اس کا صلہ دے، وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ''اس نیت سے احسان نہ کر کہ تجھے زیادہ ملے'' [2]

اور دوسری بات یہ ہے کہ نیکی کرتے وقت نگاہ زمین والوں کی طرف نہیں بلکہ عرش والے کی طرف ہونی چاہیے، وہی ہے جو اپنے بندے کو یہ کہہ کر تسلی دیتا ہے

---

[1] ھود: 115

[2] المدثر: 6

کہ میں احسان کرنے والوں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا، احسان کرنے والے کو اس کے احسان کا بدلہ دنیا و آخرت میں ضرور مل کر رہے گا۔

یاد رہے......!

احسان والی زندگی کا بڑا مول ہے، جلد باز لوگ فضول بول بول کر اپنے اعمال کو ضائع نہ کریں بلکہ اپنے ہر احسان پر نیک جزا کی پوری پوری امید رکھیں۔ اللہ ہم سب کو احسان کا بدلہ اپنی جناب سے عطا فرمائے۔ آمین!

③ احسان کرنے والوں کے لیے اجرِ عظیم ہے:

ایک سچے مومن کے لیے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ رب العالمین کی طرف سے ضمانت مل رہی ہے کہ اس کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کیا جائے گا، مال و زر، صحت و سلامتی، نیک اولاد اور خیر و برکت کے ذریعے اسے احسان کا اجر ملتا رہے گا اور احسان کرنے والوں کے لیے تو اجرِ عظیم ہے۔ بائیسویں پارے میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو علی الاعلان خطاب کیا گیا کہ

وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ [1]

''اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے احسان کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے''

ازواج مطہرات نے عملی طور پر اللہ و رسول اللہ کو پسند کرتے ہوئے اور آخرت کی زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے احسان کی زندگی بسر کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو

[1] الاحزاب:29

ان کے احسان کا دنیا میں یہ بدلہ دیا کہ ان کو ہر مومن کی ماں ہونے کا درجہ حاصل ہے اوران کوان کے اکہرے عمل پر دوہرا اجر دیا جاتا ہے۔ آخرت کے روز احسان کرنے والی ان پاکیزہ روحوں کے لیے جو اجرِ عظیم ہوگا اس کی کیفیت اور ماہیت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ایک دوسرے مقام پر احسان کرنے والے سچے مسلمان کے اجر کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ [1]

"کیوں نہیں! جس نے اپنے چہرے کو اللہ کے حوالے کر دیا اور وہ احسان کرنے والا بھی ہے تو ایسے شخص کے لیے اس کے رب کے ہاں اجر ہے، ان کے لیے نہ کوئی ڈر ہے اور نہ کوئی غم۔"

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ ایمان کی حالت میں احسان والی زندگی کی اللہ کے ہاں بہت قدر و قیمت ہے۔ ایسے لوگوں کو احسان کا بدلہ احسان ملے گا، ان کے احسانات والے اجر کبھی ضائع نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ محسنین کو اپنی طرف سے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ اللھم اجعلنا منھم

4 اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہیں:

ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر شرف کیا ہوسکتا ہے کہ اس کا اللہ اس کے ساتھ ہو۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ کسی شخص کے ساتھ اگر معمولی حیثیت کا کوئی افسر

---

[1] بقرہ:112

ہو تو اس کے پاؤں زمین پر نہیں لگتے اور وہ اس کی معیت کی خوشی میں تمتما اٹھتا ہے۔ لیکن کیا کہنے اس مسلمان کے جو احسان کی زندگی بسر کرتا ہے اور ہمہ وقت اس کے اللہ کی رحمت و نصرت اس پر سایہ کرتی ہے۔ چودھویں پارے کی آخری آیت کا اختتام یوں ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝ [1]

"بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں اور احسان کرنے والے ہیں۔"

آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت اور اس کی رحمت و نصرت ان لوگوں کا انتخاب کرتی ہے جو گناہوں سے بچ کر درجہ احسان پر فائز ہوتے ہیں۔ ہر نیک عمل کرتے ہوئے اس میں حسن پیدا کر دیتے ہیں اور ان کی نیکی کے حسن کو دیکھ کر آسمان پر ملائکہ بھی کہتے ہیں: واہ! سبحان اللہ! نیک عمل کرنے میں کمال کر دی، حد کر دی......! اور اسی بات کو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [2]

"اور جو لوگ ہماری خاطر مشقت اٹھائیں گے ان کو ہم ضرور بالضرور اپنے راستے دکھائیں گے اور بلاشبہ اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

---

[1] النحل: 128

[2] عنکبوت: 69

سامعین کرام......!

ظلم وستم اور فساد و مفاد کی زندگی چھوڑ کر احسان کی زندگی بسر کریں، اپنی عبادت وریاضت احسان کے ساتھ کریں، اپنی اخلاقیات اور اپنے معاملات میں احسان کا دامن نہ چھوڑیں۔ خدا کی قسم......! آپ اللہ کی رحمت اور اس کی خصوصی نصرت کو اپنی آنکھوں سے اترتا دیکھیں گے اور احسان والی زندگی آپ کے لیے اس قدر مبارک ہوگی کہ بغیر دعا کے ہی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ آپ کی تمام حاجات کو پورا فرمادیں گے۔

5 احسان کرنے والوں سے اللہ محبت رکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا شہنشاہِ کائنات ہو کر کسی بندے سے پیار کرنا بہت بڑی بات ہے اور کسی مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کہ اس کا خالق و مالک اس سے پیار کرے اور احسان کرنے والے ایسے پاکیزہ لوگ ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ان سے پیار کرتے ہیں۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کئی ایک مقامات پر بیان کیا ہے۔ وقت کی قلت کے پیشِ نظر دو مقام میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ [1]

''اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اس آیت سے کئی علمی اور عملی نکات سامنے آتے ہیں جن میں سے تین

[1] بقرہ:195

کا تذکرہ کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

1 مال اور وسائل ہونے کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا ہلاکت وتباہی ہے۔ آج ہماری معیشت کی بربادی صرف اور صرف اسی لیے ہے کہ ہمارے سرمایہ دار حضرات اپنا بینک بیلنس مضبوط کرنے کے چکروں میں ہیں اور ان کو راہِ خدا میں احسان سے خرچ کرنے کی کوئی فکر نہیں۔ لاکھوں کے ذاتی اور گھریلو اخراجات ایسے ہیں جو سو فیصد اسراف اور تبذیر کے زمرے میں آتے ہیں لیکن ان کے بالوں میں جوں تک نہیں رینگتی کہ کئی غربا و یتامیٰ اور دینی مدارس کے مستحق طلباء ایک وقت کی روٹی کو ترس رہے ہیں۔

2 اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ پیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیار جن خوش نصیبوں کو نصیب ہوتا ہے ان میں سے محسنین سرفہرست ہیں جو دنیا کی زندگی درجہ احسان پر فائز ہو کر بسر کرتے ہیں۔ ان کے ہر قول و فعل اور عمل میں احسان کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔

3 یہ آیت واضح کرتی ہے کہ بخیل اور کنجوس شخص کسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا پیارا نہیں ہوسکتا۔ جو پوری قدرت رکھنے کے باوجود کسی تڑپنے والے کی تکلیف کو کم نہ کرے اور کسی ترسنے والے کے لیے پیغام آس نہ بنے۔ ایسا خود پرست اور بخیل آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت سے بہت دور ہے اور آج کل ایسے لوگ تھوک کے حساب سے ہیں۔ (اعاذنا اللّٰہ منھم)

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

الْمُحْسِنِيْنَ ○ [1]

اور غصے کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں سے درگزری کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔"

اس آیت نے بھی واضح کردیا کہ غصے کو پینے والے اور لوگوں کی غلطیوں سے درگزری کرنے والے جہاں اہلِ احسان ہیں وہاں وہ اہل جنت بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والے لوگوں سے بہت زیادہ پیار کرتا ہے۔

سامعین کرام......! غصیلا، ہٹ دھرم اور ضدی شخص احسان کرنے والا ہوسکتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کا پیارا بن سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ طلاق جیسے ناخوشگوار موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے احسان کا حکم فرمایا ہے کہ طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد

فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ [2]

"یا تو پھر اچھے طریقے کے مطابق رکھ لینا ہے یا احسان کے ساتھ رخصت کردینا ہے۔"

لیکن......! کتنے لوگ ہیں جو احسان کے ساتھ مطلقہ بیوی کو رخصت کرتے ہیں......؟ کون سی تہمت ہے جو طلاق کے موقعوں پر نہیں لگائی جاتی......؟ کون سا دکھ ہے جو اس موقعے پر نہیں دیا جاتا......؟ کون سا طعنہ ہے جو نہیں دیا جاتا......؟

یاد رہے......! یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے ظلم وستم اور فساد کی وجہ سے دنیا میں بھی ذلیل ہیں اور آخرت میں بھی ان کے لیے ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

اللہ کے بندو......! ناخوشگوار مواقع زندگی میں آتے ہیں بلکہ ضرور آتے

---

[1] آل عمران:134

[2] بقرہ:229

ہیں، ایسے موقعوں پر نرمی اور معافی والے ہی احسان والے ہیں اور ایسے لوگوں سے ہی اللہ تعالیٰ پیار فرماتے ہیں۔

6 احسان کرنے والوں کیلئے مغفرت اور کثرت ہے:

قرآن مجید کے مطالعہ سے تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وبرکت اور محبت کے سب خزانے احسان کرنے والوں کے لیے ہی ہیں۔ جس قدر مسلمان محسن بنتا چلا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی معیت، محبت اور مغفرت اس کو اپنے سائے میں ڈھانپ لیتی ہے، پہلے پارے میں احسان کرنے والوں کے لیے ایک اور انعام کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [1]

"ہم تمہاری غلطیاں معاف کردیں گے اور عنقریب احسان کرنے والوں کو زیادہ بھی دیں گے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ لینے کے لیے زیادہ سے زیادہ احسان کرنے کی ضرورت ہے۔ جو شخص جس قدر زیادہ احسان کرنے والا ہوتا ہے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس سے کہیں بڑھ کر اپنے محسن بندے پر اپنی نوازشات اور اپنے انعامات کی بارشیں کرتا ہے۔ دین ودنیا اور آخرت کے تمام خزانوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے کے لیے مختصر اور آسان طریقہ احسان کرنے کا ہے اور ہم نے عملی طور پر دیکھا ہے کہ جو لوگ ظالم، مفاد پرست اور فساد پرست ہوتے ہیں ان کے گھروں میں کبھی پوری نہیں پڑی۔

---

[1] بقرہ:56

7 اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے:

رب العالمین نے اپنی پاکیزہ کلام میں احسان والی زندگی کے فوائد اور انعامات کو کئی ایک مقامات پر بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔جیسا کہ آپ چھ فوائد سماعت فرما چکے ہیں اور اسی طرح ساتویں عظیم الشان فائدے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ احسان کرنے والے خوش نصیبوں کو رحمت کا سوال نہیں کرنا پڑتا بلکہ ہم ان کے مثالی کردار کی وجہ سے اپنی رحمت کو ہمیشہ کے لیے ان سے قریب کر دیتے ہیں، زندگی کے ہر اہم موڑ پر ہماری رحمت ان کے قریب ہوتی ہے۔ احسان میں تو ایسی مقناطیسیت کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت اور محبت جیسے عظیم سرمائے کو اپنی طرف کھینچ لاتا ہے۔ اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے رب العالمین نے کیا خوب انداز اور کیا ایمان افروز الفاظ منتخب فرمائے ہیں:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ

”اور زمین میں فساد نہ کرو اس کی اصلاح کے بعد اور اسی کو پکارو، خوف اور شوق کے ساتھ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے۔“

اس آیت کے تناظر میں میں ایک بہت بڑی حقیقت کھول کر بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ظالم، کمینے اور گھٹیا ذہن رکھنے والے تنگ نظر لوگ باوجود رسمی عبادتوں اور دعاؤں کے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے محروم کیوں رہتے ہیں......؟

اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ انکا کردار ان کی دعاؤں کے مطابق نہیں ہوتا

بلکہ ان کی تنگ نظری، مفاد پرستی اور گھٹیا سوچ دعاؤں کی قبولیت میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتی ہے اور ان کے مکروہ کردار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کبھی بھی ان کے قریب نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پانے کا آسان حل یہی ہے کہ احسان کرنے والے بن جائیں، اپنی عبادت میں خشوع وخضوع اور عاجزی وبے بسی کا اہتمام کریں، ایسی عبادت ہی احسان والی ہے اور جو آپ کے ذمہ آپ کے رشتہ داروں اور ملازموں کے حقوق ہیں ان کو بروقت اچھے طریقے سے ادا کرنے میں ذرہ بھر غفلت نہ کریں۔ جس دن سے آپ درجۂ احسان پر فائز ہوں گے اور جذبۂ احسان سے سرشار ہوں گے تو آپ اپنی صحت مند روحانی زندگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو اترتا ہوا دیکھیں گے۔

⑧ احسان کرنے والوں کیلئے بشارت ہے:

احسان کرنے والا اللہ تعالیٰ کا حق رکھتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا حق رکھتا ہے وہ دونوں حقوق برابر ذمہ داری، سنجیدگی اور پوری خوبصورتی سے ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو نوازنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے۔ بلکہ ایسے لوگوں کے لیے دونوں جہانوں میں خوشخبری ہے، کامیابی وکامرانی کی بشارت ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے احسان والوں کے لیے بشارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ [1]

---

[1] الحج: 37

اللہ تعالیٰ کو ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، بلکہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے انکو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے تا کہ تم اللہ کی عطا کی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائی بیان کرو اور احسان کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔"

سامعین کرام......! خوشخبری کس چیز کی ہے......؟ جیسا کہ آپ سماعت فرما چکے ہیں کہ یہ خوشخبری اللہ تعالیٰ کی معیت کی ہے، اس کی محبت اور مغفرت کی ہے، اس کی رحمت اور بخشش کی ہے اور اللہ تعالیٰ یہ خوشخبری رزق حلال، صالح اعمال اور نیک اولاد کی صورت میں بھی دیتے رہتے ہیں اور اسی بشارت اور خوشخبری کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بھی بیان فرمایا ہے:

وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝ [1]

اور ایک تصدیق کرنے والی کتاب جسے ہم نے اتارا ہے عربی زبان میں ہے تا کہ جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں ڈرائیں اور احسان کرنے والوں کے لیے بشارت ہے۔"

اللہ کے بندو......! ظلم کی اس اندھیر نگری میں اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کا حقدار بننے کے لیے احسان کی زندگی سب سے کامیاب زندگی ہے، اپنی ذات اور اپنے مفاد کے لیے جینے والے اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کے کبھی حقدار نہیں ٹھہرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشخبری تو ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کے سامنے جھکنے میں کمی کرتے ہیں اور نہ ہی خلقِ خدا کی خدمت کرنے میں جی چراتے ہیں۔

---

[1] الاحقاف: 12

⑨ احسان کرنے والوں کیلئے جنت ہے:

احسان والی زندگی عزت وعظمت کی زندگی والی دوسرا نام ہے اور محسنین کے لیے جہاں دنیا میں لاتعداد انعامات اور بے شمار نوازشات ہیں وہاں آخرت میں ان کی مہمان نوازی کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت جیسی عظیم نعمت کو تیار کیا ہوا ہے۔ جہاں ان کے لیے ہمہ وقت ہر قسم کی خوشی موجود ہوگی۔ اور ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے......؟ غور فرمائیں! اللہ تعالیٰ نے کس قدر خوبصورت پیرائے میں احسان کرنے والے لوگوں کے لیے جنت کا تذکرہ فرمایا ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَّعُيُونٍ ○ اٰخِذِينَ مَا اٰتَاهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَالِكَ مُحْسِنِينَ ○ [1]

''بلاشبہ پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہوں گے، لے رہے ہوں گے جو کچھ ان کو ان کے رب نے دیا، بلاشبہ وہ اس سے پہلے احسان کرنے والے تھے۔''

سبحان اللہ......! کیا خوش نصیبی ہے احسان کرنے والوں کے لیے کہ جنت میں جب ان کو نوازا جائے گا اور انکو خوش کرنے کے لیے ہر نعمت دی جائے گی تو اس کے ساتھ ساتھ یہ اعلان ہوگا کہ یہ سارا کچھ تمہاری احسان والی زندگی کی جزا ہے۔

اسی بات کو انتیسویں پارے میں یوں بیان کیا گیا ہے:

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَلٍ وَّعُيُونٍ ○ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ○ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيْئًا بِمَا كُنْتُمْ

[1] الذاریات:15,16

تَعْمَلُوْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ [1]

''بلاشبہ متقین سائے میں اور چشموں میں ہوں گے اور من چاہے پھلوں میں۔ مزے کے ساتھ کھاؤ اور پیو اس عمل کے بدلے جو تم کرتے تھے۔ ہم احسان کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔''

سامعین کرام......!

آج کی ساری گفتگو کا خلاصہ یہی ہے کہ:

- اپنی عبادت میں کمال پیدا کرو۔
- اللہ کی مخلوق سے اچھے اور اعلیٰ طریقے سے پیش آؤ۔
- والدین، رشتہ دار اور اپنے ماتحت لوگوں پر احسان کرو حتیٰ کہ حیوان بھی تمہارے احسان سے محروم نہیں رہنے چاہئیں۔

امام المحسنین نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ فَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ [2]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنا ضروری قرار دیا ہے، جب تم قتل کرو تو قتل میں بھی احسان کرو اور جب جانور ذبح کرو تو ذبح میں بھی احسان کرو، ذبح کے وقت چھری کو اچھی طرح تیز کر لو اور اپنے جانور کو آرام پہنچاؤ۔''

---

[1] المرسلٰت: 44-41

[2] صحیح المسلم: 1955

پیارے مسلمان بھائیو......!

یہ ہے ہماری پیاری شریعت جو ہمیں جانوروں پر بھی احسان کرنے کا حکم دیتی ہے۔لیکن افسوس کہ آج ہماری زندگی احسان سے خالی ہے،عبادت میں احسان ہے نہ ہی والدین کے ساتھ احسان ہے، ملازموں کے ساتھ احسان ہے نہ ہی اپنے محسنوں کے ساتھ احسان ہے۔جب زندگی کا ہر شعبہ احسان سے خالی ہو تو پھر لوگ اسی طرح مارے مارے پھرتے ہیں جس طرح آج ہم لوگوں کی حالت دیکھ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم سب کو احسان کرنے والا بنائے اور ہم کو محسنین کی صف میں شامل فرما کر اپنے تمام انعامات کا حقدار بنائے۔

هذا ما كان عندی

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقی الا بالله

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نافرمان کون......؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نافرمان کون......؟

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ [1]

''پس وہ لوگ ڈریں جو اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو آفت نہ آ پہنچے یا ان کو تکلیف دہ عذاب پہنچ جائے۔''

وقالَ الْإِمَامُ أَبُوْبَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ رضی اللہ عنہ :

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّيْ أَخْشَى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيْغَ [2]

---

[1] النور:24/63

[2] صحیح البخاری۔ کتاب فرض الخمس:3093

"میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کیا کرتے تھے، کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل میں سے کوئی چیز بھی چھوڑوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔"

حمد و ثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لا شریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود و سلام سیدنا و سید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کی بات امت کے لیے رحمت و سعادت اور کامیابی و کامرانی کی ضامن ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جہاں آپ ﷺ کی ذات سے بے پناہ عقیدت تھی وہاں وہ آپ ﷺ کے اشارہ ابرو پر مال و زر اور تن من دھن قربان کر دیا کرتے تھے۔ اسی لیے ان کی شان میں قرآن نازل ہوتا تھا اور ان کی نصرت و تائید کے لیے آسمان سے رحمت کے فرشتے اترا کرتے تھے۔

آج ہم بحیثیت پاکستانی اور بحیثیت مسلمان پوری دنیا میں صرف اور صرف اس لیے مغلوب اور ذلیل و خوار ہیں کہ ہم نے صرف رحمتِ دو جہاں حضرت محمد رسول

اللہ ﷺ کے طریقے اور سنت ہی کو نہیں چھوڑا بلکہ ہم علی الاعلان آپ ﷺ کے واضح حکموں کی نافرمانی اور بغاوت کر رہے ہیں۔ جو قوم امام الانبیاء ﷺ کی اس قدر نافرمان ہو کہ وہ آپ ﷺ کے دیئے ہوئے حکموں کی بھی پروا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر طرح طرح کی آفتیں اور مصیبتیں نازل کرتا ہے، ایسے نافرمان جہاں اپنے فاسق و فاجر حکمرانوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتے ہیں وہاں اسلام دشمن طاقتیں بھی ان کو اپنے ظلم کا نشانہ بنا لیتی ہیں۔

موجودہ حالات میں ہماری بچت کا صرف اور صرف ایک حل ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے صریح حکموں کی مخالفت چھوڑ دیں اور آپ ﷺ کے طریقے پر چل نکلیں۔

میں ان شاء اللہ الرحمن آج کے اس عظیم الشان خطبۂ جمعہ میں آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے چند ایسے صریح حکم بیان کرنا چاہتا ہوں، جو صیغہ امر سے ہیں اور جن پر عمل کرنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے، لیکن ہم اپنے مفادات اور اپنے آباؤ اجداد کی اندھی پیروی کرتے ہوئے ان کی مخالفت کرتے ہیں اور اسی وجہ سے آج پوری دنیا کے سامنے ذلیل و خوار ہیں۔

الٰہ العالمین نے اسی بات کو قرآن مجید میں ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ [1]

”پس وہ لوگ ڈریں جو اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو آفت نہ آ پہنچے یا ان کو تکلیف دِہ عذاب پہنچ جائے۔“

---

[1] النور: 24/ 63

عقیدے میں نافرمانی:

کلمہ پڑھنے کے بعد نیک اعمال کی قبولیت اور نجات کے لیے عقیدے کا درست ہونا از حد ضروری ہے۔ جس شخص کے عقیدے میں ذرہ بھر خرابی ہوگی اس کے اعمال برباد کردیے جائیں گے اور اس کو بڑھکتی ہوئی آگ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے عقیدے کی درستگی کے لیے بہت محنت اور تربیت فرمائی ہے۔ غیروں کی بندگی اور عبادت سے نکال کر ایک اللہ کی عبادت کے لیے آپ ﷺ نے ہر قسم کی قربانی پیش فرمائی۔ جس معاشرے میں آپ تشریف لائے اس معاشرے میں لوگ مشکل اوقات میں اپنے بتوں، جنوں اور فرشتوں کو پکارا کرتے تھے، ان کی پناہ میں آتے اور مشکل کی گھڑی میں ان کو اللہ کی بارگاہ میں بطورِ سفارشی پیش کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بدعقیدگی سے سختی کے ساتھ منع فرمایا اور ساتھ اس بات کا حکم ارشاد فرمایا کہ دعا، پکار اور مدد صرف اکیلے اللہ سے مانگنی چاہیے۔

آیئے ! میں آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے تینوں حکم پڑھتا ہوں

❶ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا:

اُدْعُوْا اللّٰهَ وَأَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْإِجَابَةِ [1]

"اللہ کو پکارو، اس سے دعا کرو اور تمہیں قبولیت کا پورا یقین ہو۔"

اس حدیث میں واضح حکم ہے کہ پکارنا اللہ کو ہے، دعا اللہ سے کرنی ہے اور پورے یقین سے کرنی ہے۔

❷ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا:

---

[1] ترمذی:3479

وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ [1]

''اور جب تو سوال کرے، پس اللہ سے سوال کرو۔''

اس حدیث میں واضح حکم ہے کہ صحت، اولاد، رزق اور ہر وہ نعمت جو کسی انسان کے بس میں نہیں اس کا سوال صرف اور صرف اکیلے اللہ سے کرنا ہے۔

۳ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ:

فَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ [2]

''پس جب تو مدد طلب کرے تو اللہ سے مدد طلب کر۔''

اس حدیث میں واضح حکم ہے کہ خوشی اور تنگی میں مدد صرف اور صرف اللہ ہی سے مانگنی ہے۔

سامعین کرام......!

رسول اللہ ﷺ کے ان واضح حکموں کے باوجود آج ان کی مخالفت پورے زور وشور پر ہے اور اللہ کو چھوڑ کر ان فوتشدگان بزرگوں کو مدد کے لیے پکارا جاتا ہے، ان کے آگے صحت، رزق اور اولاد کے لیے دست دراز کیئے جاتے ہیں اور جھولیاں پھیلائی جاتی ہیں، ان کے آگے گھٹنے ٹیکے جاتے ہیں اور ان کی خوشنودی کے لیے سجدے بھی کیے جاتے ہیں۔ جبکہ ان کو دنیا سے گئے صدیاں بیت چکی ہیں اور ان کی قبریں بھی ہزاروں میل دور ہیں۔

اللہ کے بندو......! یاد رکھو

✿ یارسول اللہ مدد......!

---

[1] جامع الترمذی:2516

[2] جامع الترمذی:2516

- یا علی مدد......!
- یا حسین مدد......!
- یا غوث اعظم مدد......!
- یا پیر دستگیر عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ......!
- یا امام بری کر دے قسمت ہری......!
- پیر عبدالحق بیڑا دھک......!
- غوث پاک دے تارے کدی ڈُب دے ای نئیں......!
- لئے یارھویں والے داناں تے ڈُبی ہوئی تر جائیں گی......!

اور اس جیسے تمام جملے شرکیہ ہیں اور یہ جملے بولنے والا مدینے والے مرشد پاک ﷺ کا نافرمان ہے۔ اگر اس جیسے کلمات شرکیہ نہیں تو پھر دنیا میں شرک نام کی کوئی چیز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ساری زندگی اللہ ہی سے مدد مانگی، اللہ ہی کو پکارا اور اللہ ہی سے سوال کیا، صحابہ وصحابیات اپنی پریشانی کو لے کر جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو واشگاف الفاظ میں کہتے:

أُدْعُ اللّٰهَ لِيْ ، أُدْعُ اللّٰهَ لَنَا [1]

''میرے لیے اللہ سے دعا کریں، ہمارے لیے اللہ سے دعا کریں۔''

کسی صحابی اور تابعی سے ثابت نہیں کہ اس نے کسی فوت شدہ نیک صحابی یا تابعی کو مدد کے لیے پکارا ہو، مشکل وقت میں اس سے سوال کیا ہو اور اس سے صحت، رزق اور اولاد کے لیے مدد طلب کی ہو۔

---

[1] سلسلہ صحیحہ: 2254,140

شہزادۂ جنت رضی اللہ عنہ شہادت کے وقت:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کون نہیں جانتا......؟ آپ رضی اللہ عنہ تقویٰ وطہارت اور جرأت وشجاعت کے بہت بڑے امام اور جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

ہمارے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ کی شان اور بلند مقام کو گرانے والا اور چند تاریخی غیر معتبر روایات کو لے کر آپ کے متعلق گستاخانہ لب ولہجہ رکھنے والا مردود اور لعنتی ناصبی ہے۔

بہرصورت امام شبابِ اہل جنت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میدانِ کربلا میں جب خون میں لت پت شہادت کے قریب تھے شیعہ سمیت تمام مؤرخین اسلام نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے شہادت سے قبل مدد کے لیے نہ تو اپنے نانا پاک ﷺ کو پکارا اور نہ ہی والدِ گرامی قدر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو پکارا (حالاں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبر کربلا کے بالکل قریب نجف میں ہے) بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہی فرمایا:

أَدْعُوْكَ يَا إِلٰهِي لَا إِلٰهَ سِوَاكَ يَا إِلٰهِي

''اے میرے اللہ! میں رسول اللہ ﷺ کا نواسہ اور علی کا بیٹا مشکل کی اس گھڑی میں تجھ ہی کو پکارتا ہوں اور اس بات کو اعلان کرتے ہوئے دنیا سے جا رہا ہوں کہ میرا مشکل کشا بھی تو ہے اور میرا حاجت روا بھی تو ہے۔''

اِک مغالطہ اور اس کا حل:

جو لوگ فوت شدگان کو مدد کے لیے پکارتے ہیں وہ سادہ لوح لوگوں کو یہ کہہ کر مغالطہ دیتے ہیں کہ دیکھیں جی......!

- تم آپس میں بھی تو ایک دوسرے سے مدد مانگتے ہو
- بیمار تم سے دوائی مانگ کر مدد طلب کرتا ہے۔
- بھوک لگے تو اپنی بیوی سے روٹی مانگ کر اس سے مدد طلب کرتے ہو
- پیسے لینے ہوں تو قرض مانگ کر تم دوسروں سے مدد طلب کرتے ہو، وغیرہ

سامعین کرام......!

اسلام ایک دوسرے سے تعاون کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص فائدہ پہنچانے میں کسی کے کام آ سکتا ہے تو اس کو اس میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ ایک دوسرے پر خرچ کرنا، آپس کے دکھ درد میں شریک ہونا اور مشکل گھڑی میں کسی سے تعاون کرنا، ان تمام باتوں کا شریعت ہمیں حکم دیتی ہے اور جو آپ کے پاس ہو اور جو آپ کے سامنے ہو، اس میں تعاون کا سلسلہ اسلام کا بنیادی حکم ہے۔ لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ ایک شخص کو فوت ہوئے ہزاروں سال گزر چکے ہیں اور اس کی قبر بھی میلوں کے فاصلے پر ہے مگر آپ اس سے اولاد مانگتے ہیں، صحت مانگتے ہیں، رزق مانگتے ہیں اور خوشی کا سوال کرتے ہیں، جبکہ یہ تمام کام نہ اس کے بس میں ہیں نہ وہ آپ کی باتوں کو سن رہا ہے اور نہ ہی وہ آپ کی مدد کو پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی وہ آپ کے مطالبے پورے کر سکتا ہے۔

اللہ کے بندو......! جو شخص نہ آپ کے سامنے ہے، نہ وہ آپ کی بات کو سن رہا ہے اور جو کچھ آپ اس سے مانگ رہے ہیں نہ وہ دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

مجھے ایک دفعہ ایک حضرت سے بات کرنے کا موقع ملا، دورانِ گفتگو انہوں نے دھیمی آواز میں ''یا علی مدد'' کہا۔ تو میں نے ان سے پوچھا: کہ یہ آپ نے کیوں کہا ہے......؟

کہنے لگے: یہ بالکل درست ہے! میں نے ان سے کہا کہ آپ میری

دو باتوں کا جواب دیں۔

❶ آپ نے کہا ہے ”یاعلی مدد“ کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کی یہ آواز سنی ہے......................؟؟؟

❷ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک نجف میں ہے اور روح جنت میں ہے، کیا وہ آپ کی مدد وہیں سے کریں گے......؟؟؟

یا آپ کی مدد کے لیے یہاں پہنچیں گے............................؟؟؟

سامعین کرام......! میں رب کبریا کی کبریائی کی قسم کھا کر کہتا ہوں! وہ مناظر مجھ کو کہنے لگا: کہ مولانا......! میں اس بارے کچھ نہیں کہہ سکتا!

آؤ میرے مسلمان بھائیو......!

آج میں یہی بات بیان کرنا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے حکموں کی نافرمانی سے بچو! ورنہ آفتوں اور مصیبتوں سے دنیا کی کوئی ہستی آپ کو نہیں بچا سکتی۔

یہی بات قرآن پاک نے کہی ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ [1]

”پس وہ لوگ ڈریں جو اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو آفت نہ آ پہنچے یا ان کو تکلیف دِہ عذاب پہنچ جائے۔“

صرف اکیلے اللہ کی قسم اٹھاؤ:

رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے:

---

[1] النور: 24/63

إِيَّاكُمْ وَالْحَلِفَ وَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ [1]

''قسمیں اٹھانے سے بچو! اور جو کوئی قسم اٹھانے والا ہو، پس وہ اللہ کی قسم اٹھائے۔''

اس حدیث شریف میں دو حکم ہیں:

1. بات بات پر قسمیں نہیں اٹھانی چاہئیں۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ ''ایاکم'' اسم فعل بمعنی امر ہے، کہ قسمیں اٹھانے سے بچنا ضروری ہے۔

2. لیکن اگر کسی موقع پر قسم اٹھانے کی ضرورت پڑ جائے تو صرف اور صرف اللہ کے نام کی قسم اٹھانے کا حکم ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم اٹھانا جائز نہیں ہے۔ آج کل اکثر لوگ اپنی ماں، بیوی، محبوبہ وغیرہ کی قسم اٹھاتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ جو شخص اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم اٹھاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے اور اس کو معاشرتی آفتوں اور مصیبتوں سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔

یہاں ضمنی طور پر قسم کی دو قسمیں اچھی طرح سمجھ لیں، قسمِ محبت اور قسمِ شرک

قسمِ محبت یہ ہے کہ آپ پیار میں آ کر کسی کی قسم اٹھائیں، مجھے میری مری ہوئی ماں کی قسم! یا مجھے میری بیوی کی قسم یا مجھے آپ کی قسم وغیرہ وغیرہ۔

ایسی قسم بھی ناجائز اور حرام ہے اور ایسی قسم اٹھانے والا رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔

قسمِ شرک یہ ہے کہ آپ کسی پیر، فقیر، ملنگ یا سائیں کی اس عقیدے سے قسم اٹھائیں کہ وہ آپ کو نفع بھی دے سکتا ہے اور نقصان بھی دے سکتا ہے، تو یہ قسمِ

---

[1] صحیح البخاری: 6108، صحیح المسلم: 4126

شرک ہے جیسا کہ کئی لوگ یارہویں والے پیر کی قسم اٹھاتے ہیں اوران کا یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ یارہویں والا پیر ہمارا نقصان کرسکتا ہے اور فائدہ دے سکتا ہے۔

ایسی قسم اٹھانے والا شخص مرضِ شرک میں بھی مبتلا ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کا نافرمان بھی ہے۔اور جو رسول اللہ ﷺ کے امر کی نافرمانی کرے اس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ [1]

”پس وہ لوگ ڈریں جو اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو آفت نہ آ پہنچے یا ان کو تکلیف دہ عذاب پہنچ جائے۔“

اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو:

رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے:

لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدُاللهِ فَقُوْلُوْا ! عَبْدُاللهِ وَرَسُوْلُهٗ [2]

”میری شان اس طرح نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے عیسٰی بن مریم کی شان کو بڑھایا، میں تو صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، پس تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو!“

اس حدیث شریف سے واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان اور محبت

---

[1] النور:24/63

[2] صحیح البخاری:3435

میں مبالغہ آرائی سے کام نہیں لینا چاہیے اور نہ ہی آپ ﷺ کی محبت میں غلو کرتے ہوئے آپ ﷺ میں اللہ کی صفات ڈالنی چاہئیں۔

عیسائیوں نے محبت اور عقیدت میں آکر یہی جرم کیا حضرت عیسیٰ کو اللہ کا جزء اور اللہ کا بیٹا بنادیا۔ آج ہمارے مسلمانوں نے بھی عیسائیوں کی ڈگر پر چلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی محبت میں یہ تک کہہ دیا کہ

کہ وہی خدا اتر آیا زمیں پر مصطفیٰ ہو کر

اور عموماً کئی مساجد میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق علی الاعلان کہا جاتا ہے کہ ''نور من نور اللہ'' کہ آپ ﷺ اللہ کے نور میں سے ہیں۔ جبکہ یہ جملہ حضرت ابوبکر سے لے کر آخری صحابی رضی اللہ عنہم تک کسی عقیدت مند نے بولا اور نہ یہ جملہ تابعین و تبع تابعین میں سے کسی نے بولا۔

لیکن بعد کے لوگوں نے آپ ﷺ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو اللہ کا بندہ اور رسول کہنے کی بجائے، آپ ﷺ کو ''نور من نور اللہ، مختار کل'' اور نجانے کیا کچھ کہنا شروع کر دیا۔ جب کہ یہ سراسر رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت ہے اور جو بندہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت کرے اس کے بارے میں قرآن پاک کا فیصلہ اٹل ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ [1]

''پس وہ لوگ ڈریں جو اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو آفت نہ آپہنچے یا ان کو تکلیف دِہ عذاب پہنچ جائے۔''

---

[1] النور: 63/24

اللہ کو الٰہ مان کر ڈٹ جا:

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا: مجھے کوئی خاص نصیحت فرمائیں، راز کی بات بتائیں، جس پر میں عمل کرتے ہوئے دونوں جہانوں میں کامیاب ہو جاؤں!

آپ ﷺ نے حکم فرمایا:

قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ وَفِي رواية رَبِّيَ اللّٰهُ [1]

''لا الہ الا اللہ کہہ اور اس پر ڈٹ جا۔''

یعنی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرنا، حالات چاہے جیسے بھی ہوں ہر طرح کی عبادت، نذر و نیاز اور چڑھاوا صرف اللہ کے نام کا۔

سامعین کرام......!

آج آپ بھی اسی حکم پر ڈٹ جائیں چاہے آپ کو گستاخ رسول کہا جائے یا گستاخ اولیاء کے طعنے دیے جائیں یا آپ پر ناجائز مقدمات بنائے جائیں، آپ نے اللہ کے علاوہ کسی ڈھیری پر سجدہ کرنا ہے نہ ہی کسی جُبّے اور قُبّے والے کے سامنے جھکنا ہے۔ یہی رسول اللہ ﷺ کے اطاعت شعاروں کا شیوہ ہے اور اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حکم بھی یہی فرمایا ہے کہ اللہ کو الٰہ مان کر پھر ہر ایک کی عبادت سے کٹ جاؤ اور اس کی الوہیت کے پاکیزہ عقیدے پر ڈٹ جاؤ۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو نبی ﷺ کے حکموں کی تابعداری پر استقامت نصیب فرمائے اور ہم سب کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکموں کی مخالفت سے بچائے۔ کیونکہ

---

1 مسند احمد: 15419، صحیح ابن حبان: 5700

آپ ﷺ کے حکموں کی نافرمانی کرنے والے کے متعلق قرآن کی سخت وعید ہے:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ [1]

"پس وہ لوگ ڈریں جو اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو آفت نہ آپہنچے یا ان کو تکلیف دِہ عذاب پہنچ جائے۔"

نماز میں نافرمانی:

عقیدے کے بعد سب سے زیادہ اہمیت والی عبادت نماز ہے اور نماز کو اسلام میں رکن کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کی ادائیگی اور اس کے مسائل میں بھی علی الاعلان رسول اللہ ﷺ کے واضح حکموں کی نافرمانی کی جاتی ہے۔ نمونے کے طور پر میں آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے نماز کے متعلق چھ حکم بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جن میں آپ ﷺ کے اوامر کی بالکل پروا نہیں کی جاتی۔

① رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا:

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ [2]

"نماز پڑھو جس طرح تو نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔"

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا حکم فرمایا ہے کہ نماز پڑھو اور نماز بھی اپنے پیر فقیر امام اور سائیں کے طریقے پر نہیں بلکہ اس طرح پڑھو جس طرح تو نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اس حکم کی روشنی میں دو باتیں سامنے آئیں۔

(۱) نماز پڑھو: اب جو مسلمان نماز پڑھتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ

---

[1] النور: 24/63

[2] صحیح البخاری: 613

کا فرمانبردار ہے اور جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔ اور اس وقت آپ کے معاشرے میں تقریباً 98٪ لوگ بے نماز اور نبی ﷺ کے نافرمان ہیں۔

(۲) جو دو فیصد نماز پڑھتے ہیں ان میں سے بھی اکثر رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق نماز نہیں پڑھتے۔

رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کیا تھا......؟ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز کی حالت میں طویل قیام فرماتے تھے، لمبے لمبے رکوع اور سجدے کرتے۔ اور آپ ﷺ کی نماز میں خشوع کا عالم شاید یہ تھا کہ آپ ﷺ نے کوئی نماز بھی بغیر آہ وبکاہ آنسوؤں کے نہیں پڑھی۔

آج......! ہم میں سے اکثر نمازی ایسے ہیں کہ جن کی نمازیں عادت تو ہیں لیکن عبادت نہیں......! یہی وجہ ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے طبیعت میں سکون تھا نہ ہی نماز پڑھنے کے بعد۔

رسول اللہ ﷺ کا سچا فرمانبردار وہ ہے جو نماز بھی پڑھے اور آپ ﷺ کے طریقے کے مطابق اوّل وقت پہ ٹھہر ٹھہر کر پورے اطمینان کے ساتھ پڑھے۔

یاد رہے! جس طرح بے نماز رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے اسی طرح نماز میں تیزی، جلدی اور عجلت دکھانے والا بھی رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔

صفوں کو سیدھا کرو اور شگاف ختم کرو:

صفوں کی درستی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی بے شمار احادیث کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔ جو لوگ صفوں کو سیدھا نہیں کرتے، پاؤں سے پاؤں نہیں ملاتے اور صف کا ٹیڑھ پن ختم نہیں کرتے، ان کے لیے شدید قسم کی وعیدیں

موجود ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے صفوں کی درستی کے متعلق چار طرح کے حکم ارشاد فرمائے ہیں:

① أَقِيْمُوْا ② إِعْتَدِلُوْا ③ وَسَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ ④ وَسُدُّوْا الخَلَلَ [1]

''مل کر کھڑے ہو جاؤ، برابر ہو جاؤ اور صفوں کو سیدھا کرو اور شگاف کو پر کرو۔''

رسول اللہ ﷺ کے ان چار حکموں کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس قدر اہتمام سے صف سیدھی کرتے کہ آپس میں پاؤں کے ساتھ پاؤں ملاتے تھے اور درمیان میں ذرہ بھر شگاف نہیں رہنے دیتے تھے جس طرح کہ صحیح البخاری سمیت دیگر کتب احادیث میں واضح طور پر موجود ہے۔

لیکن نہایت افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کل رسول اللہ ﷺ کے ان حکموں کی نافرمانی......وضو کر کے...... مسجد میں داخل ہو کر......حتی کہ صفوں میں کھڑے ہو کر کی جاتی ہے۔ ایک نمازی دوسرے نمازی سے ایک/آدھ فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہونا گویا کہ ضروری سمجھتا ہے۔ تعصب کا عالم یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے واضح حکم سنانے کے باوجود بھی ان کی طبیعت پر کوئی اثر نہیں ہوتا جب کہ یہ بہت بڑی جرأت اور رسول اللہ ﷺ کے حکموں کی صریح نافرمانی ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ ہم نے فقہ کی کتابوں میں کہیں نہیں پڑھا کہ حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فٹ یا آدھ فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہونے کا حکم دیا ہو بلکہ فقہ حنفی کی چوٹی کی کتاب ''درمختار'' میں واشگاف الفاظ میں لکھا ہے کہ صفوں کو سیدھا اور پاؤں سے پاؤں ملا کر درمیانی شگاف کو ختم کرنا چاہیے۔

---

[1] صحیح البخاری: 719، سنن ابی داود: 662,67,68,69، سنن ابن ماجہ: 993، سلسلہ صحیحہ: 743

لیکن صد ہا افسوس......! کہ ضد، تعصب، ہٹ دھرمی اور تقلیدی ذہن نے اس قدر سچائی سے دور کر دیا ہے کہ ہم عین عبادت کے موقع پر بھی رسول اللہ ﷺ کے حکموں کی نافرمانی سے باز نہیں آتے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ سخت وعید سناتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ [النور:24/63]

''پس وہ لوگ ڈریں جو اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو آفت نہ آ پہنچے یا ان کو تکلیف دہ عذاب پہنچ جائے۔''

اور آپ حیران ہوں گے کہ موجودہ دور میں اکثر مقلد حضرات نے نماز کے موضوع پر جو کتابیں لکھی ہیں ان میں صفوں کو سیدھا کرنے کے متعلق اور پاؤں کے ساتھ پاؤں ملانے کے بارے میں جتنی احادیث ہیں ان سب کو حذف کر دیا ہے۔ اس کی بیّن مثال حال میں سرگودھا سے شائع ہونے والی کتاب ''نماز اہل السنۃ والجماعۃ'' ہے۔ کتاب کا بارہواں ایڈیشن میرے پاس ہے اور اس کتاب میں نماز کے ہر اہم موضوع پر احادیث جمع کی گئی ہیں، اپنے کمزور موقف کو ثابت کرنے کے لیے ضعیف متروک اور من گھڑت روایات سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ لیکن کتمانِ حق کا عالم یہ ہے کہ صفوں کی درستی کے بارے میں ایک حدیث بھی ذکر نہیں کی گئی جو کہ تعصب کی انتہا ہے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

مغرب سے پہلے نماز پڑھو!

مغرب کی اذان کے بعد اور جماعت سے پہلے دو رکعت ادا کرنا، رسول

اللہ ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری حدیث سے ثابت ہے۔

اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا واضح حکم یہ ہے:

صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ ؛ صَلُّوْا قَبْلَ الْمَغْرِبِ

''مغرب سے پہلے نماز پڑھو! مغرب سے پہلے نماز پڑھو!

دو مرتبہ حکم ارشاد فرمانے کے بعد تیسری مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی کہ جو چاہے پڑھ لے۔ یہ آپ ﷺ نے اس لیے فرمایا کہ تیسری بار حکم دینے پر کہیں لوگ ان رکعات کو واجب نہ جان لیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے مغرب کی اذان کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ کبھی کبھار جب ہم قدرے تاخیر سے مسجد میں داخل ہوتے اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تو سمجھتے کہ مغرب کی نماز ہو چکی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا کہ ابھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مغرب کی جماعت سے قبل دو رکعت ادا کر رہے ہیں۔ [1]

سامعین کرام......!

رسول اللہ ﷺ کے اس واضح عمل اور حکم کی نافرمانی کا عالم یہ ہے کہ نہ تو یہ دو رکعات پڑھی جاتی ہیں بلکہ لوگوں کو ان رکعات کے ادا کرنے سے روکا جاتا ہے اور نہایت تعصب کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور عامۃ الناس کو جھوٹے حوالوں سے طفل تسلیاں دی جاتی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

جسے ایک وتر پڑھنا پسند ہو وہ پڑھ لے

وتر نماز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اس نماز کی فضیلت واہمیت بہت

[1] صحیح البخاری: 1183، سنن ابوداود: 1283، سنن ابن ماجہ: 1163، جامع الترمذی: 185

زیادہ ہے لیکن یہ نماز فرض یا واجب نہیں ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا واضح فرمان ہے کہ

''وتر فرضی نماز کی طرح فرض نہیں بلکہ سنت ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کو سنت قرار دیا ہے۔''

اور میں سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی ہے کہ:

أَلْوِتْرُ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّوْتِرَ بِثَلَاثٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْيَفْعَلْ [1]

''وتر پڑھنا ہر مسلمان پر حق ہے جو پانچ وتر پڑھنا پسند کرے وہ پڑھ لے اور جو تین پسند کرے وہ پڑھ لے اور جو ایک پسند کرے، پس وہ پڑھ لے۔''

اس حدیث میں موجود حکم نے واضح کر دیا کہ ایک وتر پڑھنے والے کو منع نہیں کرنا چاہیے بلکہ جو شخص ایک وتر پڑھنا پسند کرے وہ ایک وتر پڑھ لے۔ اور یہ اجازت امر کے صیغہ کے ساتھ دینے والے محبوبِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

''فلیفعل'' امر غائب کا صیغہ ہے اور لامِ امر فا جزائیہ پہلے آنے کی وجہ سے ساکن ہے۔ اب جو شخص کسی نمازی کو ایک وتر پڑھنے سے منع کرے یا ایک وتر والی حدیث کا جواب سوچنے کے لیے پندرہ سال لگا دے بلاشبہ وہ تقلیدی جمود کا شکار اور رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔

[1] سنن ابی داود: 1422

خواتین عید گاہ میں ضرور جائیں:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہلِ اسلام کے لیے خوشی کے دو دن مقرر فرمائے ہیں جن کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ان دونوں عیدوں کے مفصل احکامات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

عید میلاد النبی ﷺ چونکہ دین میں اضافہ ہے، اسی لیے اس خودساختہ عید کے احکام، آداب، مسائل اور فضائل حدیث شریف کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔اس سلسلے میں جو کچھ پڑھا اور سنایا جاتا ہے وہ سب کا سب دین میں اضافہ ہے اور بدعت کے زمرہ میں شامل ہے۔

بہرصورت عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر خواتین کو عید گاہ جانے سے روکنے والا نبی ﷺ کا نافرمان ہے۔کیونکہ نبی ﷺ کے دور میں خواتین کو عید گاہ میں جانے کا حکم دیا جاتا تھا حتی کہ جو عورتیں ایام مخصوصہ میں ہوتی ان کو بھی گھر رہنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی اور جن عورتیوں کے پاس اوڑھنے کے لیے چادر نہیں ہوتی تھی ان کو یہاں تک حکم تھا کہ وہ اپنی سہیلی سے چادر ادھار لے کر عید گاہ پہنچے۔

اسلام کی عظیم الشان مبلغہ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَمَرَنَا نَبِيُّنَا ﷺ أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُوْدِ وفی روایة أُمِرْنَا أَنْ نَخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ. قَالَ ابْنُ عَوْنٍ: أَوِ الْعَوَاتِقِ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ . فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ [1]

[1] صحیح البخاری: 974,981

سامعین کرام......!

اس واضح حکم کے باوجود آج کل خواتین کو عیدگاہ میں جانے سے روکا جاتا ہے اور تقلیدی جمود اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کا عالم یہ ہے کہ سرگودھا سے شائع ہونے والی کتاب ''نماز اہل السنۃ والجماعۃ'' میں یہاں تک لکھ دیا گیا ہے

''کہ عورتیں عیدگاہ میں نہ جائیں کیونکہ جب عورتیں بنیادی احکام ومسائل سے واقف ہوگئیں تو انہیں ان اجتماعات سے روک دیا گیا۔''

جب کہ یہ سراسر کتمانِ حق اور جھوٹ ہے۔

عورتوں کو رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی نہیں روکا، صرف زیادہ سے زیادہ اس بات کا تصور ضرور موجود ہے کہ عورتیں مساجد اور عیدگاہ میں جاتے ہوئے زیادہ بناؤ سنگھار نہ کریں۔

لیکن افسوس......! تقلیدی جمود نے کس طرح رسول اللہ ﷺ کے حکموں کا نافرمان بنا دیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے سخت وعید سناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ [1]

''پس وہ لوگ ڈریں جو اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو آفت نہ آ پہنچے یا ان کو تکلیف دِہ عذاب پہنچ جائے۔''

سنت کو لازم پکڑو اور بدعات سے بچو:

رسول اللہ ﷺ کی سنت امت کے لیے رحمت ہے۔ ہمارے نزدیک دین میں بدعات جاری کرنے والا رسول اللہ ﷺ کا گستاخ اور لعنتی ہے۔ لیکن

---

[1] النور:24/63

"الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کے تحت برصغیر پاک وہند میں سنت پر عمل اور سنت کا پرچار کرنے والوں کو گستاخِ رسول اور گستاخ اولیاء کہا جاتا ہے اور آئے دن حجروں میں بیٹھ کر نئے عقیدے اور نئی عقیدتیں گھڑنے والے اپنے آپ پر عاشقِ رسول کا لیبل لگاتے ہیں۔ تلك اذا قسمة ضيزىٰ

اب میں آپ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سے دو ایسے حکم بیان کرنا چاہتا ہوں جس سے فرقہ واریت کا ناسور ختم ہوسکتا ہے اور سب مسلمان قرآن وحدیث اور کتاب وسنت کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوسکتے ہیں۔

حضرت عرباض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی، پھر اپنا رخِ انور ہماری طرف کیا، رقت آمیز اور ایمان افروز درس ارشاد فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کے اندازِ بیاں کا عالم یہ تھا کہ ہر دل ڈر رہا تھا اور ہر سننے والی آنکھ رو رہی تھی۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول! یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ آپ کا الوداعی درس ہے......؟ آپ ہمیں کس چیز کی تاکید فرماتے ہیں......؟ کوئی خاص نصیحت، وصیت، کام اور راز کی بات بتادیں......؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہوں، ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، پھر اس بات کی تلقین کرتا ہوں کہ خلیفۂ وقت کی اطاعت کرنا، اس کی نسل اور ذاتی حیثیت دیکھے بغیر نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر اس کا ساتھ دینا۔

تیسرے نمبر پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرَى إخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ

الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ [1]

''جو کوئی تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا، پس وہ عنقریب بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا (ایسے حالات میں) پس تم لازم پکڑو میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو جو ہدایت یافتہ ہیں، اس کو مضبوطی سے تھام لو اور اسے ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑو اور بچو! تم (دین میں) نئی نئی باتوں سے، ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''

سامعین کرام......!

حدیث اور اس کے ترجمے کو سننے کے بعد آپ میرے ساتھ رہیں اور مجھیں اور جن بھائیوں کا تعلق کسی اور مسلک سے ہے وہ بھی تعصب کی عینک اتار کر انصاف کی سوچ سے اس حدیث پر غور کریں اور کسی نتیجے پر پہنچیں۔

امام الانبیاء ﷺ نے اختلافات کے حل کے لیے دو حکم ارشاد فرمائے ہیں۔ (۱) میری سنت کو لازم پکڑو۔ اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔ (۲) بدعات سے بچو۔ ثواب کی نیت سے کوئی بھی نئی بات اور عمل دین میں داخل کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ ایک روایت کے مطابق ہر گمراہی آدمی کو جہنم میں لے جاتی ہے۔

اس وقت ملکِ پاکستان میں اہلِ اسلام کا بنیادی اور فروعی مسائل میں شدید اختلاف ہے۔ اب اس اختلاف کا حل صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے

---

[1] مسند احمد: 17144، سنن ابی دواد: 4609 جامع الترمذی: 2676 سنن ابن ماجہ: 42

نظریات اور اعمال کو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر پیش کریں۔ اگر سنتِ رسول ہمارے عمل کی موافقت کرے تو یقیناً ہم اہلِ حق اور اہلِ سنت ہیں اور اگر سنتِ رسول ہماری موافقت نہ کرے تو پھر اہلِ باطل اور اہلِ بدعت ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔ بطورِ نمونہ چند اختلافی مسائل میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، آپ ان کو سنت رسول اور سنتِ خلفائے راشدین کے میزان پر پرکھیں اور امانت داری سے خود ہی فیصلہ کریں۔

① ہمارے ہاں 12 ربیع الاول کو عید میلاد النبی کا جلوس اس قدر جوش وخروش سے نکالا جاتا ہے کہ نہ نکالنے والوں کو ابلیس کے ساتھی اور گستاخِ رسول کہا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کیا یہ 12 ربیع الاول کا جلوس رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہے......؟؟ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت تقریباً دو سال تین ماہ دس دن تک رہی، کیا آپ نے 12 ربیع الاول عید میلاد النبی کا جلوس نکالا......؟

خلیفۂ دوم عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت تقریباً دس سال چھ ماہ دس دن رہی، خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تقریباً 12 سال تک رہی اور اسی طرح، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت تقریباً 4 سال نو ماہ تک رہی اور آپ نے 17 رمضان 40ھ کو شہادت پائی، کیا ان خلفائے راشدین کے دور میں 12 ربیع الاول کو جلوس نکالا جاتا تھا......؟ اگر جواب نہیں میں ہے تو آج لوگوں کو ہوش کے ناخن لینا چاہئیں کہ ابلیس اور گستاخِ رسول کا فتویٰ کہاں تک جاتا ہے......؟

یہی وجہ ہے کہ غلام رسول سعیدی بریلوی اپنی کتاب شرح صحیح مسلم میں علی الاعلان لکھتے ہیں کہ یہ کام صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیے اور نہ ہی تابعین نے کیے۔ اسی طرح میرے مسلمان بھائیو! کیا دربار و مزاروں پر مجاور بن کر بیٹھنا رسول اللہ ﷺ اور سنت خلفائے راشدین کی سنت سے ثابت ہے......؟

کیا نیک لوگوں کی قبروں پر عرس اور میلے لگانا سنتِ رسول اور سنت صحابہ سے ثابت ہے.....؟ یقیناً یہ سب کام بعد کی ایجاد ہیں اور ان کا درجہ دین میں بدعت کا درجہ ہے۔ آج ہمارے اختلافات صرف اور صرف اس صورت میں ختم ہو سکتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ہم اپنا جج تسلیم کر لیں اور خلفائے راشدین کی سنت کو اپنا فیصل مان لیں۔ اور میری عوام الناس سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ خدارا نیک عمل کرنے سے پہلے یہ ضرور تحقیق کیا کریں کہ آیا یہ عمل مدینے والے مرشد پاک ﷺ کی سنت سے ثابت بھی ہے کہ نہیں.....؟

نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج ہم اللہ کی زمین پر اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کی بات کرتے ہیں، خلفائے راشدین کے طریقے کی بات کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے بدعات سے شدید نفرت کرتے ہیں لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہمیں طعنے دیئے جاتے ہیں، گالیاں دی جاتی ہیں اور ہمیں طرح طرح کی تہمتوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اللہ کی توفیق سے سنتِ رسول کے لیے ہمیں سب کچھ گوارا ہے لیکن بدعت کی راہ ہرگز ہرگز برداشت نہیں ہے۔

یاد رکھو! جو شخص اختلاف کے موقع پر سنت کو لازم پکڑے وہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانبردار ہے اور جو شخص اختلاف کے موقع پر اپنے پیروں، فقیروں اور اماموں کے حوالے دیتا پھرے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو فیصل نہ مانے ایسے شخص کے بارے میں قرآن کا فیصلہ اٹل ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

النور: 63/24

"پس وہ لوگ ڈریں جو اس (رسول ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ کہیں ان کو آفت نہ آ پہنچے یا ان کو تکلیف دہ عذاب پہنچ جائے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورۂ خلافت میں بھی یہی بات کی تھی کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کو چھوڑ دوں گا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

خلیفۂ بلافصل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تو اس بات کا فکر ہے کہ آپ ﷺ کا حکم چھوڑنے سے میں گمراہ ہو جاؤں گا لیکن آج کے علامہ صاحبان اور مولانا صاحبان بالکل اس بات سے بے فکر ہیں۔ انہوں نے اپنے تقلیدی جمود کی وجہ سے امت کو رسول اللہ ﷺ کا نافرمان بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کا تابعدار بنائے۔

هذا ما كان عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

وما توفيقی الا باللہ

وآخرُ دعْوانا اَنِ الحمدُللہ ربِ العالمين

امام المرسلین

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری رسول ہیں

امام المرسلین

محمد ﷺ آخری رسول ہیں

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ✧

''آج کے دن ہم نے آپ کے لیے آپ کے دین کو مکمل کر دیا ہے اور آپ پر اپنی نعمتوں کو مکمل کر دیا ہے اور ہم نے آپ کے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے۔''

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لا شریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا و سید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

 المائدہ:3

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ہے کہ ہم کو خاتم النبیین جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کا اُمتی بنایا ہے۔ نبی پاک ﷺ کو صرف اللہ پاک کا نبی تسلیم نہیں کرنا ہے بلکہ آخری نبی تسلیم کرنا ہے۔

اگر کوئی آدمی نبی پاک ﷺ کو اللہ کا نبی تسلیم کرتا ہے لیکن وہ آخری نبی نہیں سمجھتا مزید کسی اور کو نبی مانتا ہے تو ایسا آدمی دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اسکو کافر اور غیر مسلم کہتے ہیں۔ کیونکہ جو آدمی نبی پاک ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی تسلیم کرلے گا تو گویا کہ اس نے نبی ﷺ کی رسالت کو کافی وآخری نہیں سمجھا۔ اس نے ایک نیا نبی کھڑا کر دیا، جس طرح کہ عیسائی صرف اس وجہ سے کافر ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کا کلمہ نہ پڑھا اسی طرح قادیانی لوگ اور مرزائی، انہوں نے بھی مرزا قادیانی کو نبی مانا۔

آپ ﷺ کی نبوت کے ہوتے ہوئے مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرنا یہ عقیدہ رکھنا ہی کفر ہے۔ اور اس وجہ سے یہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور کافر ہیں۔ اور یاد رہے......! مرزائی لوگ ہمیں مسلمان نہیں سمجھتے۔

مسلمان مرزائیوں کے ہاں کافر ہیں:

شاید آپ کو یاد ہو کہ اسمبلی کے اندر مرزا ناصر سے یہ سوال کیا گیا کہ جو غلام احمد کو نبی نہ مانے وہ تمہارے نزدیک کیسا ہے......؟ تو اس نے برملا کہا کہ میں اپنے

موقف کو چھپاؤں گا نہیں، وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اور اسی طرح مشہور مرزائی ظفر اللہ خان، قائداعظم کے جنازے میں کھڑا رہا مگر قائداعظم کا جنازہ نہ پڑھا اور کہا: کہ میں ایک کافر کا جنازہ کیوں پڑھوں......؟

مشہور سائنسدان عبدالسلام مرزائی سے بھی یہی سوال کیا گیا تو اس نے بھی واشگاف بات کہی کہ جو مرزا کو نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔

بلکہ غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب" حقیقۃ الوحی " میں یہ بات واضح طور پر لکھی ہے کہ مجھے نبی نہ ماننے والا مسلمان اور مومن نہیں ہوسکتا بلکہ وہ جہنمی ہے۔

مرزائی خطرناک کافر ہیں:

آج میں چند دلائل آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اسکا منکر غیر مسلم ہے، کافر ہے۔ اور یقین مانیے عیسائی اور یہودیوں سے بھی زیادہ خطرناک یہ مرزائی لوگ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودی اپنے آپ کو یہودی کہتا ہے، عیسائی اپنے آپ کو عیسائی کہتا ہے اور واشگاف الفاظ میں تسلیم کرتا ہے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کو تسلیم نہیں کرتے۔

لیکن مرزائی اور قادیانی بظاہر خود کو مسلمان کہتے ہیں، یقین دلاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ہم کافر نہیں اور نبی ﷺ کو رسول مانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ظلی اور بروزی نبوت مرزا قادیانی کے لیے ثابت کرتے ہیں، یعنی یہ لوگ اپنے آپ کو اقلیت اور کافر تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو دجل و فریب کے ذریعے اللہ سے دور کررہے ہیں، حالانکہ مرزا قادیانی کے حالات زندگی اور ساری زندگی کا مطالعہ کریں اس میں انبیاء و رسل والا ایک وصف بھی نہیں ہے۔

نبوت کی عظمت اور قادیانی کی جہالت:

نبوت کی ضرورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب معاشرے میں بگاڑ ہو، تو رسول لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں یہ نبوت کا مقصد اوّل ہوتا ہے اور اللہ کا نبی بے شمار مسائل کو حل کرتا ہے۔ لیکن آپ مرزائی کی زندگی پڑھ لیں اس نے کوئی مسئلہ حل نہ کیا بلکہ اس نے امت کے لیے کئی مسائل کھڑے کیے ہیں کہیں اس نے جہاد کا انکار کیا اور کہیں اس نے امتِ محمدیہ کو انگریز کا غلام بنانے کی کوشش کی۔

یقین جانیے......!

کتاب وسنت اور دلائل حق کی جس قدر زیادہ تحریف اور تعطیل مرزا غلام احمد قادیانی نے کی ہے، پوری تاریخ اسلام کے اندر اس قدر کتاب وسنت کا مذاق اڑانے والا آپ کو کوئی نہیں ملے گا۔ تاریخ میں بڑے بڑے ملحد اور زندیق پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کو بنیادوں سے ہلانے کی بہت زیادہ کوشش کی ہے مگر جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلامی تعلیمات کو بگاڑا ہے اسلام کی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

اور اسی طرح نبی کریم ﷺ اور آپ سے پہلے جتنے انبیاء آئے اگر ان کی زندگی کا مطالعہ کریں تو انہوں نے کسی ایک بات میں بھی اپنی خواہش کے تابع ہو کر اس کی تحریف نہ کی۔ اور نبی ﷺ کے بارے میں قرآن میں اللہ نے فرمایا:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (1)

---

(1) النجم: 1-4

"قسم ہے ستارے کی جب کہ وہ غروب ہو، تمہارا ساتھی نہ بھٹکا ہے اور نہ گمراہ ہوا ہے اور وہ اپنے جی سے نہیں بولتا، یہ ایک وحی ہے جو اس پر بھیجی جاتی ہے۔"

یعنی انبیاء ورسل علیہم السلام وحی کے بغیر نہیں بولتے لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے حالاتِ زندگی پڑھ کر دیکھ لیں......! اس شخص نے ہر بات اپنے نفس کے تابع ہو کر کی ہے۔ کہیں بد دعائیں...... کہیں غلیظ گالیاں...... کہیں کفر کے فتوے۔

قسم بخدا......! دیانتداری سے مرزا غلام احمد کی سوانح عمری پڑھ لیں، نہ عقل نہ شکل نہ علم اور نہ ہی کوئی اور خوبی ایسی ہے جس کی موجودگی میں ذرا بھی غور کیا جائے کہ یہ اللہ کا نبی ہو سکتا ہے۔

پیارے مسلمان بھائیو......!

نبوت و رسالت مکالمہ الٰہی کا نام ہے۔ نبوت کا سلسلہ ختم اور بند ہو چکا ہے۔ امام الانبیاء، خاتم المرسلین ﷺ کے بعد جو نبوت کا اعتراف کرے، دعویٰ کرے، وہ دجال، کذاب اور غیر مسلم ہے۔ جو بھی اس کو نبی تسلیم کرے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

دلائل نبوت:

آپ ﷺ کی نبوت و رسالت اور آپ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام آئے ہیں۔ اللہ پاک اپنے ایک نظام کے تحت اپنے انبیاء کو مبعوث فرماتے ہیں۔ مثال کے طور پر خاتم المرسلین ﷺ کے مبعوث ہونے سے پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آخر الزماں پیغمبر ﷺ کی نشانیاں بیان فرمائیں، آپ ﷺ کی آمد کی

واضح بشارتیں موجود ہیں۔ اور آمنہ کے لال جنابِ محمد ﷺ جب دنیا پر تشریف لائے تو اللہ پاک نے نبی ﷺ کو کئی ایک معجزات عطا فرمائے کہ جن کا کوئی بھی انکار نہ کر سکا۔

ان معجزات میں سے ایک قرآن مجید ہے جو کہ نبی ﷺ کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ غور فرمائیں! مرزا قادیانی کا کونسا معجزہ ہے......؟ اس کی ساری زندگی خرافات، جھوٹ، دجل کا مجموعہ ہے۔ کوئی بھی کرامت اس کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہوئی اور سچی بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کروانا تو بہت دور کی بات ہے......کوئی شخص اس کو نارمل صحت مند انسان بھی ثابت نہیں کر سکتا۔

آپ بھی اس کی کتابوں کا مطالعہ کر کے تجربہ کر لیں اور اسی طرح جو اللہ کا نبی ہوتا ہے وہ اپنے بعد ایسی پشین گوئیاں چھوڑ جاتا ہے کہ جو اپنے اپنے وقت پر سچ ثابت ہوتیں ہیں۔ نبی پاک ﷺ اور آپ ﷺ کی احادیثِ صحیحہ میں سے آپ ﷺ کی پشین گوئیوں کا مطالعہ کر لو۔ آپ ﷺ جو بھی پیش گوئی بیان کر کے گئے وہ اپنے اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوتی رہیں اور ہو رہی ہیں لیکن مرزا قادیانی کا محمدی بیگم سے نکاح ہوا اور نہ اس کی کوئی اور پیشین گوئی سچی ثابت ہوئی۔

آج میں قرآن وحدیث سے چند اہم دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جس کے ساتھ اس مرزا کے دھندے کھل کر سامنے آئیں گے۔ اور یاد رکھنا! یہ مرزائی لوگ بڑے دجل وفریب کے ساتھ سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور با قاعدہ ان کو ٹریننگ دی جاتی ہے۔

عقیدہ ختم نبوت پر دلائل قرآنی:

قرآن میں اللہ پاک اشارۃً نبی پاک کی ختم نبوت کو بیان فرماتا ہے

اور ایک آیت میں تو واضح الفاظ میں نبی علیہ السلام کی ختم نبوت کا ثبوت دیا ہے۔

نبی پاک ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں، جو آپ ﷺ کی بات اور ذات کو آخری نہ سمجھے اس کا دین اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ آیئے......! عقیدہ ختم نبوت پر پہلی آیت پیش کروں۔ قرآن مبین میں اللہ پاک فرماتے ہیں:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [1]

"آج کے دن میں نے آپ کے لیے آپ کے دین کو مکمل کر دیا ہے اور آپ پر اپنی نعمتوں کو مکمل کر دیا ہے اور میں نے آپ کے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے۔"

آیئے......! حضرات غور کیجیے! اللہ پاک نے مکمل قرآن نازل فرمایا ہے کامل قرآن نازل فرمایا ہے، جب قرآن مکمل، رسالت محمدیہ مکمل، اسلام مکمل، اگر یہ تمام مکمل ہیں اگر یہ تمام نعمتیں مکمل ہیں تو کسی اور کتاب، نبی اور دین کی کیا ضرورت ہے......؟ اور جایئے......! اگر کسی مرزائی سے بات ہو۔ تو پہلے ان سے سوال کرو کہ بتاؤ! نبی مکمل کامل شریعت لے کر آئے۔ تم مرزا کو نبی کیوں مانتے ہو؟...... بتاؤ! اس نے کوئی ایسا مسئلہ حل کیا ہو جو

خاتم المرسلین ﷺ نے حل نہ کیا ہو......؟

جو دین اسلام نے حل نہ کیا ہو......؟

جو کتاب مبین نے حل نہ کیا ہو......؟

جو مسئلہ احادیث صحیحہ نے حل نہ کیا ہو......؟

---

[1] المائدہ: 3

آیئے میرے بھائیو......!

یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے اس میں ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے کہ رسالت مکمل ہے، کتاب مکمل ہے، ہدایت مکمل ہے، شریعت مکمل ہے آپ کے بعد کسی اور کی ضرورت نہیں۔ جیسے قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (1)

"آج کے دن ہم نے آپ کے لیے آپ کے دین کو مکمل کر دیا ہے اور آپ پر اپنی نعمتوں کو مکمل کر دیا ہے اور ہم نے آپ کے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے۔"

دوسری واضح دلیل:

اب میں قرآن مجید کی دوسری دلیل پیش کرتا ہوں، قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (2)

"اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نبی ﷺ کو

(1) المائدہ: 3
(2) سبا: 28

سارے انسانوں کے لیے کافی بنایا ہے۔

اللہ کے بندو......!

جو انسان ہے وہ امام الانبیاء ﷺ کی رسالت کو کافی سمجھتا ہے، قرآن کے اسلوب سے پتہ چلتا ہے کہ جو نبی پاک ﷺ کی نبوت و رسالت کو کافی نہیں سمجھتا، اللہ کا قرآن اس کو انسان تسلیم نہیں کرتا...... ذرا پوری توجہ اور محبت سے اس لطیف نکتے پر غور فرمائیں۔

رب العالمین نے اپنی ذات کے متعلق فرمایا:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ [1]

''کیا اللہ اپنے بندے (کی مشکل کشائی) کے لیے کافی نہیں......؟''

اے لوگو بتاؤ! کیا اللہ تمہاری بگڑیوں کو بنانے والا کافی نہیں، اگر اللہ کی ذات مشکل کشائی کے لیے کافی ہے تو خاتم الانبیاء ﷺ کی ذات، رسالت اور نبوت کے لیے کافی ہے۔ جو آدمی آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کو کافی نہ سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

تیسری واضح دلیل:

میں قرآن پاک کی تیسری آیت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جو مسئلہ ختم نبوت پر چڑھتے ہوئے سورج کی طرح روشنی ڈال رہی ہے۔ ربِ ارض وسماوات فرماتے ہیں:

اے میرے محبوب پیغمبر! اعلان فرما دیجیے......!

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

1 الزمر:36

وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا [1]

''اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنایا۔''

اس آیت نے جہاں خاتم الانبیا ﷺ کے مقام و مرتبے کو واضح کیا ہے وہاں آپ کے ختم نبوت کے مسئلہ کو بھی لطیف انداز میں بیان فرما دیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیغمبر کو ''نذیر'' بنایا ''بشیر'' بنایا ''داعیًا الی اللہ'' بنایا اور چمکتا ہوا سورج بنایا ہے۔ اور اللہ اپنے پیارے نبی ﷺ کو سراج منیر کہہ رہے ہیں۔

اگر سورج چمک رہا ہو تو کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میرے پیغمبر ﷺ کو اللہ پاک نے سراج منیر کہہ کر ختم نبوت کی طرف اشارہ فرمایا۔

اللہ کے بندو......!

نبی پاک ﷺ کی شان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی کہ جب تک آپ عقیدہ ختم نبوت پر ایمان نہیں لاؤ گے......

جب تک آپ ﷺ کی ختم نبوت پر یقین نہ رکھا جائے گا اس وقت تک ایمان بھی قابل قبول نہیں ہوتا، ہمارے نزدیک آپ ﷺ کی ذات بھی آخری ہے، آپ ﷺ کی بات بھی آخری ہے جو آپ ﷺ کی ذات کو آخری نہ سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جو آپ ﷺ کی بات کو آخری نہ سمجھے وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

---

[1] الاحزاب:45-46

جو آپ ﷺ کی بات کے سامنے کسی کی بات پیش کرے، آپ ﷺ کی بات کے ساتھ کسی امام کا قول پیش کرے، کسی پیر کا قول پیش کرے، اس کا بھی ایمان خطرے میں ہے۔

چوتھی واضح دلیل:

آیئے......! اب میں قرآن مجید میں سے ختم نبوت کی چوتھی آیت بطورِ دلیل پیش کرنا چاہتا ہوں۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ○ [1]

"اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ساتھ اس چیز کے جو اتارا گیا آپ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں"

ترجمے سے معلوم ہوا ہم نے ایمان اس پر لانا ہے جو نبی پاک ﷺ سے پہلے نازل ہوا، جو نبی موسیٰ، عیسیٰ، ھارون، یحییٰ، سلیمان، داؤد علیہم السلام اور نور سل جن پر اللہ پاک نے صحیفے نازل فرمائے، ہم ان پر ایمان لاتے ہیں۔

اللہ کے بندو......!

اگر نبوت کا سلسلہ جاری ہے، اگر اور کوئی نبی آتا ہے تو اللہ پاک صراحت سے فرماتے کہ مومن وہ ہے جو آپ ﷺ کے بعد والے انبیاء پر ایمان لائے۔

جو بات میں بتانا چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے، وہ نبی نہیں "دجّال" ہے، وہ "ملعون" ہے، مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے۔

---

[1] البقرہ:4

پانچویں زبردست دلیل:

انسان کی عقل درست ہو اور وہ حقیقی طور پر حق کو سمجھنا چاہتا ہو تو ایسے شخص کے لیے مندرجہ ذیل آیت مسئلہ عقیدۂ ختم نبوت پر اظہر من الشمس، یعنی سورج سے زیادہ روشن ہے۔

اللہ تعالیٰ اس قدر واشگاف اور واضح الفاظ میں عقیدہ ختم نبوت کو بیان فرما رہے ہیں کہ پڑھنے والے کے لیے ذرّہ بھر گنجائش باقی نہیں رہتی کہ وہ آپ ﷺ کو آخری رسول تسلیم کرنے میں ذرّہ بھر متردّد ہو۔

رب العالمین، خاتم المرسلین کا نام لے کر ارشاد فرماتے ہیں:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا [1]

"محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے"

خاتم النبیین کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نبیوں کی مہر ہیں، خاتم کا لفظ اسٹمپ (Stamp) کے لیے نہیں آتا بلکہ سیل (Seal) کے لیے آتا ہے، یعنی آخری عمل۔

لفافے کو سیل کرنے کا مطلب اس کو آخری طور پر بند کرنا ہے کہ اس کے بعد نہ کوئی چیز اس کے اندر سے باہر نکلے اور نہ باہر سے اندر آئے، چنانچہ عربی میں قوم کا خاتم قوم کے آخری شخص کو کہا جاتا ہے۔ (خَاتَمُ الْقَوْمِ آخِرُهُم)

---

[1] الاحزاب: 40

یاد رہے......!

جب قرآن مجید کی تفسیر صحیح حدیث سے ہو رہی ہو اور پھر اس کے ساتھ لغت میں بھی اس کی اصل موجود ہو تو ایسے صحیح ترین مفہوم کو چھوڑ کر کسی قسم کی بعید تاویل کرنا سراسر ذلالت ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَإِنَّهُ سَيَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي [1]

''اور بے شک میری امت میں تیس کی تعداد میں بڑے جھوٹے ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں نبیوں میں سے آخری ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

اس واضح حدیث کے بعد کسی فاسد تاویل کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی، مندرجہ بالا حدیث عقیدہ ختم نبوت پر نہایت واضح ہے۔

اور اسی طرح آپ اہل اسلام کی کوئی نمائندہ تفسیر دیکھ لیں سب میں آپ کو اس آیت کی روشنی میں آخر الانبیاء اور خاتم المرسلین ﷺ ہی تسلیم کیا گیا ہے۔

اس طرح مسئلہ عقیدہ ختم نبوت پر امت مسلمہ کا اجماع ہے لیکن افسوس کہ قادیانی لوگ معنوی تحریفات اور فاسق تاویلات سے پھر بھی باز نہیں آتے۔

عقیدہ ختم نبوت احادیث کی روشنی میں:

قرآن کی طرح حدیث بھی وحی ہے، تمام اہل اسلام احادیث کو حجت مانتے

1 مسند احمد: 22395، سنن ابی داود: 4252، جامع الترمذی: 2819

ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق حدیث شریف کی کوئی ایسی اہم کتاب نہیں جس میں صراحتًا یا ارشارۃً آپ ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر موجود نہ ہو۔ اور ہمارے نزدیک کسی بھی موضوع پر ایک صحیح حدیث کا مل جانا کافی ہے۔ جبکہ عقیدہ ختم نبوت پر کم وبیش (165) ایسی صحیح صریح احادیث ہیں جن میں نبی پاک ﷺ نے عقیدہ ختم نبوت کو واضح الفاظ سے بیان کیا ہے۔ جن میں 17 صحیح بخاری میں، 17 بخاری ومسلم (متفق علیہ) میں موجود ہیں۔

امام المحدثین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا:

لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ [1]

"نبوت ورسالت کا سلسلہ اللہ پاک نے ختم فرما دیا ہے، صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مبشرات کا معنی سمجھ نہ آیا تو سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول......! مبشرات کیا ہیں؟ تو نبی کائنات ﷺ نے فرمایا: سچے خواب۔"

یعنی نبوت کا ایک شعبہ باقی رہے گا، وہ ہے نیک بندوں کو نیک خواب کا آنا۔ کیونکہ نبی کا خواب دین میں حجت ہوتا ہے لیکن امتی (ولی) کا خواب حجت نہیں ہوتا۔ لیکن امتی (ولی) کو نیک خواب کا آجانا اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ پاک مستقبل کے اندر آنے والے فوائد وخطرات خواب میں دکھلا کر اطلاع دے دیں تو یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے، یہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام پر بھی جاری

1 صحیح البخاری:6990

رہا ہے، لیکن اللہ پاک نے اپنے نیک بندوں پر بھی رحمت فرمائی ہے۔

اب آپ غور کریں کہ آیا...... اس واضح حدیث کے بعد کیا کوئی اشکال و ابہام باقی رہ جاتا ہے......؟

مشہور تابعی حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں پانچ سال امام المحدثین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا ہوں میں نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَ نَبِيٌّ وَأَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ [1]

بنی اسرائیل کی سیاست بنی اسرائیل کے انبیاء کرتے تھے اور جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اللہ پاک ایک نبی دنیا میں مبعوث فرما دیتے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے میرے صحابہ! میری بات یاد رکھنا......!

وَأَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

''میرے بعد نبی نہیں بلکہ بہت سے خلفاء ہوں گے، میرے بعد اللہ نے نبوت و رسالت کے سلسلے کو بند کر دیا ہے۔

آیئے......! میں صحیح بخاری کی تیسری روایت پیش کرتا ہوں [2]

---

1 صحیح البخاری: 3455

2 اور یاد رکھیے کہ مرزائیوں کی مشہور کتاب ''احمدیہ پاکٹ بک'' اس کے اندر مرزائیوں کے ملک عبدالرحمن خادم صحیح بخاری کے بارے میں صفحہ 183 میں کہتا ہے: أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ اور لکھا ہے: بخاری کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

پاک ﷺ نے مثال دے کر پوری وضاحت کے ساتھ سمجھا دیا، فرمایا: میرے بعد نبی یا رسول کوئی نہیں......! مجھے اللہ نے آخری نبی و رسول بنا کر بھیجا ہے۔ نبی کائنات ﷺ کی بیان کردہ مثال کو غور سے سنیں۔

اللہ کے بندو......!

پوری امانت و دیانتداری کے ساتھ مطالعہ کیجیے، نبی ﷺ نے مثال دے کر سمجھایا:

إِنَّ مَثَلِيْ وَمَثَلَ الْأَنْبِيَآءِ مِنْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَا بَيْتًا فَأَجْمَلَهُ وَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِّنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهِ وَيَعْجَبُوْنَ لَهُ وَيَقُوْلُوْنَ : هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ [1]

"بے شک میری مثال اور مجھ سے پہلے تمام انبیاء کی مثال ایک ایسے آدمی کی طرح ہے جس نے ایک باکمال اور اعلیٰ قسم کے گھر کو بنایا سوائے ایک اینٹ کے، یعنی ایک اینٹ کی جگہ خالی رکھی ہے، پس رسالت کا محل تعمیر ہو چکا ہے، پس ایک اینٹ کی جگہ باقی ہے اب لوگ آ کر اس کے اردگرد گھومتے ہیں اور اسے دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایک اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں وہی اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔"

---

[1] صحیح البخاری: 3535

سامعین کرام......!

عقیدہ ختم نبوت کے متعلق قادیانی لوگ جتنے شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس حدیث کی روشنی میں وہ تمام شکوک وشبہات آپ سے آپ ختم ہوجاتے ہیں کیونکہ اس عظیم الشان مثال نے مسئلے کو بالکل واضح کردیا اور قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے''

جو اللہ کے آخری رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی نہ سمجھے اس کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آیئے......! اب میں صحیح مسلم سے چند دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں،

آپ ﷺ نے ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ [1]

''اے علی! تیرا مقام میرے ہاں ایسے ہے جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کا مقام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں تھا، جس طرح ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کا معاون بنایا تھا اسی طرح اللہ نے تجھے میرا قریبی معاون بنایا ہے ہاں یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

---

1 صحیح المسلم: 2617

اورایک روایت میں اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ ہیں کہ لَا نَبُوَّةَ بَعْدِیْ ''میرے بعد کسی قسم کی کوئی نبوت نہیں'' ظِلّی نہ بروزی۔

اوراسی طرح کون ہے......؟ جو مسلمان ہو اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے واقف نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کو بے شمار صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، ایمانی غیرت اور جرأت میں آپ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے ممتاز تھے اور معرفت وبصیرت کا عالم یہ تھا کہ کئی مواقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی رائے کے مطابق خاتم المرسلین ﷺ پر وحی نازل فرمائی۔

بہرصورت حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ [1]

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔''

نبوت والی وہ تمام خوبیاں اور نبی کے اندر جو تمام فکری وشعوری کمالات ہوتے ہیں وہ عمر رضی اللہ عنہ کے اندر تمام کمالات موجود ہیں۔

لیکن فرمایا: لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ!

میں جو آپ کو دعوتِ فکر دینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کی ذات بھی آخری ہے اور آپ ﷺ کی بات بھی آخری ہے۔

میرے بھائیو......! کسی بھی مرزائی کے دجل وفریب میں نہ آئیں، میرے اور آپ کے محبوب پیغمبر ﷺ نے اس مسئلے میں کوئی شبہ یا ابہام نہیں چھوڑا، لیکن اس مرزا احمد قادیانی نے شیطانی حملوں کا شکار ہو کر نبی ﷺ کی نبوت ورسالت پر

---

[1] جامع الترمذی: 3688

ڈاکہ ڈالا ہے اور اپنے آپ کو اسلام سے خارج کر لیا ہے۔

جامع الترمذی، مسند احمد بن حنبل کے اندر ایک اور صحیح حدیث ہے، خادم رسول امام انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ قَالَ: فَشَقَّ ذَالِكَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: لٰكِنِ الْمُبَشِّرَاتُ فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ! وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: رُؤْيَا الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَآءِ النُّبُوَّةِ [1]

”بلاشبہ رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہے، میرے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ ہی کوئی نبی ہے، جب لوگوں پر یہ بات گراں گزری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لیکن مبشرات باقی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کا سچا خواب ہے اور یہ نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔“

اس حدیث کے بعد کوئی اشکال باقی نہیں رہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو آخر الزمان پیغمبر بنایا اور قرآن بھی اسی بات کی بار بار گواہی دے رہا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ

---

[1] جامع الترمذی: 2272

یاد رہے! اس حدیث کو تمام قدیم اور جدید محدثین نے صحیح قرار دیا ہے، قادیانی حضرات اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے دجل و فریب سے کام لیتے ہیں متنبہ رہیں!

اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے''

سامعین کرام......!

آخر الانبیاء اور خاتم المرسلین ﷺ نے اپنے کئی نام بیان فرمائے، ان میں ایک نام أَنَا الْحَاشِرْ ''میں حاشر ہوں'' کل قیامت کے دن تمام مخلوق کو اللہ میرے قریب اکٹھا فرمائیں گے۔

أَنَا الْمَاحِيْ ''میں ماحی ہوں'' اللہ میرے ذریعے شرک کو ختم فرمائیں گے اور خرافات کو ختم فرمادیں گے۔

أَنَا الْعَاقِبْ ''میں عاقب ہوں'' اور عاقب کا معنی سب سے آخر میں آنے والا، بعد میں آنے والا۔

حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: کسی آدمی نے بہت بڑے امام محدث محمد شہاب الزہری سے سوال کیا کہ ''عاقب'' کا کیا معنی ہے؟ تو وہ فرمانے لگے: أَلَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ [1] ''ایسی ذات کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو''
اور قرآن بھی ارشاد فرما رہا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ

---

1 صحیح البخاری:3532، صحیح مسلم:2354، 7-6106

اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے‘‘

میرے بھائیو......! میں اس موضوع کی ضرورت اس لیے محسوس کر رہا ہوں کہ اکثر سادہ لوح مسلمان ربوے میں ان کا تمام سیٹ اپ، نماز، قرآن پڑھنا مرزائیوں کے اخلاق، رویّے سے متاثر ہو کر ان کے دجل وفریب میں داخل ہو رہے ہیں۔

نہ......! میرے بھائیو......! نہ

جنہوں نے نبی پاک ﷺ کے بعد ایک اور نیا نبی کھڑا کر دیا، یہ جرم ناقابل معافی ہے، اسی کی وجہ سے وہ دین اسلام سے خارج ہیں بلکہ یاد رکھنا! مرزائی اور قادیانی یہ یہودیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں انہوں نے جن لوگوں کو مرزائی بنایا وہ ہمارے مسلمان بھائی تھے انہوں نے دجل وفریب اور قرآن وحدیث کی تحریف کے ذریعے سے ان سے ایمان واسلام کا نور چھینا ہے۔ ان کے بارے میں اپنے دلوں میں بھی نرمی نہ پیدا کرو۔ بلکہ اپنے عقیدے میں نبی پاک ﷺ کے ختم نبوت کی غیرت پیدا کرو اور نبی پاک ﷺ نے اتنی وضاحت سے واضح الفاظ میں مسئلہ سمجھایا ہے کہ ایک انسان اندھا بھی ہو وہ بھی قرآنی آیات اور احادیثِ صحیحہ سن کر کہے گا: آپ آخری نبی ہیں۔

عقل سے پیدل بھی کیوں نہ ہو وہ بھی ختم نبوت کا اعتراف کرے گا اور کہے گا کہ کوئی مجدد تو ہو سکتا ہے، ولی تو ہو سکتا ہے لیکن اللہ کا نبی نہیں ہو سکتا۔

یاد رکھو......! مسلمان کا عقیدہ ختم نبوت درست نہ ہو تو اس کے باقی اعمال بھی قبول نہیں ہوتے۔

سامعین کرام......! آخر میں آپ کی خدمت میں ایسی عظیم الشان حدیثیں

پیش کرنا چاہتا ہوں جس کے بعد عقیدہ ختم نبوت پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ امام المحدثین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُوْرًا وَّمَسْجِدًا وَّ أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ [1]

''مجھ کو چھ باتوں کی وجہ سے دیگر انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے، جامع کلام اور میں رُعب سے مدد دیا گیا ہوں اور میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے اور میرے لیے ساری زمین کو پاک اور نماز کی جگہ بنایا گیا ہے اور میں تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میرے ساتھ نبیوں کا اختتام کیا گیا ہے۔''

اور اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمْ [2]

''میں تمام انبیاء میں سے بعد میں آنے والا ہوں اور تم تمام امتوں کے آخر میں آنے والے ہو۔'' سبحان اللہ!

یاد رہے...... ! اللہ کا ہم پر خاص فضل و کرم ہے ہم آخری امت بھی ہیں اور بہترین امت بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم: 1166

[2] الشریعۃ: 872

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴿۱﴾

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔"

سامعین کرام!

اللہ تعالیٰ نے ہم کو بہترین اور آخری امت بنایا ہے۔ لیکن نہایت افسوس! کہ قادیانی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے ان عظیم الشان القابات کی قدر نہیں کی بلکہ انہوں نے "بہترین امت" یعنی ہمیں کافر قرار دے دیا اور ہمارے بعد مرزا غلام احمد کو نبی مان کر نئی گمراہ امت بن گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں قادیانی تنظیم دنیا کی منظم ترین جماعتوں میں سے ایک خطرناک جماعت ہے، لوگوں کو قادیانی بنانے کے لیے جہاں دولت کا منہ کھول دیتے ہیں وہاں عورت اور منصب بھی پیش کرتے ہیں۔ باقاعدہ یورپین ممالک میں نئے قادیانیوں کو سیٹل کرواتے ہیں۔

چونکہ قادیانی پاکستان میں سرِ عام مرزا غلام احمد کی نبوت کی دعوت نہیں دے سکتے، اس لیے وہ بند کمروں میں کم علم لوگوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتے ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ "مُک مکا" کرتے ہیں، کئی ناعاقبت اندیش لوگوں کی آخرت تباہ کر دیتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو عقیدہ ختم نبوت پر سعادت کی موت نصیب فرمائے۔

نبوت کے لیے وحیٔ الٰہی کا سلسلہ بند ہے:

قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ

﴿۱﴾ آل عمران: 110

نے نبوت والی وحی کا سلسلہ بند فرمادیا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو ساتھ ہی وحی کا سلسلہ روک دیا گیا۔

میں اس سلسلے میں آپ کو ایک ایمان افروز اور رقّت آمیز واقعہ سنانا چاہتا ہوں پوری محبت اور توجہ سے سماعت فرمائیں، جو بھی مرزائی آپ کو اپنے مکر وفریب میں لانے چاہے اس کو یہ واقعہ ضرور سنائیں!

ایک دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: اے عمر! آؤ چلیں، امّ ایمن رضی اللہ عنہا سے ملاقات کر آئیں، نبی پاک ﷺ امّ ایمن رضی اللہ عنہا سے پیار ومحبت کرتے تھے جو آپ کے والد کی طرف سے لونڈی بن کر آئیں تھیں تو آپ ﷺ کو ان سے بہت پیار تھا۔

تو یہ دونوں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ام ایمن رضی اللہ عنہا کے گھر گئے تو ام ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگ پڑیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا، اے ام ایمن رضی اللہ عنہا تم کیوں رو رہی ہو؟ تو سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے جو جواب دیا اس کو اگر سونے کے پانی سے لکھ لیا جائے تو حق ادا نہ ہو۔

اے ابوبکر وعمر! میں اس بات پر نہیں رو رہی کہ نبی پاک ﷺ دنیا سے چلے گئے ہیں۔ اور قرآن بھی فرما رہا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [1]

"اے میرے پیغمبر کہہ دو! بلاشبہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی میری موت اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔"

---

[1] الانعام:162

حضرت امّ ایمن رضی اللہ عنہا شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو کہتی ہیں کہ یہ بات تو حقیقت ہے کہ اللہ کے پیغمبر پر موت مبارک آئی، وفات مبارک ہوئی، دنیا کی زندگی سے آخرت کی زندگی میں آپ ﷺ چلے گئے ہیں میں اس وجہ سے پریشان نہیں ہوں۔

تو سیدنا ابوبکر فرمانے لگے: اماں جان! آپ روتی کیوں ہیں......؟ یہ آنسو کیوں ہیں......؟ تو فرمایا:

وَلٰكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَآءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَآءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا (۱)

”میں تو اس بات پر رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے، امّ ایمن کی بات نے دونوں کو رونے پر آمادہ کر دیا اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کے ساتھ رونا شروع ہو گئے۔“ اللہ اکبر!

یعنی نبی پاک ﷺ زندہ تھے تو جبریل وحی لے کر آتے تھے جب سے نبی پاک ﷺ دنیا سے چلے گئے ہیں تو اللہ نے وحی کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔ وحی بھیجنے والا بھی معصوم ہے اور وحی لے کر آنے والا بھی معصوم ہے، جس پیغمبر ﷺ پر وحی بھیجی گئی وہ بھی معصوم تھے اب ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہِ راست رہنمائی سے محروم ہو چکے ہیں۔

سامعین کرام......!

امّ ایمن کی بات یاد رکھنا......! کہ وحی کا سلسلہ بالکل بند ہو چکا ہے اور اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

إِنَّ أُنَاسًا كَانُوْا يُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْيِ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ

 صحیح مسلم:6318

اللهِ ﷺ وَإِنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ وَإِنَّمَا نَأْخُذُكُمُ الْآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا أَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ وَلَيْسَ إِلَيْنَا مِنْ سَرِيرَتِهِ شَيْءٌ أَللّٰهُ يُحَاسِبُ فِيْ سَرِيرَتِهِ وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَأْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَإِنْ قَالَ: إِنَّ سَرِيرَتَهُ حَسَنَةٌ [1]

"رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں سے وحی کی بنیاد پر باز پرس ہوتی تھی اور بلا شبہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے، لہٰذا اب ہم تمہارا مؤاخذہ تمہارے ظاہری اعمال کی بنیاد پر کریں گے جو کوئی شخص ظاہراً اچھا کام کرے گا ہم اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو اپنے قریب کریں گے، ہمیں اس کے دل کی بات سے کوئی غرض نہیں کیونکہ دل کی باتوں کا حساب لینے والا اللہ ہے اور جس نے بظاہر کوئی بُرا کام کیا تو ہم اس پر اعتماد کریں گے نہ ہی اسے سچا قرار دیں گے اگرچہ وہ دعویٰ کرے کہ اس کا باطن عمدہ اور اچھا ہے۔"

مقام غور ہے......!

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے عظیم المرتبت صحابی بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ اب ان پر ڈائریکٹ اللہ کی طرف سے کوئی رہنمائی نہیں آتی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کے اس فرمان کی موجودگی میں مرزا غلام کی وحی کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے......؟ آپ خود فیصلہ فرما لیں۔

[1] صحیح البخاری: 2641

قادیانی کے جھوٹا ہونے کی دلیل:

مندرجہ بالا دلائل کے بعد ایک مسلمان کے لیے ذرہ بھر گنجائش باقی نہیں رہتی کہ وہ لمحہ بھر کے لیے آپ ﷺ کے بعد بھی کسی دوسرے کو نبی تسلیم کرے۔

اور آخر میں مرزا غلام قادیانی کے جھوٹا ہونے کی ایک علمی، تحقیقی اور قطعی دلیل پیش کرنا چاہتا ہوں، پوری توجہ کے ساتھ اس کو ذہن نشین فرمائیں اور کہیں کسی مرزائی سے ملاقات ہو تو یہ بات اس کے سامنے بھی ضرور رکھیں۔ آپ دیکھ لیں گے کہ اس کے پاس ان حقائق کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے تین دعوے کیے ہیں۔

(۱) میں مسیح موعود ہوں...... یعنی قرب قیامت مسیح موعود کے نزول کے حوالے سے جو کچھ احادیث میں بیان ہوا ہے وہ مجھ پر سچ ثابت ہوتا ہے اور میں ہی مسیح موعود ہوں۔

(۲) میں امام مہدی ہوں...... یعنی قیامت کے قریب صحیح احادیث کے مطابق جس امام مہدی کے آنے کا ذکر ہوا ہے وہ میں ہوں اور آچکا ہوں۔

(۳) میں نبی ہوں...... یعنی مجھ پر اللہ کی وحی آتی ہے۔

یہ وہ تین دعوے ہیں جو مختلف اوقات میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کیے ہیں اور یہی اس کے جھوٹے ہونے کی واضح دلیل ہے کہ احادیث میں ہر جگہ مسیح موعود کی شخصیت اور امام مہدی کی شخصیت کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے، یعنی یہ دونوں الگ الگ شخصیات ہیں اور ان کی الگ الگ نشانیاں ہیں اور یہ اپنے اپنے وقت میں قرب قیامت اللہ کی زمین پر اسلام کی سربلندی کے لیے کوشش کریں گے۔

جبکہ مرزا اکیلا ہی خود کو مسیح موعود بھی کہتا ہے، امام مہدی بھی کہتا ہے اور العیاذ

باللہ نبی بھی کہتا ہے اور یہی تین دعوے اس کے جھوٹے ہونے کے لیے کافی ہیں۔

یاد رکھیں......! اللہ کے بندو......!

اگر کوئی عالم نہ ہو تو منبر پر چڑھ کر یہ منوانا چاہے کہ وہ عالم ہے تو وہ کائنات کا بدترین آدمی ہے بلکہ کائنات کا گھٹیا ترین انسان ہے۔ تو جو اللہ کا نبی نہ ہو تو وہ لوگوں کو باور کروائے کہ میں نبی ہو، میں عیسیٰ، میں مہدی ہوں تو یہ اللہ پاک کی طرف سے لعنت کا حقدار ہے یہ اللہ کی طرف سے پھٹکار کا حقدار ہے۔

برصغیر کے اندر کسی نے بھی اتنی لعنتیں حاصل نہ کیں جتنی اس نے کی ہیں۔ ذرّہ ذرّہ اس پر لعنت بھیج رہا ہے۔ پھر احمق لوگ روپے پیسے کے حصول کے لیے اپنے کاغذات میں اپنے آپ کو مرزائی ظاہر کرواتے ہیں۔

نوٹ: ایسا آدمی مرتد ہے، بے ایمان ہے کہ جو آدمی کسی ملک کی نیشنلٹی حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت سے شادی کے لیے اپنے آپ کو مرزائی ظاہر کرے۔ یہ نوجوانوں میں بیماری آگئی ہے امریکہ اور یورپ کے ویزے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں کہ میں مرزائی ہوں مجھے پاکستان میں خطرہ ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

لوگو! اپنے نصیب پر راضی ہو جاؤ اور عظیم الشان عقیدہ ختم نبوت پر راضی ہو جاؤ۔ اور قرآن پاک بھی اسی بات کا اعلان کر رہا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا

”محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے“

اسلام کا سارے کا سارا حسن عقیدہ ختم نبوت میں ہے، جس آدمی کا عقیدہ ختم

نبوت مضبوط ہے اسکا اللہ کے ہاں بہت بڑا مقام ہے اور یہ مقام اللہ کی توفیق ہی سے حاصل ہوتا ہے ورنہ حافظ عبدالسلام مرزائی بہت بڑا سائنسدان تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہا اور مرزا کو نبی کہہ کر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

اللہ ہم سب کو عقیدہ ختم نبوت پر زندہ رکھے اور اسی پر موت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

هذا ما كان عندی

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

وما توفيقی الا بالله

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حکومتِ پاکستان نے 7 ستمبر 1974 کو فیصلہ دیا کہ

''جو شخص اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا، کہ نبوت کے سلسلے کی آخری کڑی محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس پر مطلقاً اور غیر مشروط طور پر ختم ہوگئی۔ یا جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے خواہ وہ اس لفظ کو کوئی معنی پہنائے یا کسی رنگ میں مدّعی نبوت ہو۔ وہ اور جو شخص ایسے مدّعی نبوت کو نبی یا مذہبی ریفارمر مانے، آئین اور قانون کی رُو سے مسلمان نہیں۔''

اِک چُپ تے سُکھ ہی سُکھ

اِک چُپ تے سُکھ ہی سُکھ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا○ [1]

"اور میرے بندوں سے کہو کہ وہی بات کہیں جو بہت بہتر ہو۔ شیطان ان کے درمیان فساد ڈالتا ہے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے"

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

---

[1] بنی اسرائیل:53

تمہیدی گزارشات:

اسلام ایک جامع دین ہے۔ پورے دین پر چل کر ہی ہم اپنی دنیا و آخرت کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بڑے اچھے نمازی، حاجی اور عبادت گزار لوگ گھریلو زندگی کے معاملات میں بہت زیادہ پریشان ہوتے ہیں، بلکہ وہ علماء سے سوال کرتے ہیں کہ نماز، روزہ اور ذکر کے باوجود ہمارے ارد گرد اور خاندان کے معاملات کیوں نہیں سدھرتے.....؟ الجھاؤ، ٹکراؤ اور بگاڑ کا سامنا کیوں ہوتا ہے، کیا ہماری نمازیں و عبادتیں قبول نہیں.....؟ یا ہم نماز اور عبادت کی برکات سے محروم ہیں.....؟

سامعین کرام.....!

یہ ایک اہم سوال ہے اور اس کو شریعت کی روشنی میں حل کرنا اور سمجھنا بہت ضروری ہے اور اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ محض نماز و روزہ اور ذکر سے ہمارے سیاسی، سماجی، اقتصادی اور معاشرتی حالات بہتر نہیں ہو سکتے، جب تک ہم اسلام کے بتائے اصولوں کو نہیں اپنائیں گے۔ جو دین ہمیں نماز و روزے اور زکوۃ کا حکم دیتا ہے وہی دین ہمارے لیے زندگی کے مختلف شعبوں میں کامیابی و کامرانی کے لیے بہترین سنہری اصول بھی بیان کرتا ہے۔

ہمارے ہاں مجموعی طور پر الجھاؤ، ٹکراؤ اور بے سکونی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم شریعت کی کچھ باتوں پر عمل کرتے ہیں اور کچھ باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے معاملہ ادھورے کا ادھورا رہ جاتا ہے۔ اسلام نے نماز، روزے کے ساتھ ساتھ اصولِ سیاست بھی بیان کیے ہیں، جب تک ایک اچھا نمازی نماز، روزے کے ساتھ ساتھ میدانِ سیاست میں قدم رکھتے ہوئے اسلام کے بیان کردہ سیاست کے اصول

نہیں اپنائے گا اس وقت تک حکومت کے معاملات بہتر نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے ملک میں سیاست کے نام پر خباثت اور ریاست بچاؤ کے نام پر شرارت ہو رہی ہے۔ 90 فیصد مسلمان سیاستدان اسلام کے سیاسی اصولوں سے ناواقف ہیں اور اسی وجہ سے ہمارا ملک تباہی کے دھانے پر کھڑا ہے۔

آج اگر ہم سیاست کے میدانوں میں اسلامی اصولوں کو اپنالیں تو پورے ملک میں امن وسلامتی کا راج ہوگا۔ اسی طرح اسلام نے معیشت، تجارت اور باہم لین دین کے نہایت سنہرے اصول بیان کیے ہیں۔

ایک نمازی اور حاجی جب تک اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ اپنی دوکان اور کاروبار میں اسلام کے بیان کردہ اصولِ تجارت اور اصولِ معیشت نہیں اپنائے گا اس وقت تک اس کے لین دین اور کاروبار میں خیر و برکت نہیں ہوسکتی۔ اور آج معاشی طور پر بحران کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اسلامی اصولِ تجارت کو توڑا ہے، اور معیشت کے معاملات میں اسلامی اصولوں کی بجائے اپنی من مانی کی ہے۔ تو آج انفرادی طور پر جہاں ہر پاکستانی مسلمان رزقِ حلال کی وجہ سے پریشان ہے وہاں مجموعی طور پر بھی ہمارا ملک قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔

اسی طرح اسلام نے محلے داری، رشتہ داری اور چاردیواری میں پُرسکون اور خوشحال رہنے کے لیے کئی ایک سنہری اصول بیان کیے ہیں۔ جب تک ہم صوم وصلاۃ کے ساتھ ساتھ اپنی گھریلو اور نجی زندگی میں ان اصولوں کا خیال نہیں رکھیں گے ہماری زندگی لڑائی جھگڑے، فتنہ وفساد اور قتل وغارت سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ ان اصولوں میں سے آج ایک اہم اصول میں آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں جس کو اپنا کر ہم جہاں دنیا میں سکون، عزت اور مقام ومرتبہ پاسکتے ہیں وہاں روزِ آخرت بھی ہمارے لیے سعادت اور جنت ہوگی۔

اور وہ اصول یہ ہے کہ ''اچھی بات کرو ورنہ خاموش رہو''

آپ غور فرمالیں......! آج ہمارے اردگرد جس قدر نفرتیں ہیں اور ہمارے دلوں میں رشتہ داروں اور دوست واحباب کے متعلق جس قدر قدورتیں ہیں اس کی ایک بنیادی وجہ یہی ہے کہ آج ہم نے اس اصول کو توڑ دیا ہے اور ہماری سب خوشیاں بکھر چکی ہیں۔

معمولی معمولی باتوں پر خاموشی اختیار کرنے کی بجائے جب ہم زبانوں کو دراز کرتے ہیں تو نہایت پاکیزہ اور معصوم رشتے دشمنی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

آج آپ اس بات کا عہد کر کے جائیں کہ میں نماز، روزہ اور عبادت کے ساتھ ساتھ معاشرے میں مثالی اور بہترین زندگی گزارنے کے لیے اس اصول پر قائم رہوں گا، اچھی بات ہوگی ورنہ خاموشی اختیار کروں گا اور اسی اصول کو قرآن مجید نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے:

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ اِنَّ الشَّیْطَانَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ۝ [1]

''اور میرے بندوں سے کہو کہ وہی بات کہیں جو بہت بہتر ہو۔ شیطان ان کے درمیان فساد ڈالتا ہے۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے''

دین کے ابتدائی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ لفظ'' اَحْسَنُ '' اسمِ تفضیل کا صیغہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے خاص بندے وہی بات زبان سے کہیں

---

[1] بنی اسرائیل:53

جو بہت اچھی ہو، صرف اچھی نہیں بلکہ بہت اچھی ہو۔ یہ نکتہ قابلِ غور ہے کیونکہ جب ہم بہت اچھی گفتگو کریں گے کہ تو بلاشبہ ہماری زندگی بھی بہت اچھی ہو گی۔

سامعین کرام......!

غور فرمائیں کہ میرے سمیت کتنے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے بہت اچھی بات کرتے ہیں......؟

اگر ہم لوگ اپنے معاشرے اور اپنے گھر میں امن چاہتے ہیں، لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت سے ہمیں نفرت ہے تو پھر ہم کو اس اصول کے تحت زندگی بسر کرنی پڑے گی جس کے نتیجے میں ہر پریشانی دور ہو گی اور ہر خوشی نزدیک ہو گی۔ اسی اصول کو رسولِ رحمت ﷺ نے نہایت مؤثر اور بلیغ انداز میں یوں بیان فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ [1]

”جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، پس وہ اچھی بات کہے یا وہ خاموش ہو جائے۔“ اللہ اکبر!

معاشرے اور رشتہ داری کے بگاڑ سے بچنے کے لیے اس حدیث کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے کہ میں اللہ کی نگرانی میں ہوں، میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور مجھے مرنے کے بعد اس کی بارگاہ میں حساب کے لیے پیش ہونا ہے ایسا شخص اپنی زبان سے بھلائی اور بہتری کی بات کرے اور اگر اسے بھلائی اور بہتری کی بات نہیں آتی تو وہ خاموش ہو جائے، بھلائی کی بات نہ ہو تو خاموش رہنا ضروری ہے۔

---

[1] صحیح البخاری: 6018

سامعین کرام......!

اس حدیث نے یہ واضح کر دیا کہ جو شخص لغویات اور فضولیات میں اپنی زبان کو دراز کرتا ہے ایسا شخص کا اللہ اور آخرت پر ایمان کمزور ہے۔ اور اگر آپ نے کسی شخص کا اللہ اور آخرت پر ایمان چیک کرنا ہو تو اس کا ایک بہترین معیار یہ بھی ہے کہ آپ اس شخص کی زبان دیکھ لیں۔ اگر اس شخص کی زبان سے بھلائی نکلتی ہے تو اس شخص کا ایمان اللہ اور آخرت پر مضبوط ہے اور اگر وہ شخص لچر پن کا عادی ہے تو ایسے شخص کا اللہ اور آخرت پر ایمان کمزور ہے۔ اگر کسی کو بیہودہ بکنے کی عادت ہے تو ایسا شخص سرے سے ہی ایمان کی نعمت اور لذت سے محروم ہے۔

خاموشی حضرت محمد ﷺ کی پیاری سنت ہے:

رسول اللہ ﷺ کی ہر عادت اور سنت باعثِ ہدایت، رحمت اور برکت ہے، جس طرح بولنا اور گفتگو کرنا ایک کام ہے اسی طرح خاموش رہنا بھی نہایت مفید اور مبارک عمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ساری زندگی اسی اصول کے مطابق بسر کی ہے، اچھی بات ہوتی تو ضرور کرتے ورنہ خاموش رہتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سماک رحمہ اللہ نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے......؟ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہے......؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ہاں! اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھنے کا شرف بخشا ہے۔

آپ ﷺ

طَوِيْلُ الصَّمْتِ قَلِيْلُ الضَّحْكِ [1]

[1] مسند احمد بن حنبل: 202810، صحیح الجامع الصغیر: 4822

"زیادہ دیر خاموش رہتے اور کم مسکراتے تھے۔"

سامعین کرام......!

آج کل ہمارے دیندار بھائی رسول اللہ ﷺ کی دوسری سنتوں پر تو بڑے ذوق وشوق سے عمل کرتے ہیں، لیکن اس عظیم سنت کو سرے سے فراموش کیے ہوئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہبی حلقے بدترین فساد اور بگاڑ کا شکار ہیں۔

❁ خاموشی خوبصورتی اور قیمتی زیور ہے:

چُپ نہ رہنے والا شخص بہت جلد اپنا وقار اور رعب کھو دیتا ہے۔ قیمتی لباس، مہنگی گاڑی اور اعلیٰ مکانات اس وقت کسی کام کے نہیں رہتے جب انسان کی زبان آوارہ ہو جائے۔ خاموشی میں بھرم ہے اور خاموشی ہی ایک ایسا قیمتی زیور ہے جو انسان کے کئی ایک عیبوں کو ڈھانپ لیتا ہے۔

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا میں تجھے دو ایسی خوبیاں نہ بتاؤں......! جو اپنانے میں معمولی ہیں اور اللہ کے ہاں ترازو میں باقی اعمال کی بنسبت بہت وزنی ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: کیوں نہیں، اللہ کے رسول ضرور بیان فرمائیں! آپ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْكَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَطُوْلُ الصَّمْتِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ مَا تَجَمَّلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا [1]

"تم اچھے اخلاق کو لازم پکڑو اور زیادہ دیر خاموش رہو، اس ذات کی

---

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ: 1938

قسم کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مخلوق خدا نے ان دونوں جیسا خوبصورت زیور کبھی نہیں پہنا۔"

اس حدیث میں خاموشی کو حُسن اور خوبصورتی سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن افسوس کہ معاشرے کے اکثر لوگ دنیاوی ٹیپ ٹاپ اور فضولیات میں حسن ڈھونڈتے ہیں جب کہ شریعت کی نگاہوں میں سنجیدہ مزاج اور خاموش طبع انسان حددرجہ حسین وجمیل اور خوبصورت ہے۔

میں اپنی معزز خواتین پر یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ سونے چاندی کے زیور سے خاموشی کا زیور زیادہ مفید اور قیمتی ہے، سونے چاندی کے بغیر بہت اچھا گزارہ ہو جاتا ہے، لیکن اگر خاموشی کا زیور نہ ہو تو کسی طرف سے کوئی محبت اور چاہت نہیں ملتی، عورت کی میکے میں قدر ہوتی ہے نہ اسے سسرال میں وقار کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ایک ذمہ دار سروے کے مطابق موجودہ معاشرے میں 90 فیصد خواتین صرف زیادہ بولنے کی وجہ سے بے چینی کی زندگی گزار رہی ہیں۔

❁ خاموشی سلامتی کا راز ہے:

بے لگام زبان عافیت اور سلامتی کی تمام راہوں کو بند کر دیتی ہے اور آس پاس میں کئی ایک بگاڑ کا سبب صرف اور صرف فضول گفتگو ہوتی ہے، فضول، لغو اور بیہودہ گوئی کرنے والا شخص کبھی سلامتی نہیں پاتا۔ سلامتی کی طرف جانے والا شارٹ کٹ رستہ خاموشی والا ہے۔ اور اسی بات کو بیان کرتے ہوئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اے معاذ! بڑے بڑے باعمل لوگ صرف زبان کی وجہ سے جہنم میں اوندھے منہ پھینک دیئے جائیں گے، جس کا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان ہو وہ اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔ سلامتی کا راز فضولیات سے خاموش رہنے میں ہے۔

قُوْلُوْا خَيْرًا تَغْنَمُوْا وَاسْكُتُوْا عَنْ شَرٍّ تَسْلَمُوْا [1]

''بھلائی کی بات کرو، فائدہ اور نفع پاؤ گے، فساد اور بداخلاقی سے خاموش ہو جاؤ سلامتی پاؤ گے۔''

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ صفا پہاڑی پر چڑھے تو دعائیں کرنے کے بعد اپنی زبان کو پکڑ لیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے:

يَا لِسَانُ قُلْ خَيْرًا تَغْنَمْ وَاسْكُتْ عَنْ شَرٍّ [2]

''اے زبان! بھلائی کی بات کہنا فائدہ اور نفع پائے گی۔ شرارت اور فتنہ سے خاموش رہنا، سلامتی پائے گی۔''

سامعین کرام......! ہر شخص عافیت اور سلامتی کا متلاشی ہے اور یہ کوئی گلی، بازار سے ملنے والی چیز نہیں بلکہ سلامتی کو پانے کے لیے زبان جیسے شیر کو پنجرے میں قید رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ جب یہ شیر للکارتا ہے تو پھر سکون نام کی کوئی چیز نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

❁ خاموشی بہترین صدقہ ہے:

اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ صدقہ مال سے ہوتا ہے اور کبھی حُسنِ مقال سے ہوتا ہے، میٹھا بول بھی عظیم صدقہ جاریہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ بداخلاقی، خرابی، فتنہ فساد اور شر انگیز باتیں کرنے کی بجائے خاموش رہنا یہ بھی انسان کا اپنی طرف سے اپنی ذات پر بہت بڑا صدقہ ہے۔

---

[1] مستدرک حاکم: 4/286، سلسلہ احادیث صحیحہ: 412

[2] سلسلہ صحیحہ: 534

ایک دفعہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلیٰ درجے کے پسندیدہ اعمال کے متعلق سوال کیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد، غلاموں کو آزاد کرانا، بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرنا وغیرہ وغیرہ اعلیٰ درجے کے اعمال کا ذکر فرمایا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھ جیسا معمولی حیثیت کا آدمی اپنی غربت اور کمزوری کے پیش نظر یہ کام نہ کر پائے تو اس کے علاوہ اعلیٰ درجے کا پسندیدہ کام اور کیا ہے......؟ تو اس موقع پر جواب دیتے ہوئے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ [1]

''تو اپنی بداخلاقی کو لوگوں سے روک لے، یہ بھی تیری طرف سے تیری ذات کے لیے صدقہ ہے۔''

سامعین کرام......! ہزاروں اور لاکھوں روپے کا صدقہ کرنے والے تو بہت لوگ ہیں لیکن ایسے سخی کہاں ہیں......؟ جن کی طرف سے ہمیشہ لوگوں کو بھلائی پہنچتی ہے اور وہ اپنی بداخلاقی کے چھینٹوں سے لوگوں کے دامن ناپاک نہیں کرتے، انکی زبانیں تیشے کا کام کرنے کی بجائے سوئی کا کام دیتی ہیں اور وہ لوگوں کو جوڑنے والے اور خوشیاں بکھیرنے والے ہیں......؟

خاموشی نزولِ ملائکہ کا باعث ہے:

سب سے پاکیزہ ساتھ رحمت کے فرشتوں کا ساتھ ہے اور یہ ساتھ ہمیشہ سے باکردار اور اعلیٰ ظرف لوگوں کو ہی ملتا رہا ہے اور آج بھی فرشتوں کا ساتھ اور ان سے نصرت وتائید پانے کے لیے آسان ترین عمل یہ ہے کہ آپ اخلاقی برائی

 صحیح مسلم: الایمان: 250

اور زیادتی کے مقابلے میں کلمۂ خیر کہیں یا خاموش ہو جائیں……!

خاموشی شکست یا ذلت نہیں بلکہ کامیابی اور سعادت ہے اور اسی میں فرشتوں کی رفاقت ہے۔ اس حوالے سے میں آپ کے سامنے ایک ایمان افروز واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عزت پر حملہ کیا اور آپ کو نہایت تکلیف دہ باتیں کہیں، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ پھر اس نے دوسری مرتبہ حد درجہ تکلیف دہ باتیں کیں۔ فَصَمَتَ عَنْهُ اَبُوْبَكْرٍ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے۔ لیکن وہ شخص پھر باز نہ آیا اس نے تیسری دفعہ پھر اپنی زبان کا بے جا استعمال کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہایت تکلیف دہ باتیں کیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے تیسری مرتبہ اپنا دفاع کرتے ہوئے اس سے بدلہ لیا، یعنی جواباً آپ نے فرمایا کہ جو باتیں تو میرے متعلق کہہ رہا ہے ان میں سے کوئی بات بھی سچ نہیں ہے تیری سب باتیں فضول ہیں۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جوابی کاروائی شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس سے کھڑے ہو گئے اور محسوس یوں ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو کر کھڑے ہوئے ہوں۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چل نکلے اور کہا: اے اللہ کے رسول……! کیا آپ مجھ پر ناراض ہو گئے ہیں……؟ میں نے تو دو بار خاموش رہ کر تیسری مرتبہ اپنے دفاع میں ضروری باتیں ہی کہی ہیں، کوئی ناجائز یا کوئی غلط بول تو میری زبان سے نہیں نکلا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: اے ابوبکر……! تیرے دفاع میں

نَزَلَ مَلَكٌ مِّنَ السَّمَآءِ يُكَذِّبُهُ بِمَا قَالَ لَكَ فَلَمَّا

انْتَصَرْتَ وَقَعَ الشَّيْطَانُ فَلَمْ أَكُنْ لِأَجْلِسَ إِذْ وَقَعَ الشَّيْطَانُ [1]

''آسمان سے ایک فرشتہ اترا تھا وہ شخص تجھے جو کہہ رہا تھا فرشتہ اس کی ہر بات کو جھٹلا رہا تھا، جب تو نے بدلہ لے لیا تو درمیان میں شیطان آ گیا تو جہاں پر شیطان آ جائے میں وہاں پر نہیں بیٹھ سکتا......'' اللہ اکبر

سامعین کرام......! اس واقعہ سے کئی ایک باتیں سمجھ آتی ہیں ان میں سے پانچ کا تذکرہ کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔

1 انسان نیکی اور تقویٰ وطہارت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی بن جائے تو پھر بھی حاسدین وناقدین تکلیف دہ باتیں کرنے سے باز نہیں آتے۔ ایسے لوگ پہلے زمانوں میں بھی تھے اور آج بھی موجود ہیں، اللہ ان کے شر سے ہم سب کو محفوظ فرمائے۔

2 ایسے فضول گو اور حاسد لوگوں کی شرارتوں اور باتوں سے بچنے کا کامیاب فارمولا خاموشی ہے، آپ جواب دینے کی بجائے ان کی باتیں سننے سے گریز کریں اور اگر کوئی چغل خور ان کی باتیں آپ تک پہنچائے تو آپ ان کی باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیں۔ مخالفوں کی باتیں سن کر جلنا، کڑھنا اور سازش کے جال بُنتے رہنا کم ظرف اور پنچ لوگوں کا شیوہ ہے۔

3 جھگڑے کے وقت فریقین جب ایک دوسرے کے خلاف زبان کھولتے ہیں تو تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے جو ان کو مزید طیش دلانے کے ساتھ ساتھ الزام تراشی، تہمت بازی، مار کٹائی اور قتل وغارت پر اکساتا ہے۔ اختلاف کے موقع پر شیطان کی مداخلت سے بچنے کا واحد حل خاموشی ہے۔

---

[1] سنن ابی داود: 4896

4 رسول اللہ ﷺ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا تعلق تھا......

یہ تقریباً ہر شخص جانتا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سے کس قدر محبت تھی یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تو آپ ﷺ ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ہر قسم کے تعلق کی پروا کیے بغیر آپ ﷺ نے بے رخی برتی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اصلاح فرمائی۔ آج ہمیں بھی تعلقات اور رشتہ داری میں باہم ایک دوسرے کی اصلاح اور بہتری کے لیے اقدامات کرتے رہنا چاہیے۔

5 تکلیف دہ باتوں کو سن کر خاموشی اختیار کرنا اس قدر مبارک عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے خاموش طبع مسلمان کی نصرت وتائید کے لیے رحمت کے فرشتوں کو نازل فرما دیتے ہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول......!

میرے چند رشتہ دار ہیں میں ان سے صلہ رحمی کا معاملہ کرتا ہوں وہ میرے ساتھ قطع تعلقی کرتے ہیں، میں ان سے حسنِ سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں اور جاہلانہ رویہ برتتے ہیں اور میں برداشت کرتا رہتا ہوں۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَالِكَ [1]

"اگر معاملہ ایسے ہی ہے جیسے تو نے کہا ہے تو گویا کہ تو ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے، جب تک تیرا یہ رویہ اور اعلیٰ کردار رہا اللہ

[1] صحیح المسلم: 2558

تعالیٰ کی طرف سے ان کے خلاف ایک مددگار فرشتہ ہمیشہ تیرے ساتھ رہے گا۔''

اس حدیث نے بھی یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ خاموشی والا عمل اس قدر مؤثر اور مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ خاموش رہنے والوں کی مدد رحمت کے فرشتوں کے ذریعے فرماتے ہیں۔

اہم نکتہ:

دشمن کس قدر بھی طاقت ور کیوں نہ ہو...... اس کی سازش صرف 50 فیصد کی حد تک کارگر ہے اور اگر آپ خاموشی اختیار کریں تو آپ کا مخالف کسی صورت آپ کے خلاف سازش میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ عربی کا ایک معروف مقولہ ہے:

أَمِيْتُوْا الْبَاطِلَ بِالصَّمْتِ

''باطل کو خاموشی کے ساتھ ختم کر دو''

یعنی اگر آپ اپنے خلاف کسی سازش اور فتنے کو جڑ سے مٹانا چاہتے ہیں تو اس کو منہ نہ لگائیں بلکہ ضروری دفاع کے بعد خاموشی اور بے رخی کا مظاہرہ کریں۔ آپ کے حاسد اور مخالف آپ کی خاموشی اور بے رخی کی کبھی تاب نہیں لاسکیں گے۔ جو لوگ اپنے مخالفین کے مقابلے پر اتر آتے ہیں، غیبتوں اور تہمتوں کا جواب اسی انداز اور الفاظ میں دیا جاتا ہے تو پھر معاملہ کبھی خیر کی طرف نہیں لوٹتا۔

❁ خاموشی میں نجات ہے:

جس طرح بولنا ایک کام ہے اسی طرح چپ رہنا بھی ایک فائدہ مند کام ہے، بلا ضرورت بولنا یا اپنی ناقص واقفیت کے باوجود بولنا اور رائے دینا خود کا اور

دوسروں کا نقصان کرنے کے برابر ہے، اگر آپ دنیا میں ہر قسم کے بگاڑ اور فتنوں سے بچنا چاہتے ہیں اور آپ واقعۃً اس سلسلے میں سنجیدہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا آسان ترین حل آٹھ حروف میں بیان کر دیا ہے۔

مَنْ صَمَتَ نَجَا [1]

''جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی۔''

صرف آپ دنیا کے فتنوں سے نہیں بلکہ خاموشی کی وجہ سے قیامت کے دن کے عذابوں سے بھی نجات پا جائیں گے۔ احادیث صحیحہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اکثر لوگ صرف اپنے منہ کے بول کی وجہ سے اللہ کے عذابوں کا شکار ہوں گے۔

❁ خاموشی جنت کی راہ ہے:

مسلمان سارے نیک اعمال حصولِ رحمت و جنت کے لیے کرتا ہے اور خاموشی والا عمل انسان کو با آسانی اللہ کی جنت میں لے جاتا ہے۔ وقت کی قلت کے پیشِ نظر اس ضمن میں ایک حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے نے کہا: اے اللہ کے رسول......! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیں جو مجھ کو اللہ کی جنت میں داخل کر دے۔

آپ ﷺ نے چند اعمال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

بھوکے کو کھانا کھلا، پیاسے کو پانی پلا، نیکی کا حکم کرتے ہوئے برائی سے منع کر اور اگر میرے بیان کردہ اعمال میں سے تو کسی نیک عمل کی طاقت نہ رکھے تو

---

[1] مسند احمد: 6481 سلسلہ صحیحہ: 536

فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنَ الْخَيْرِ [1]

''تو بھلائی کے علاوہ اپنی زبان کو روکے رکھ۔''

یعنی خاموش رہ......! تکلیف دہ اور فضول باتوں سے اجتناب کر......!
فرائض کی ادائیگی محرمات سے بچنے کے بعد خاموشی والا عمل تجھے اللہ تعالیٰ کی جنت میں لے جائے گا

خاموش نہ رہنے کے دو خطرناک نقصان:

فضول باتیں مسلمان کی روحانی زندگی کے لیے زہرِ قاتل ہیں، فضول گو شخص کو عبادت سے لذت اور تلاوت سے حلاوت نصیب نہیں ہوتی۔ زیادہ بولنا اپنی بے چینی اور بد سکونی کو بڑھانے کے مترادف ہے۔ خاموش نہ رہنے کے بے شمار نقصانات ہیں ان میں سے دو خطرناک نقصان احادیث کی روشنی میں بیان کرتا ہوں۔

1 دل کا سخت ہونا:

دل کی سختی اللہ کے عذاب کی پہلی قسط ہے، سنگدل شخص خیر کی اکثر باتیں قبول کرنے سے محروم رہتا ہے اور جو شخص خاموشی کی بجائے فضول باتوں اور لغویات میں دل چسپی رکھے تو اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِاللهِ ؛ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِاللهِ تَعَالَى قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ! وإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي [2]

---

[1] مسند احمد: 18648

[2] جامع ترمذی: 2411 والحدیث حسن باذن اللہ

”ذکرِ الٰہی کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کرو، کیونکہ ذکرِ الٰہی کے علاوہ
زیادہ باتیں کرنا دل کی سختی کا باعث ہیں اور لوگوں میں اللہ سے سب
سے زیادہ دور سخت دل شخص ہے۔“

سامعین کرام......!

معاف کرنا، ہر دوسرا شخص اس حدیث کی زد میں ہے فضول باتوں نے اس قدر دل کو سخت کر دیا ہے، شریعت بے اثر اور علماء کی سب محنتیں رائیگاں جا رہی ہیں، بڑے بڑے اجتماعات اور دروس میں شریک ہونے والے احباب اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے ایک انچ بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے الا ماشاء اللہ۔

اب دل کی سختی کی حالت تو یہ ہے کہ منبر و محراب کے وارث اور اسٹیج کے بادشاہ بھی خطرناک اخلاقی جرائم کے مرتکب ہیں اور ان کا وعظ ان کے اپنے دل پر بھی کوئی اثر نہیں چھوڑتا۔ اعاذنا اللہ منہ

2 جنت سے جہنم کی طرف جانا:

صحیح حدیث کے مطابق مسلمان اپنے نیک اعمال کی بدولت اس قدر اللہ کی جنت کے قریب ہوتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن وہ اپنی زبان سے اس قدر کبر اور کفر والا بول بولتا ہے کہ وہ واپس جہنم کی طرف چلا جاتا ہے اور ستر سال تک جہنم کی گہرائی میں گرتا رہتا ہے۔ آج کل ایسے بول عام سننے کو مل رہے ہیں جیسے

میں تجھے کیا سمجھتا ہوں

تیری کیا اوقات ہے

تجھے تو اللہ نے معاف ہی نہیں کرنا“ وغیرہ وغیرہ۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللهِ لَا يُلْقِي لَها بَالًا يَرْفَعُهُ اللهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ لَا يُلْقِي لَها بَالًا يَهْوِيْ بِها فِي جَهَنَّمَ [1]

''کبھی انسان اپنی زبان سے اس قدر شکر بھرا جملہ بولتا ہے اس کو اس کی اہمیت کا علم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس ایک جملہ کی بنا پر اسے جنت کے اعلیٰ مراتب نصیب فرما دیتے ہیں۔ انسان کبھی اپنی زبان سے ایسا جملہ کہتا ہے، حالانکہ وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ اتنا برا ہوتا ہے کہ اس ایک جملہ کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔''

اس حدیث سے آپ اندازہ لگالیں کہ خاموش نہ رہنے سے انسان کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے۔

اِک چپ تے سکھ ہی سکھ

سامعین کرام......! عموماً تو آپ سنتے رہتے ہیں کہ ''ایک چپ اور سو سکھ'' لیکن موجودہ حالات میں فضول گوئی کے نقصانات اور زبان درازی کے فتنوں کے پیش نظر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ''اک چپ تے سکھ ہی سکھ''

یاد رکھو......! جس شخص کی زبان اپنی نہیں اس کا کیا ہوا کوئی عمل بھی اس کا اپنا نہیں، زبان کی آوارگی کا سیلاب سارے نیک اعمال بہا کر لے جاتا ہے۔

---

1. صحیح البخاری۔ کتاب الرقاق، حفظ اللسان: 6478

جمہوری نظام اور الیکشن

جمہوری نظام اور الیکشن

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○ [1]

''اور جو کوئی ہدایت کے خوب واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور ایمان والوں کے راستے کے سوا کسی اور کی پیروی کرے گا ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور پھر اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

[1] النساء: 115

تمہیدی گزارشات:

ہمارے دین میں مکمل رہنمائی موجود ہے، اسلام نے جہاں عزت کے اسباب بیان کیے ہیں وہاں ذلت کی وجوہات کو بھی بڑی تفصیل سے واضح کیا ہے اور موجودہ حالات میں ہم مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر جس قدر ذلیل ورسوا ہیں رسول اللہ ﷺ نے آج سے کئی سو سال پہلے اسکے اسباب کو بیان فرما دیا تھا۔ آج ہم پر رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث مکمل صادق آ رہی ہے جس کو امام ابوداود نے اپنی ''سنن'' میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''السنن الکبریٰ'' میں اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسند الشامیین'' میں اس کو بیان کیا ہے۔

اور ماضی قریب کے عظیم محدث امیر المومنین فی الحدیث حضرت البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب ''سلسلہ احادیث صحیحہ'' حدیث نمبر 11 کے تحت ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب تم میں تین خامیاں پیدا ہوں گی تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت ورسوائی اور پسپائی کو مسلط کر دے گا اور تم اس وقت تک ذلیل وخوار ہی رہو گے جب تک تم اپنے اصل دین کی طرف لوٹ کر نہیں آ ؤ گے، وہ تین خامیاں کون سی ہیں اور اصل دین کی طرف لوٹنا کیسے ہے......؟

آیئے......! اس بات کو قدرے تفصیل سے سمجھنے کی کوشش کریں۔

پہلی خامی: جو آپ ﷺ نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو اور اس کی حرام کردہ خرید و فروخت کی صورتوں کو مختلف حیلوں بہانوں کے ساتھ حلال کر لو گے تو تم پر اللہ تعالیٰ ذلت کو مسلط کر دیں گے۔

سامعین کرام......!

آپ امانتداری سے سروے کر کے دیکھ لیں کہ دنیا دار درباری مولویوں

نے سود کی صورتوں کو مباح، جائز اور حلال قرار دے دیا ہے اور جب آپ بعض فقہی کتب کا مطالعہ کریں گے تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ شراب اور اس جیسی دیگر حرام چیزوں کو استعمال کرنے کے لیے مختلف حیلوں بہانوں سے کیسے کیسے چور دروازے کھولے گئے ہیں۔

دوسری خامی: جب تم دین کی اہمیت ومحبت کو اپنے دل سے نکال کر دنیا پر ٹوٹ پڑو گے، کھیتی باڑی اور کھانا کمانا ہی تمہاری زندگی کا مقصد بن جائے گا تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت کو مسلط فرما دیں گے۔

پیارے مسلمان بھائیو......!

ذرا جائزہ لو، آپ کے محلے، علاقے اور شہر میں کتنے لوگ ہر معاملے میں اللہ کے دین کو مقدم رکھتے ہیں......؟

قرآن پڑھنے اور سمجھنے والے لوگ کتنے ہیں......؟

نماز کو وقت پر ادا کرنے والوں کی تعداد کیا ہے......؟

آپ حیران ہوں گے کہ دین سے دوری کا عالم یہ ہے کہ بے نماز تو بے نماز رہے، ہمارے معاشرے میں نمازی حضرات میں بھی اکثر ایسے ہیں کہ جن کو نمازیں پڑھتے بیس، بیس سال ہو چکے ہیں لیکن ان کو نماز کا ترجمہ تک نہیں آتا۔

ہمارے کاروباری حضرات اس قدر دین سے دور ہیں کہ ان کے پاس تجارت کے لیے، میٹنگز کے لیے، سفر کرنے کے لیے، آرام کرنے کے لیے، غرض کہ ہر کام کے لیے ٹائم، وقت اور فرصت موجود ہے لیکن اگر ان کے پاس وقت نہیں تو قرآن پاک اور دین کو سمجھنے کے لیے وقت نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تیسری خامی: جب تم اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے عملی کوششیں چھوڑ دو گے، جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ تم پر ذلت کو مسلط کر دے گا۔

سامعین کرام......!

اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے کیا ہو رہا ہے یہ بھی آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور ہماری مذہبی اور دینی جماعتیں دین کی سربلندی کی آڑ میں کس طرح اپنی دکانداریاں چمکائے ہوئے ہیں یہ بھی کسی پر پوشیدہ نہیں، لیبل دین کا ہے، نعرہ اسلام کی بلندی اور عشقِ رسالت کا ہے لیکن اندر کھاتے ساری جنگ اپنی جیب، پیٹ اور اپنے مفادات کے لیے ہے۔

میرے ذی وقار سامعین......!

جب یہ تینوں خامیاں اور تینوں کوتاہیاں بدرجہ اتم ہم میں موجود ہیں تو پھر ہمیں دنیا کی کوئی طاقت ذلت سے نہیں نکال سکتی۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث آج سچی ثابت ہو رہی ہے، ہاں......! اگر ہم واقعتاً اس ذلت سے نکلنا چاہتے ہیں، فاسق و فاجر حکمرانوں کے شر سے بچنا چاہتے ہیں، دشمنوں کی شرارتوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں اور خود کو غالب دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کا حل بھی رسول اللہ ﷺ نے اسی حدیث کے آخر میں بیان کیا ہے کہ

حَتّٰى تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ

''یہاں تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ۔''

یعنی موجودہ حالات میں ہماری کامیابی اور عزت صرف اور صرف ایک کام میں ہے کہ ہم اپنی اپنی گروہ بندیاں چھوڑ کر اور اپنے اپنے مفادات کی قربانیاں دے کر اللہ کے سچے دین کی طرف لوٹ آئیں۔ اللہ کا سچا دین صرف اور صرف قرآن وحدیث ہے۔ اللہ کے سچے دین کی طرف لوٹنے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ہم غیر مسلموں کے نظاموں کو چھوڑ کر اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کو نافذ کریں۔ اور وہ

ملکِ پاکستان کہ جس کو ہم نے لا الہ الا اللہ کے نام پر حاصل کیا ہے اس میں فی الفور اسلامی نظام کو نافذ کر دیں۔

اسلامی نظام کیا ہے:

اسلامی نظام یہی ہے کہ ہم اپنے لیے ایسے قائد، لیڈر اور خلیفہ کا انتخاب کریں......

جو سیرت وکردار، علم وفضل اور تقویٰ طہارت میں ممتاز ترین مقام پر فائز ہو

قرآن وسنت کو مکمل آئینی حیثیت حاصل ہو۔

ملک کی خارجہ اور داخلہ پالیسی عین اسلام کے مطابق ہو۔

اسلامی نظام کے عہدیداران کا سب سے پہلا اور اہم فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو، ملک کے کسی عہدے پر غیر مسلم فائز نہ ہوں وغیرہ وغیرہ۔

آج میں یہ بات نہایت افسوس سے کر رہا ہوں کہ ہمارے ملک کے آئین اور دستور میں یہ بات تحریر ہے کہ پاکستان میں قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون پاس نہیں ہو سکتا، جبکہ عملی طور پر بیسیوں قانون ایسے ہیں جو کتاب وسنت کے خلاف ہیں اور اسلام کی غیرت ان کو ہرگز گوارہ نہیں کرتی۔

یہ تو آپ نے سن رکھا ہے کہ پاکستان کے آئین میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص امامِ کائنات رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کرے اس کی سزا چار سال ہے اور جو شخص محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی گستاخی کرے گا اس کی سزا عمر بھر قید ہے۔

کیا جمہوری نظام اسلامی ہے؟

ہمارے ملک میں جو جمہوری نظام رائج ہے اور جس نظام کے تحت ملک میں

وزراء وامراء کا انتخاب ہوتا ہے وہ مغربی جمہوری نظام ہے۔ سب لوگ اس کو غیر مسلموں کا نظام مانتے ہیں۔ میں نے ذاتی طور پر بھی اس موضوع پر بہت کچھ پڑھا ہے اور باعمل شیوخ الحدیث سے استفادہ بھی کیا ہے، تو مجھ پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوئی ہے کہ ہمارے ملک میں موجود جمہوری نظام اور الیکشن کا طریقہ کار 100 فیصد غیر اسلامی ہے اور اس میں اسلام کے بیسیوں احکامات کی بغاوت ہے۔

سوائے چند درباری ملاؤں کے میں نے کسی باکردار صاحبِ علم وفضل عالم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ موجودہ جمہوری نظام اسلامی ہے۔

اللہ کے بندو......!

جب غیر اللہ کی نیاز شرک ہے تو غیر اللہ کا نظام کہاں کی توحید ہے......؟

یاد رکھو......! مغربی اور یورپی سیاست ہمارے دلوں سے دین کی غیرت اور محبت بالکل نکال دے گی اور ہمیں احساس تک نہ ہوگا۔ اب یہ حالت ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسلامی اقدار کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور یورپی سیاست وثقافت کو اپنایا جاتا ہے۔

اب میں آپ کے سامنے اختصار کے پیشِ نظر اس جمہوری نظام اور الیکشن کے حوالے سے صرف سات باتوں کا تذکرہ کرتا ہوں جن میں سیدھی سیدھی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی جاتی ہے اور کتاب وسنت کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈالا جاتا ہے جب کہ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن پاک نے علی الاعلان کہا ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○ [1]

---

1 النساء:115

"اور جو کوئی ہدایت کے خوب واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور ایمان والوں کے راستے کے سوا کسی اور کی پیروی کرے گا ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور پھر اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔"

عہدے کی حرص وہوس:

اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ عہدے اور منصب کو طلب کیا جائے اور اس کو پانے کی آرزو کی جائے۔ جب کہ ہمارے ہاں جتنے امیدوار کھڑے ہوتے ہیں وہ درخواستیں پیش کرتے ہیں اور یہیں پر بس نہیں، عہدے کی حرص وہوس کا عالم یہ ہے کہ رشوت دی جاتی ہے اور اکثر تو ایسے ہوتا ہے کہ اپنے مدمقابل درخواست دینے والے کو دھمکیاں دی جاتی ہے اور نجانے کیا کچھ کیا جاتا ہے۔

جب کہ امام کائنات ﷺ نے دوٹوک الفاظ میں اس سے منع کیا ہے اور قسم اٹھا کر فرمایا ہے کہ ہم عہدے، منصب اور امارت طلب کرنے والے لوگوں کو نہیں دیتے۔ اختصار کے پیش نظر صرف پانچ احادیث سماعت فرمائیں۔

1. حضرت امام عبدالرحمن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا ہے:

لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا [1]

---

[1] صحیح البخاری:6622

''امارت کا سوال نہ کر! اگر تو وہ مانگ کر دیا گیا تو اسی کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر تجھے بن مانگے مل گئی تو اس پر تیری اللہ کی طرف سے مدد کی جائے گی۔''

آج ہم موجودہ اکثر امیدواروں کے متعلق یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے عہدے کے نشے میں مست ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم ہیں۔

2 حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِيْ عَمِّيْ فَقَالَ: أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ يَارَسُوْلَ أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ وَلَّاكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَل وَقَالَ الْآخَرُ: مِثْلَ ذَالِكَ ، فَقَالَ: أَمَا وَاللّٰه! لَا نُوَلِّيْ عَلَى هَذَا الْعَمِلِ أَحَدًا يَسْئَلُهُ وَلَا أَحَدً حَرَصَ عَلَيْهِ [1]

''میں اور میرے دو چچا زاد بھائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں بھی کہیں امیر مقرر کر دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو امارت و حکومت بخشی ہے۔ اور دوسرے نے بھی یہی بات کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خبردار! اللہ کی قسم! ہم مانگنے والے کو کسی بھی عمل پر امیر مقرر نہیں کرتے اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو جو امارت کی لالچ کرے۔''

اس حدیث کی رُو سے جتنے الیکشن میں کھڑے ہونے والے کینڈیڈیٹ ہیں وہ سب نااہل ہیں اور ہرگز اس قابل نہیں ہیں کہ ان کو اپنی قیادت اور سیادت

---

1 صحیح المسلم: 4281

سونپی جائے۔ کیونکہ ان کا معاملہ صرف طلب تک نہیں بلکہ حرص و ہوس اور رشوت تک جا پہنچا ہے۔

3 امام الفقہا والمحدثین حضرت امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ [1]

''بلا شبہ تم امارت پر لالچ کرو گے اور وہ عنقریب قیامت کے دن تمہارے لیے ندامت ہوگی۔ دودھ پلانے والی تو بہت اچھی ہے اور دودھ چھڑانے والی بہت بری ہے۔''

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان اقتدار کے نشے میں بہت خوش ہوتا ہے، اپنے آپ کو ہر معاملے میں آزاد اور طاقتور محسوس کرتا ہے۔ لیکن جب کل قیامت کے روز اللہ کے حضور باز پرس کی جائے گی تو بہت بڑی ذلت اور بربادی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

4 سادگی اور درویشی کے امام حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا:

يَارَسُوْلَ اللهِ! أَلَا تَسْتَعْمِلُنِيْ ...؟ قَالَ: فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِيْ ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ ! إِنَّكَ ضَعِيْفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا [2]

---

1. صحیح البخاری: 7148
2. صحیح المسلم: 4719

"اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے کوئی عہدہ نہیں دے دیتے......؟
آپ ﷺ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اے ابوذر! تو ضعیف آدمی ہے اور عہدہ امانت ہے جو قیامت کے دن رسوائی اور شرمندگی کا باعث بنے گا مگر جس نے اس کو برحق حاصل کیا اور اس کی ذمہ داریوں کو نبھایا"

اس حدیث سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ امام ابوذر رضی اللہ عنہ جیسے متقی شخص نے بھی جب عہدہ طلب کیا تو آپ ﷺ نے دینے سے انکار کر دیا۔ تو ان تمام دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہدے کی طلب شریعتِ اسلامیہ میں انتہائی مذموم ہے۔

لیکن افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بڑی بڑی مذہبی جماعتیں اور اپنے آپ کو کتاب وسنت کے دعویدار سمجھنے والے بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ اور تمام جمہوری اور سیاسی بیماریاں ان میں بھی بری طرح جنم لے چکی ہیں۔

5 حضرت کعب اپنے مالک رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا عَنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ [1]

"دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں بھیجے جائیں تو وہ اتنی تباہی نہیں کرتے جتنا انسان کے دین کو عہدے اور مال کی لالچ تباہ کرتی ہے۔"

آج یہ حدیث من وعن پوری طرح سچی ثابت ہو رہی ہے، عہدے کے

---

[1] جامع الترمذی: 2376

طلب گاروں نے انسانیت پر جو ظلم ڈھائے ہیں اور اسلامی تعلیمات کا جس قدر جنازہ نکالا ہے اور اس ملک کو جس قدر فساد سے بھر دیا ہے وہ کسی شخص سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ معاف فرمائے......! عہدے کی حرص وہوس رکھنے والے اپنی پارٹی کی طرف سے ٹکٹ نہ ملنے پر اس قدر غضب ناک ہوتے ہیں کہ ان میں سے اکثر پارٹی تبدیل کر لیتے ہیں، اگر کسی دوسری پارٹی سے بھی بات نہ بنے تو آزاد کھڑے ہو جاتے ہیں یا پھر وہ کم از کم اپنی جماعت کے سخت دشمن اور مخالف بن جاتے ہیں۔

یاد رکھنا......!

عہدے منصب اور امارت کے لیے لالچ رکھنے والے لوگ پیارے رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے باغی ہیں اور ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کا فیصلہ اٹل ہے:

وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ۝ [1]

''اور جو کوئی ہدایت کے خوب واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور ایمان والوں کے راستے کے سوا کسی اور کی پیروی کرے گا ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور پھر اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

تصاویر کی بھرمار:

تصاویر کی حرمت احادیث سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] نساء:115

قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ کوئی بھی خدا خوف عالم علی الاطلاق فوٹو کو جائز نہیں سمجھتا، بلاضرورت فیشنی تصاویر بنوانا تمام کے نزدیک ناجائز ہیں۔ البتہ سفر کے لیے یا تبلیغ کے لیے تصویر یا مووی بنانا بعض اہلِ علم کے ہاں جائز ہے اور بعض کے ہاں حرام۔

لیکن تصویر کی ایک صورت وہ ہے جو تقریباً تمام اہل علم کے ہاں حرام ہے وہ یہ ہے کہ تصویر بنوا کر اس کو شہرت، فیشن یا برکت کی نیت سے لٹکایا جائے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ [1]

''فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں فوٹو ہو۔''

عفیفۂ کائنات، صدیقۂ امت، ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے تو میں نے گھر کی ڈیوڑھی پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو غصے سے آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، چنانچہ میں نے وہ پردہ اتار دیا۔'' [2]

سامعین کرام......!

لٹکی تصویر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بھی خوش نہیں ہیں اور وہاں پر رحمت کے فرشتوں کا بھی نزول نہیں ہوتا۔ اس تناظر میں آپ اپنے ملک کا جائزہ لیں کہ ہمارے ملک میں کوئی ایسا صوبہ، شہر، دیہات، محلہ، گلی اور گاڑی ایسی نہیں جس

---

[1] صحیح البخاری: 5949

[2] صحیح بخاری: 5954

پر امیدواروں کی بڑی بڑی تصویریں آویزاں نہ ہوں۔ اور اس سے بڑھ کر بے حسی اور بے غیرتی کا عالم یہ ہے کہ غیر محرموں کے ساتھ تصاویر بنا کر ان کو بڑے بڑے چوکوں میں آویزاں کیا جاتا ہے اور اس نحوست اور بے برکتی کا نتیجہ یہ ہے کہ پورا ملک اللہ کی رحمت اور فرشتوں کی نصرت سے محروم ہے۔

جس طرح ماہِ رمضان نیکیوں کا موسم بہار ہے اسی طرح الیکشن گناہوں کا سیزن ہے۔ کون سا گناہ ہے جو ان دنوں عروج پر نہیں ہوتا، جوڑ توڑ کی اس نام نہاد سیاست نے پورے ملک کو تباہ کر رکھا ہے اور کئی کینیڈیٹ اپنی تصویر کے ساتھ اپنے پیر صاحب کی تصویر کو بھی بطورِ برکت آویزاں کرتے ہیں جبکہ یہ معاملہ شرک تک جا پہنچتا ہے۔ الیکشن کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ کی یہ دوسری نافرمانی ہے جو علی الاعلان کی جاتی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو وعید سناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ [1]

’’اور جو کوئی ہدایت کے خوب واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور ایمان والوں کے راستے کے سوا کسی اور کی پیروی کرے گا ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور پھر اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔‘‘

پارٹی بازی کی بنیاد پر نفرت اور محبت:

عقیدہ ’’الولاء والبراء‘‘ اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے نفرت اہل ایمان

[1] النساء:115

کا بنیادی عقیدہ ہے جو لوگ اللہ کے لیے محبت اور نفرت نہیں کرتے ان کا ایمان ناقص ہے اور جمہوری نظام کی تیسری بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں دھڑے بازی اور پارٹی بازی کو فروغ ملتا ہے اور مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہوتا ہے۔

اس مغربی نظام میں بالکل وہی فرعون والی چال ہے جو اس لعنتی نے اپنی کرسی کی مضبوطی کے لیے چل رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں:

وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا

''اور کر دیا اس کے اہل کو گروہ گروہ''

آج ہم دیکھتے ہیں کہ پارٹی بازی کی بنیاد پر لوگوں کو نوازا جاتا ہے اور ایک مسلمان اپنی پارٹی کے بدعمل فاسق و فاجر کو اپنی عقیدتوں اور محبتوں سے نوازتا ہے جب کہ دوسری پارٹی کے باعمل اور باکردار شخص کو صرف اس لیے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اس کا تعلق دوسری پارٹی سے ہے۔ اپنی پارٹی کے چوروں کی بھی سفارش کی جاتی ہے اور دوسری پارٹی کے بے گناہ لوگوں پر مقدمات بنائے جاتے ہیں۔

اسلام کی رُو سے پارٹی بازی کی بنیاد پر محبت کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ ایسے شخص کا ایمان بھی خطرے میں ہے۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود ہم نے اس جمہوری نظام کو سینے سے لگا رکھا ہے اور اپنی اجتماعیت کو اپنے ہاتھوں سے ہی دفن کر دیا ہے۔

اس پارٹی بازی جمہوری نظام کے اثر نے کئی مذہبی اور دینی جماعتوں کو بھی اس قدر متاثر کیا ہے کہ ان کی جماعتی سیاست بھی خباثت کے درجے سے کم نہیں۔

اور اس وقت میں بحیثیت اہلِ حدیث جب اپنی جماعت کو دیکھتا ہوں تو الیکشن کے دنوں میں مجھے کوئی ایک شہر نظر نہیں آتا جہاں اہل حدیث سیاسی گروہ بندیوں کا شکار نہ ہوں اور آپس میں ان کا تعصب دشمنوں سے بڑھ کر نہ ہو۔

میرے پیارے مسلمان بھائیو!

یاد رکھنا یہ سراسر لڑائی، تباہی اور بربادی کا رستہ ہے۔ اس نظام کے تحت ہم کبھی بھی آپس میں مل جل کر نہیں بیٹھ سکتے اور اسی طرح اپوزیشن اور حزبِ اختلاف کا تصور سراسر غیر اسلامی ہے۔ جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی ایسے نظام سے وابستہ رہے اس کے لیے قرآن کا فیصلہ بالکل واضح ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ [1]

''اور جو کوئی ہدایت کے خوب واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور ایمان والوں کے راستے کے سوا کسی اور کی پیروی کرے گا ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور پھر اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

خواتین کی شرکت:

اسلام نے عورت کو گھر کی چار دیواری کی ملکہ بنا دیا ہے اور عورت کو جو شان وشوکت اسلام کی وجہ سے ملی ہے اس کی تفصیل کو کسی اہم موقع پر بیان کیا جائے گا۔ لیکن ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس جمہوری نظام کی چوتھی بڑی خامی یہ ہے کہ اس میں عورتوں کو بھی مردوں کے برابر اسمبلی میں بٹھا دیا جاتا ہے جب کہ دَورِ نبوت، دورۂ خلفائے راشدین اور قرونِ اولیٰ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ

---

[1] النساء:115

عورتوں کو مردوں کی مجلس شوریٰ میں شامل کیا گیا ہو اور ان کو باقاعدہ کسی اہم میٹنگ کا رکن قرار دیا گیا ہو۔ آپ امانتداری سے بتائیں کہ جب غیر محرم جوان عورتیں پورے بناؤ سنگھار کے ساتھ بن سنور کر مردوں کے برابر بیٹھیں گی تو بتائیں کون سی اسلام کی خدمت ہوگی......؟

اس وقت ہماری قومی اور صوبائی اسمبلی میں جو خواتین کی ٹوٹل سیٹیں ہیں ان کی تعداد ایک سو اٹھاسی (188) ہے اور اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

چاروں صوبوں میں ایک سو اٹھائیس (128) سیٹیں خواتین کے لیے ہیں۔ اور پنجاب صوبائی اسمبلی میں 66 سیٹیں خواتین کی ہیں اور پورے پاکستان میں قومی اسمبلی کی 342 میں سے 60 سیٹیں خواتین کے لیے ہیں۔

سامعین کرام......!

آپ امانتداری سے بتائیں کہ اسلام نے عورتوں کو گلی کوچوں اور بازاروں سے اٹھا کر گھر کی چار دیواری کی زینت بنایا ہے اور پردے جیسے قیمتی زیور سے نوازا ہے۔ آج اسی اسلام کا نام لینے والے نام نہاد مسلمانوں نے مغربی اور یورپی سیاست اور ثقافت کو اپنا کر جہاں اپنے تعلیمی اداروں میں عورتوں کو بے پردہ کر کے کھڑا کر دیا ہے وہاں قانون ساز اسمبلیاں بھی اس شر اور فتنے سے خالی نہیں ہیں اور یہ سراسر انگریز کی نقالی ہے اور محمد رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے بغاوت ہے۔

صحیح البخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے تو واضح فرما دیا کہ ایسا معاشرہ کبھی نہیں سدھر سکتا کہ جس معاشرے میں تنظیمی عہدے عورتوں کو دے دیئے جائیں اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کی بربادی کی ایک اہم وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ یہی تھا کہ ان کی عورتیں گھروں سے باہر نکل آئی تھیں اور جب یہ شیر پنجرے سے باہر نکل آئے تو پھر ہر طرف

تباہی مچ جاتی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اسی طرح اسلام میں بحیثیتِ ووٹر عورت کی کوئی حیثیت نہیں، امیر یا خلیفہ کے چناؤ میں عورتوں سے رائے، مشورہ اور ووٹ لینے کی اسلام میں کبھی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ یہ دیندار اور جرأت مند مردوں کا کام ہے باپردہ شریف خاندانی عورتوں کو اس معاملے میں اسلام نے دخل اندازی کی اجازت نہیں دی۔

ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ موجودہ جمہوریت کو کندھا دینے والے ناآشنا مولانا حضرات بھی اس طرح کے حقائق سے چشم پوشی کیوں کرتے ہیں؟ بعض مولانا حضرات ووٹ کو شہادت کا درجہ دیتے ہیں جبکہ ان کو علم ہونا چاہیے کہ ایک عورت کی شہادت دین میں کیا حیثیت رکھتی ہے......؟ اور ہمارے ملک میں تقریباً آٹھ کروڑ کے قریب جو ووٹر ہیں ان میں سے اکثر فاسق وفاجر بے نماز اور بدکردار ہیں اور ایک فاسق وفاجر بے نماز بدکردار کی گواہی کی اسلام میں کیا وقعت ہے یہ سب کو علم ہے۔

لیکن اس کے باوجود موجودہ غیر اسلامی نظام جمہوریت کے اس گندے پودے کو کیوں پروان چڑھایا جارہا ہے۔ جبکہ قرآن پاک کی وعید اس قدر سخت ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○ [1]

"اور جو کوئی ہدایت کے خوب واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور ایمان والوں کے راستے کے سوا کسی اور کی پیروی کرے گا ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور پھر اس

---

[1] النساء:115

کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''

غیر مسلموں کو سیٹیں فراہم کرنا:

اسلام غیر مسلموں کو حقوق انسانیت کے حوالے سے بہت رعایت دیتا ہے اور کچھ حد تک انہیں مذہبی آزادی بھی دیتا ہے لیکن اس بات کی قطعاً کوئی اجازت نہیں کہ غیر مسلموں کو امورِ مملکت میں شریک کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ میں کبھی بھی یہود و نصاریٰ اور غیر مسلموں کو اپنی خاص مجلسوں میں شریک نہیں کیا گیا۔

اس وقت ہمارے ملک میں غیر مسلموں کی 33 سیٹیں ہیں۔ 10 قومی اسمبلی میں ہیں اور صوبائی سیٹیں 23 ہیں جن میں آٹھ پنجاب کی صوبائی اسمبلی کی ہیں۔ ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ غیر مسلموں کو نظامِ حکومت میں شامل کرنا کہاں کا اسلام ہے......؟

جب کہ قرآن پاک کے فیصلے تو یہ ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ○ [1]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ، وہ تمہیں کسی طرح نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے۔ ہر ایسی چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مصیبت میں پڑو۔ ان کی شدید دشمنی تو ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینوں نے چھپا رکھا

---

[1] آل عمران:118

ہے وہ زیادہ بڑا ہے۔ ہم نے تو تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں اگر تم سمجھتے ہو۔''

اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں ان الفاظ سے بھی بیان کیا ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ○ (1)

''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچنا چاہتے ہوں، کسی طرح بچنا اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

سامعین کرام......!

کیا یہ آیات اور ان جیسی دیگر آیات کو سمجھ لینے کے بعد بھی کوئی غیرت مند مسلمان لیڈر یہ گوارہ کر سکتا ہے کہ وہ اپنی خاص مجلسوں اور محفلوں میں غیر مسلموں کے لیے سیٹیں مختص کرے اور ان کو اس قدر عزت اور پذیرائی سے نوازے۔ اب معاملہ صرف سیٹوں کی حد تک نہیں بلکہ غیر مسلموں کی خواہش پر باکردار مسلمانوں کو جیلوں میں دھکیلا جاتا ہے اور ان پر بہیمانہ تشدد کیا جاتا ہے۔

محض کثرتِ رائے:

موجودہ جمہوری نظام و الیکشن میں کثرتِ رائے کی اہمیت ریڑھ کی ہڈی جیسی

 آل عمران:28

ہے۔ جس میں لوگوں کو شمار کیا جاتا ہے ان کے عمل و کردار کو ماپا اور تولا نہیں جاتا اور یہ بات بھی سراسر اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض مواقع پر کثرتِ رائے کا خیال کیا جاتا ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کبھی کبھار کثرتِ رائے سے ہی جھگڑے حل کیے جاتے ہیں، لیکن محض کثرتِ رائے کا اسلام میں کوئی وجود نہیں۔

رائے میں تین باتوں کا لحاظ نہایت ضروری ہے۔

①...... کہ بندہ رائے دینے کا اہل ہو۔

یعنی وہ عاقل، بالغ ہو، اس کے ہوش و حواس قائم ہوں، عادل و ضابط ہو، اسلام کے اہم ارکان سے واقف ہو، ایسا شخص ہی رائے دینے کے قابل ہو سکتا ہے۔

بصورتِ دیگر فاسق و فاجر بدکردار اور زانی و شرابی کی رائے کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں۔ ایسی صورت میں ایک باکردار مومن شخص ایک طرف ہو اور ہزاروں بدکردار ایک طرف ہوں تو وہ ایک باکردار شخص کی رائے کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

②...... رائے دلیل سے ہو۔

بغیر دلیل سے جذباتی رائے، غصے کی بنیاد پر رائے، پارٹی بازی کی بنیاد پر رائے اور اپنے سطحی مفادات کے لیے رائے دینا بے وقعت ہے۔ ایسی رائے کی شریعت میں اور مسلمانوں کے اجتماعی نظام میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

③...... رائے اقرب الی الحق ہو۔

یعنی رائے حق کے قریب ترین ہو۔ ایسی رائے جو حقائق سے دور ہو اور باطل کے قریب ہو اس کا کسی ماحول میں بھی احترام نہیں کیا جاتا۔

جبکہ موجودہ جمہوریت میں ان تینوں باتوں کا خیال نہیں کیا جاتا بلکہ محض لوگوں کو شمار کیا جاتا ہے۔ 51 بدکردار لوگ ایک طرف ہوں اور 49 باکردار ایک طرف ہوں تو حکومت 51 بدکرداروں کی ہوگی۔ 49 باکرداروں کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔

جبکہ یہ بات سراسر اسلام کے مزاج ہی کے خلاف ہے۔

اسلام میں تو سیرت اور کردار کی بنیاد پر رائے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ محض کثرتِ رائے اور موجودہ جمہوریت کے باطل ہونے کے متعلق قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت بالکل واضح ہے۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝

''اگر تو ان لوگوں میں اکثر کا کہنا مانے جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے بہکا دیں گے وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور صرف قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' [1]

جمہوری سیٹ اپ پانچ سال تک:

اسلام میں اس پانچ سالہ مدت کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر مسلمان قائد باصلاحیت اور باکردار ہے اور وہ کفریہ امور کا ارتکاب نہیں کرتا تو وہ اپنی پوری زندگی تک مسلمانوں کا لیڈر اور رہنما رہ سکتا ہے۔ جب کہ جمہوری نظام کی مدت پانچ سال ہے اور پانچ کے بعد نئے انتخابات ہیں۔ یہی نقالی آج کل مذہبی جماعتیں بھی کر رہی ہیں جس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں......!

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ [2]

---

[1] الانعام:116

[2] آل عمران:85

''اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔''

سامعین کرام......!

بالفرض اگر جمہوری نظام کے تحت اسلامی قصاص، حدود اور تعزیرات عملی طور پر نافذ بھی ہو جائیں تو انکی مدت پانچ سال تک ہوگی......؟ اس کے بعد اگر کوئی فاسق وفاجر شخص برسرِ اقتدار آ گیا تو پھر وہی کچھ ہوگا جو آج آپ اپنے ملک میں دیکھ رہے ہیں۔

آج کے سارے بیان کا چند لفظوں میں خلاصہ یہ ہے کہ جمہوری نظام اسلام کے لیے ہرگز مفید نہیں، آپ بار بار تجربہ کر چکے ہیں کہ اس نظام نے جہاں مسلمانوں کو گروہ بندیوں میں تقسیم کیا ہے وہاں اسی نظام کی وجہ سے ہر قسم کی فحاشی اور بدمعاشی ہم پر مسلط ہے۔ جو ہمارے مخلص علمائے کرام اس نظام میں شامل ہوتے ہیں وہ بھی بالآخر مفادات کا شکار ہو جاتے ہیں اور مصلحت کی سیاست کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری دست بستہ دعا ہے کہ وہ ہمیں موجود مغربی جمہوری نظام سے بچا کر اسلامی نظام، نظامِ خلافت متعارف کروانے کی توفیق دے اور پھر اسی کے لیے جدوجہد کرنے کی سعادت بخشے اور اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کا راج ہو۔

هذا ما كان عندي

والله تعالىٰ اعلم بالصواب

وما توفيقي الا بالله

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعائے رحمت

رسول اللہ ﷺ کی دُعائے رحمت

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○ [1]

''تم ان کے مالوں میں سے صدقہ لو، اس سے تم ان کو پاک کرو گے ان کا تزکیہ کرو گے اور تم ان کے لیے دعا کرو۔ بے شک تمہاری دعا ان کے لیے تسکین کا باعث ہوگی اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔''

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدُنا وسیدالاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

---

[1] التوبہ:103

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

رب العالمین کا میرے اور آپ پر بہت بڑا فضل ہوا ہے کہ اللہ پاک نے ہمیں اوّل وقت، باوضو خطبہ جمعۃ المبارک کے لیے مسجد میں بیٹھنے کی سعادت بخشی ہے۔ میں تہہ دل سے، دردِ دل سے، صدقِ دل سے التجا، استدعا، دعا اور اللہ کی بارگاہ میں گزارش کرتا ہوں کہ رب العالمین ......! ہم جیسے بھی ہیں تیرے بندے ہیں اور تیرے دَر پر آ گئے ہیں۔ اللہ پاک ہمارا آنا قبول فرما کر ہماری پہلی زندگی کے گناہ معاف فرما دے اور ہماری مستقبل کی پریشانیاں دور فرما دے۔ آمین!

حضرات ذی وقار......!

اللہ کی خاص توفیق کے ساتھ میں آج ایک اہم موضوع آپ احباب کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں دلجمعی اور پورے انہماک کے ساتھ اس سبق کو سمجھ کر یاد کریں اور اس کو عام کریں۔

ہر مسلمان اللہ پاک سے دعا کرتا ہے جس قدر وہ خشوع کے ساتھ، گڑگڑا کے، وہ دعا کر سکتا ہے، اپنا پورا زور لگاتا ہے، کئی بندے تو اتنے اللہ کے پیار کے پیاسے ہیں اور وہ دعا کے ذریعے اللہ کی محبت کا رس پینے کے وہ اتنے عادی ہو گئے ہیں ان کو اگر کہیں کہ بھئی فلاں وقت اللہ دعا رَد نہیں کرتا وہ لوگ اس وقت بھی بیدار ہو جاتے ہیں اگر ان کو کہیں کہ بھئی! اللہ فلاں مقام پر دعا رَد نہیں کرتا ہزاروں روپیہ لگا کے بھی اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔

غرضیکہ انسان کو جہاں سے پتہ چلے کہ اس ٹائم پر اس وقت میرا مولیٰ میرا

داتا میری پکار کو رد نہیں کرے گا۔ آپ سروے کر کے دیکھ لیں گیا گزرا انسان بھی ضرور کوشش کرے گا کہ میں اس وقت اپنے رب سے مانگوں تو میرا رب مجھے عطا کرے گا لیکن اس کے باوجود جن کے رگ وریشہ میں اللہ پاک کا پیار اُتر جاتا ہے وہ خود بھی ساری زندگی مانگتے رہتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے، پھر وہ کیا کرتے ہیں......؟ پھر وہ کسی نیک آدمی کو دیکھ لیں تو کہتے ہیں: حافظ جی! حاجی صاحب! قاری صاحب! دعا کرنا، یا پتہ چلے کہ فلاں بندہ اللہ کے گھر جا رہا ہے، حج، عمرے کے لیے جا رہا ہے تو جانے والے آدمی سے کہنا کہ بھائی! میرے لیے اللہ پاک سے دعا کرنا کہ اللہ پاک مجھے معاف کر دے۔ اللہ مجھ پر رحم کر دے۔

میرے پیارے بھائیو......!

میں آج آپ کے سامنے ایک موضوع بیان کروں گا کہ ہمارے دل میں خواہش ہے کہ ہر نیک ہمارے حق میں دعا کرے تو نبی پاک ﷺ کی تو ہم نے زیارت نہیں کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتنے نصیب والے تھے۔ ایک تو انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صبح و شام، دن رات زیارت فرمائی، دوسرا انہوں نے نبی پاک ﷺ کے پاس آ کے پل پل دعائیں کروائیں۔

کوئی آپ آ رہا ہے، کوئی بیٹے کو لا رہا ہے کوئی گھر بلا رہا ہے، کوئی خود نبی ﷺ کے دروازے پہ جا رہا ہے۔ سبحان اللہ!

وہ نصیبوں والے رضی اللہ عنہم جدھر بھی لیٹے ہیں ہم ان کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اللہ! ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرما۔ جو سرکار علیہ السلام کی زیارتیں کر گئے جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دعائیں کروا کے اللہ سے بلند و بالا رتبے پا گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعد والوں سے محبت:

سوچنے والی بات ہے چلو! ہم نے نبی پاک ﷺ کی زیارت تو نہیں کی،

نبی پاک ﷺ کے رُخِ انور کو نہیں دیکھا تو کیا ہم نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں سے بھی محروم ہو گئے ہیں......؟؟؟ کیا ہمیں نبی کریم ﷺ کی کوئی دُعا مل سکتی ہے......؟؟؟

اللہ کے بندو......!

آقائے دو جہاں ﷺ ہمارے لیے رحمۃ للعالمین بن کے آئے، اس پاک پیغمبر ﷺ نے میرا اور آپ کا بہت ہی فکر کیا ہے، اگر صحابہ کے لیے دعائیں کی ہیں، تو مرشد پاک ﷺ نے آپ کا بھی بہت فکر کیا ہے، اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے دعائیں کی ہیں تو مرشد پاک ﷺ نے میرا اور آپ کا بھی بہت خیال رکھا ہے۔

امام رحمت ﷺ نے کئی ایک عمل بیان فرمائے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ بھی یہ اعمال کرے گا، جو بندہ بھی یہ کام کرے گا، میں اللہ کا نبی دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک میرے اس اُمتی پر رحمتوں کا نزول فرمادے۔ رحمتِ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے کس قدر خیر خواہ ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعمال بیان فرمادیئے ہیں، وہ اعمال چاہے کوئی اُمتی قیامت کے قریب کرے، وہ اعمال کوئی فیصل آباد میں کرے، غرضیکہ اُمتی جدھر بھی وہ اعمال کرے گا وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت بھری دعاؤں کا حقدار ٹھہر جائے گا، نبی پاک ﷺ کی دعاؤں کا مستحق بن جائے گا۔

آج میں آپ کے سامنے اللہ کی توفیق کے ساتھ، اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ "7" ایسے عمل بیان کرتا ہوں کہ جن کے بارے میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے میرے اللہ! میں آپ کا نبی آپ سے دعا کرتا ہوں قیامت تک کا جو بھی میرا اُمتی یہ عمل کرے، اللہ پاک اس پر اپنا رحم نازل فرمادے۔ اللہ پاک اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمادے۔

سامعین کرام......!

رسول اللہ ﷺ کی دعائے رحمت بہت جامع دعا ہے، آپ کی دعائے رحمت میں دین و دنیا اور آخرت کے سب خزانے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے پیغمبر اس دنیا میں تشریف لائے وہ اللہ کے رحم ہی کا سوال کرتے رہے۔ انسانیت کے پہلے باپ نے جو سب سے پہلی دعا کی اس میں بھی اللہ تعالیٰ سے رحم ہی کا مطالبہ کیا۔ آپ وہ مشہور دعا پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝ [1]

''اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو بلاشبہ ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

اس دعا سے لے کر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کی ساری دعاؤں کا مطالعہ کر کے دیکھ لو ہر نبی نے اللہ پاک سے رحم ہی مانگا ہے۔ ہر نبی نے اللہ پاک سے رحمت ہی مانگی ہے۔ میرے بھائی جس پہ اللہ کا رحم ہو گیا، اسے شفا بھی مل گئی، جس پر اللہ کا رحم ہو گیا اسے اولاد بھی مل گئی، جس پر اللہ کا رحم ہو گیا اس پاپی کو گناہوں سے معافی بھی مل جاتی ہے، جس بندے پر رب کا رحم ہو گیا اس بندے نے جنت جانے سے پہلے اس دنیا پہ اللہ کی جنت کے ذائقے چکھ لیے۔ جس بندے پہ اللہ کا رحم ہو گیا وہ کُلّی کے اندر بیٹھ کر بھی وہ ذائقے اور لذتیں محسوس کرتا ہے جو ذائقے اور لذتیں بادشاہوں کو محلّات کے اندر نصیب نہیں ہوتیں۔

---

[1] سورۃ الاعراف:23

لو ذرا......! اپنے دامن فراخ کر لو

آج میں آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کے خاص رحم و کرم سے وہ اعمال بیان کروں گا کہ جن کے کرنے سے ہمیں نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت بھری دعائیں مل جائیں گی اور بلا شبہ جب ہمیں مدینے والے کی رحمت بھری دعائیں ملیں گی تو ہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو گا۔

اب دیکھنا ہے آپ ان موتیوں کی کتنی قدر کرتے ہو، ان اعمال کو کتنا عام کرتے ہو، بھائی لوگ دعائیں کروانے کے لیے نکلتے ہیں، شرک لے کر گھر آ جاتے ہیں، دعائیں کروانے وڈیروں کے پاس جاتے ہیں، مال اور ایمان دونوں نعمتیں برباد کر بیٹھتے ہیں۔

اللہ معاف فرمائے......! ڈھیریوں پہ جھک جھک کے مختلف قسم کی بدعات کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ میری مائیں، بہنیں، بیٹیاں پردہ نشین اپنے گھروں میں بیٹھ کر یہ اعمال کریں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کی مستحق بن جائیں گی۔

یہاں میں یہ بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نبی کی دعا کوئی معمولی دعا نہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کوئی عام دعا نہیں۔ کیا نبی کی دعا اور امتی کی دعا کا کوئی فرق نہیں......؟ بہت فرق ہے۔ میری عقیدت تو یہ کہتی ہے کہ کائنات کے رب نے ابھی تک وہ پیمانہ بنایا ہی نہیں جو اس فرق کو بیان کر سکے۔

میرے اور آپ کے محبوب پیغمبر امام الانبیاء جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کے لیے بھی دعا فرمائی ہے، یہ حدیث کی کتابیں آپ کے سامنے کھلی ہیں، مطالعہ کر کے دیکھ لو اللہ پاک نے رنگ لگا دیا ہے۔ اللہ پاک نے رحمتیں ہی رحمتیں کر دی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ننھے منے بڑے ہی باادب بچے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہو گیا ہے، شادی ہو گئی

ہے ۔ ایک دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، میرا بڑا دل کرتا تھا کہ میں نبی کریم ﷺ کے گھر سوؤں ۔ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب سوؤں، میرا بڑا دل تھا، میرا بڑا شوق تھا۔ المختصر کہتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کے لیے پانی رکھا، نبی ﷺ تہجد کے وقت بیدار ہوئے، آپ ﷺ نے پوچھا یہ پانی کس نے رکھا ہے، میری خالہ (سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا) فرمانے لگی: اللہ کے پیغمبر! عبداللہ آئے ہیں، اس نے یہ پانی رکھا ہے تو نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی:

أَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ التَّأْوِيْلَ وَفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ [1]

اے میرے اللہ! میں تیرا نبی تجھ سے دعا کرتا ہوں اس کو قرآن کا فہم عطا کر دے، اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا کر دے۔''

میرے پیارے بھائیو......!

سرکار دو عالم ﷺ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی، ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کی دعا کے مستحق ٹھہرے تو اللہ ارحم الراحمین نے 15 سال کی عمر میں آپ کو حدیثِ رسول کا امام بنا دیا اور مفسّرِ قرآن بنا دیا۔ سبحان اللہ!

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ آکر کہتی ہے: اے اللہ کے رسول! آپ جب سے مدینہ آئے ہیں، انصار نے اپنی اپنی طاقت کے مطابق آپ کو تحائف دیئے ہیں، آپ کو تحفے دیئے ہیں۔ اللہ کے پیغمبر میں ایک غریب خاتون ہوں۔ میرے پاس سوائے اس ننھے مُنّے دس سالہ بیٹے کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ کے نبی! میں آپ کی خدمت کے لیے بطورِ تحفہ پیش کرتی ہوں، اللہ کے نبی! میرا بیٹا قبول فرمالیں، آج کے بعد بیٹا مرا ہوگا اور خادم آپ کا ہوگا اور نبی اکرم ﷺ سے کہنے لگی: اے اللہ کے پیغمبر! اس

---

[1] صحیح بخاری: 143

کے لیے دعا فرما دیں۔ نبی پاک ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ اس بچّے کی عمر بھی بڑھا دے۔ اے اللہ! اس بچّے کی اولاد بھی بڑھا دے، اللہ اس بچّے کا مال بھی بڑھا دے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سیرت پڑھ کے دیکھیے خود فرماتے ہیں: اللہ پاک نے میری زندگی میں رنگ لگا دیئے، پورے انصار قبیلے میں سے، برادری میں سے مجھ سے زیادہ مالدار کوئی نہیں تھا۔

خادمِ رسول سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: عجب بات ہے سرکار ﷺ نے میرے لیے دعا فرمائی، چنانچہ میرے باغ کے اندر کچھ پھول ایسے بھی تھے کہ جب لوگ ان کی خوشبو لیتے تھے تو ان پھولوں سے کستوری کی خوشبو آتی تھی اور اللہ پاک نے اولاد سینکڑوں کے اعتبار سے عطا فرمائی۔ اسی طرح سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے عمر مبارک 100 سال سے زیادہ عطا فرمائی۔ [1]

اسی طرح آپ تمام صحابہ کی سیرت پڑھ لیں، آپ ﷺ نے جہاں جہاں اُن کے لیے دعا فرمائی، اللہ پاک نے ان پر اپنی رحمتوں کی برکھا نازل فرما دی۔

الغرض! میں بتانا یہ چاہتا ہوں خوش ہو جایئے، اپنے نصیب پر خوش ہو جایئے! اپنے نبی کریم ﷺ پر زیادہ سے زیادہ دُرودِ پاک پڑھا کریں۔ پیارے (ﷺ) نے میرا اور آپ کا بڑا خیال رکھا ہے۔ چند اعمال بیان کر دیئے جس کے کرنے سے نبی پاک ﷺ کی دعا لگے گی۔ جس کے ساتھ میں اور آپ نبی پاک ﷺ کی رحمت والی دعا کے مستحق بن سکتے ہیں۔

آیئے......! رب العالمین کی کتاب مبین پر غور کیجیے اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری: 1982، صحیح مسلم: 2481، جامع ترمذی: 3833

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ [1]

اے میرے پیغمبر! اپنی امت والوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا ہے۔ آپ کی جو دعا ہے وہ امتیوں کے لیے باعثِ رحمت ہے۔ آپ کی جو دعا ہے اس کے ساتھ میں آپ کے امتیوں کے دکھ دور فرما دیتا ہوں۔ آپ کی جو دعا ہے اس کے سبب میں آپ کے امتیوں پہ رحم فرما دیتا ہوں اور تمہاری ہر دعا کو سننے والا ہوں۔

آیئے...... ! میں آپ کے سامنے ایسے اعمال پیش کرنا چاہتا ہوں جس کے ساتھ، جن عملوں کی وجہ سے اللہ پاک آپ کو اپنے پیغمبر کی دعا کا حقدار بنا دیں گے۔

آپ کے سامنے وہ اعمال پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جو عمل آپ خطبہ جمعہ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد کر سکتے ہیں اور رحمتِ دو جہاں ﷺ کی دعا کے حقدار بن سکتے ہیں، رحمتِ دو جہاں ﷺ سے رحم کی دعا لے سکتے ہیں۔

اللہ کے بندو...... ! اگر ہم وہ اعمال نہ کریں تو پھر یہ ہماری غفلت ہے اگر ہم وہ اعمال نہ کریں تو ہماری کمزوری ہے۔

پہلا عمل:

اللہ تعالیٰ کے ہاں عصر کے وقت کا بہت زیادہ مقام و مرتبہ ہے جو شخص اس وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کرم و فضل کے سب دروازے کھول دیتے ہیں۔ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعائے رحمت فرمائی اور آپ ﷺ نے دعائے رحمت ان الفاظ کے ساتھ کی:

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً صَلَّ قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا [2]

---

[1] التوبہ:103

[2] مسند احمد بن حنبل:5980، سنن ابی داود:1271، جامع ترمذی:430، ابن خزیمہ:1193

''اے اللہ! جو آدمی نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرلیتا ہے، اے میرے اللہ! میں دعا کرتا ہوں جو بندہ نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت پڑھ لیتا ہے ایسے امّتی پر اپنی رحمتوں کا نزول فرما۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جو بندہ نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتا ہے۔ ایسے بندے پر اپنی رحمتوں کا نزول کردے۔ اے میرے اللہ! ایسے بندے پر رحم کردے۔

آؤ اللہ کے بندو! نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت نفل پڑھا کرو اور مسئلہ ذہن میں رکھ لو چاہے وہ دو، دو کرکے پڑھو، چاہے چار اکٹھی پڑھو، چاہے پہلے دو رکعت آپ تحیۃ المسجد پڑھو۔ پھر دو رکعت ساتھ اور ملا لو، یعنی عصر کی نماز کی جماعت کھڑی ہونے سے پہلے چار رکعت ادا کرنی ہیں۔ اور خواتین کے لیے تو یہ مسئلہ بہت زیادہ آسان ہے۔ اللہ کے بندو! آؤ ہم اپنے مسئلوں کو حل کروانے کے لیے دَر دَر دھکے کھا رہے ہیں کبھی کسی کو کہتے ہیں یار! میرے لیے رحم کی دعا کر، کبھی کسی کو کہتے ہیں میرے لیے رحم کی دعا کر۔ اے اللہ کے بندو!

آپ کا رشتہ تو ڈائریکٹ اللہ کے پیغمبر ﷺ کے ساتھ جُڑا ہے۔ عصر سے پہلے چار نوافل پڑھ لیا کریں تو امام مدینہ ﷺ کی دعائے رحمت مل جائے گی اور رب العالمین آپ ﷺ کی دعاؤں کے فوائد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ [1]

اے میرے پیغمبر! اپنے امّتیوں کے لیے دعا کیا کر۔ آپ کی دعا آپ کے اُمّتیوں کے لیے باعثِ رحمت ہے۔ آپ کی دعا سے میں آپ کے اُمّتیوں پر رحم کردیتا ہوں۔ نمازِ عصر سے پہلے چار رکعات ادا کرلیں۔

---

[1] التوبہ:103

دوسرا عمل:

میاں اور بیوی نیک مزاج ہوں اور نیکی میں ایک دوسرے کے خیر خواہ اور معاون ہوں تو دنیا کی زندگی کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے نفل ونوافل کے شائق میاں بیوی کے لیے دعائے رحمت فرمائی ہے۔ توجہ کے ساتھ سماعت فرمائیں۔

رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ صَلَّ وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَقَالَ: قُوْمِي فَصَلِّي [1]

آقا علیہ السلام فرماتے ہیں: اے میرے اللہ! ایسے میرے امتی پر رحم کر دے، اے میرے اللہ! ایسے میرے امتی پر رحمتوں کا نزول کر دے، کون سے امتی......؟ فرمایا: قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

جو رات کو اپنا نرم وگرم بستر چھوڑ دیتا ہے، جو رات کو بیدار ہو جاتا ہے۔ فَصَلَّ تو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے نماز پڑھتا ہے، اپنی گھر والی کو بھی کہتا ہے: اٹھ اللہ کی بندی! اللہ آسمانِ دنیا پہ آ گیا ہے رب کو راضی کر لے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: جو بندہ رات کو اٹھ کر چاہے دو رکعت ہی پڑھ لیتا ہے اللہ میرے اس امتی کا اٹھنا پسند فرما لے۔ اللہ میں نبی دعا کرتا ہوں اس پر رحم کر دے۔ اس کے معاملات سنوار دے، اللہ! اگر بے اولاد ہے اولاد دے دے، گنہگار ہے تو اس کے گناہ معاف کر دے، اگر معاملات میں الجھا ہے معاملات بہتر کر دے۔ اس کے آگے عورت کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ آقا فرماتے ہیں:

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ

---

[1] مسند احمد بن حنبل: 7410، صحیح الجامع الصغیر: 3494

زَوْجَهَا فَقَالَتْ قُمْ فَصَلِّ [1]

آقا فرماتے ہیں: اے میرے اللہ! اپنی اس بندی پر رحم فرمادے۔ اس عورت پر رحمت فرمادے، جو عورت اپنا نرم وگرم بستر چھوڑ کر کے کھڑی ہو کے تیرے سامنے آجاتی ہے اور ساتھ اپنے خاوند کو بھی بیدار کر دیتی ہے۔ اور کہتی ہے: اللہ کے بندے! اٹھ! اللہ پاک آسمانِ دنیا پہ آگئے ہیں

عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھ لینا واقعی بڑی ہمت کا کام ہے۔ عصر سے پہلے دُکانیں نہیں چھوڑی جاتیں، عصر سے پہلے کاروبار نہیں چھوڑے جاتے، بندہ جان چھڑانے کی کوشش کرتا ہے کہ بس فرض پورا ہو جائے۔ لیکن فرمایا ہے

جو بندہ چار رکعت نفل پڑھتا ہے اللہ پاک رحم فرماتے ہیں جو رات کو اٹھ کر دو رکعت نفل پڑھ لیتا ہے اللہ اس پر رحم کر دیتے ہیں اور میرے اور آپ کے محبوب پیغمبر ﷺ کی ان احادیث پر ہمارے اسلاف نے بڑے شوق اور اہتمام سے عمل کیا ہے ہم نے تاریخ کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک اللہ کی نیک بندی

حضرت عَمرہ رحمۃ اللہ علیہا یہ رات کے وقت اٹھتی۔ نماز پڑھتی، ذکر واذکار کرتے ہوئے اپنے خاوند کو بیدار کرتی: قُم یَا رَجُلَ اٹھ اللہ کے بندے لمبی تان کے سو رہے ہو اللہ کے بندے اٹھ۔ ذَهَبَ اللَّيْلُ وَ جَآءَ النَّهار

اٹھ! اللہ کے بندے! رات جا رہی ہے، اللہ پاک کے واپس جانے کا وقت آگیا ہے، آجا اللہ پاک کے سامنے، اللہ کے بندے! نیکوں کے قافلے آگے بڑھ گئے ہم پیچھے رہ گئے۔ سبحان اللہ!

آپ بھی اپنے گھروں کا ماحول بدلیں، رب کی قسم! اگر میرا، تیرا اپنے گھر

---

[1] مسند احمد بن حنبل: 7410، صحیح الجامع الصغیر: 3494

میں اپنی بیوی کے ساتھ یہ معاملہ نہیں، اس میں میرے اخلاق کی کمی ہے، اس میں تیرے اخلاق کی کمی ہے۔ اگر کوئی عورت تیری خاطر اپنے ماں باپ گھر بار کو چھوڑ کے تیرے گھر آسکتی ہے پھر تہجد کے وقت تیرے اخلاق کردار کی وجہ سے وہ اپنا بستر چھوڑ کے رب کے سامنے بھی جھک سکتی ہے۔

لوگوں نے دین کو تماشہ بنالیا ہے، مختلف قسم کی خرافات میں خود کو ڈال لیا ہے۔ ناں! ناں! میرے پیارے بھائی! تو اگر رحمتِ دو جہاں ﷺ کی دعائیں چاہتا ہے اگر تو سِسکتا ہوا انسان ہے، دنیا کی طرف سے رَد کیا ہوا انسان ہے، مصیبتوں، پریشانیوں کا مارا ہوا انسان ہے، اگر تو گنہگار ہے تو اللہ کے بندے آ......! رات کو قیام کر، اللہ تجھ پر رحم فرمادے گا کیونکہ قرآن نے آپ ﷺ کی دعاؤں کو ہمارے لیے باعثِ سکون بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ [1]

دعا کیا کریں آپ (ﷺ) کی دعا امّت کے والوں کے لیے باعثِ سکون ورحمت ہے۔ اور جسے رحمتِ دو جہاں ﷺ کی دعا لگ جائے، اس کے بیڑے پار ہو گئے۔ اس کی قسمت کو چار چاند لگ گئے۔

تیسرا عمل:

اللہ ارحم الراحمین آپ ﷺ کے روضہ پاک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے کیوں کہ آپ نے قیامت تک کے ہر امّتی کا خیال کیا ہے، کیونکہ آپ علیہ السلام نے

[1] التوبہ:103

قیامت تک کے ایک ایک اُمتی کی فکر فرمائی ہے۔ میرے اور آپ کے محبوب پیغمبر ﷺ نے تیسرا عمل بیان فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ سَمْحًا اِذَا اشْتَرٰى سَمْحًا اِذَا اقْتَضٰى [1]

''اللہ تعالیٰ آسانی کرنے والے بندے پر رحم فرمائے جب وہ بیچتا ہے تو آسانی کرتا ہے جب وہ خریدتا ہے تو آسانی کرتا ہے اور جب وہ تقاضا کرتا ہے تو آسانی کرتا ہے۔''

سامعین کرام......!

یہ بات اب آگئی ہے کاروبار کی، یہ اب بات آگئی ہے دکانداروں کی، اپنے گاہک کے ساتھ معاملات کرنے کی، میرے اور آپ کے محبوب پیغمبر جناب محمد ﷺ نے فرمایا: اے میرے اللہ! میں آپ کا نبی یہ دعا کرتا ہوں وہ میرا اُمتی جو اپنے کاروبار پہ جاکے، دُکان پہ جاکے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وہ بندہ جو کاروبار کرتا ہے جب کوئی چیز بیچتا ہے، تو نرمی کے ساتھ فروخت کرتا ہے جب کوئی چیز بیچتا ہے تو فراخ دلی کا مظاہرہ کرتا ہے، جب کسی کو سامان دیتا ہے تو اعلیٰ ظرف ہونے کا مظاہرہ کرتا ہے، جب کسی کے ساتھ کوئی معاملہ کرتا ہے تو خیر خواہی کے ساتھ معاملہ کرتا ہے، چیز بیچتے وقت محبت سے پیش آتا ہے۔ دُعا ہے میرے اللہ! میرے اس اُمتی پہ بھی رحم فرمادے جو کسی سے مطالبہ کرتا ہے، لین دین کا یا کوئی اور مطالبہ ہے اخلاق میں رہ کے پیار کے ساتھ اور وقار کے ساتھ اس کا تقاضا کرتا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تینوں کے لیے رحم کی دعا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری: 2076

آج ہمارے کاروبار تباہ کیوں ہیں.....؟ لاکھوں کروڑوں ہونے کے باوجود بے چینی کیوں ہے.....؟ بے سکونی کیوں ہے.....؟ اس کی وجہ یہ ہے جو بیچنے والا ہے وہ بھی داؤ پہ ہے، جو لینے والا ہے وہ بھی داؤ پہ بیٹھا ہے، جو مطالبہ کرنے والا ہے اس کی زبان بھی اپنی نہیں۔ جو گاہک کو جی کر کے محبت کے ساتھ، خیر خواہی کے ساتھ بلائے تو اللہ پاک اس بندے پر رحم کر دیتا ہے۔ جب تو سودا لینے کے لیے جائے تو یہ طے کر کے جایا کر میں نے محبت، اخلاق کے ساتھ معاملہ طے کرنا ہے اگر کسی سے مطالبہ کرے، بات چیت کرے، پیسے دیئے ہیں، قرض کا معاملہ ہے یا کوئی اور معاملہ کرنا ہے فرمایا: نرمی اور محبّت کے ساتھ معاملہ کیا کر۔ اللہ پاک کے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں:

''اے اللہ! ایسے بندے پر رحم کر دے۔''

جس بندے پہ رب کا رحم ہو جائے، اس کو کسی چیز کی کمی نہیں رہ جاتی!

جو بندہ لیتے وقت، دیتے وقت، فراڈ کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، زبان کی چالاکی دکھاتا ہے، چکمہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ جاؤ.....! سروے کر کے دیکھ لو! آپ کے شہروں میں فراڈی لوگوں نے، جھوٹوں نے اور لفظوں کی کمائی کھانے والوں نے، لاکھوں جوڑ لیے ہوں گے، کروڑوں جوڑ لیے ہوں گے یا اربوں جوڑ لیے ہوں گے لیکن ان کی زندگی سکون سے خالی ہے، ان کی زندگی میں رحمت نہیں، ان کی زندگی میں برکت نہیں ہے۔ ان کی زندگی میں قرار نہیں ہے۔ زندگی میں راحت نہیں ہے، ان کے مقابلے میں روزانہ سو دو سو کمانے والے لیکن حق حلال کا شریعت کے دائرے میں رہ کر کمانے والے امن و امان اور راحت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اور یہاں میں ایک اور حدیث سنانا چاہتا ہوں، ہمارے معاشرے میں اگر کوئی بندہ کسی سے کوئی سامان خریدے تو بعد میں سوچتا ہے یہ سامان لے کر میری

فلاں ضرورت رُک گئی ہے میں واپس کر دیتا ہوں چلو حالات بہتر ہوں گے تو پھر لے لوں گا۔ اور وہ مجبوری کے سبب سودا واپس کر دیتا ہے۔ تو دکاندار کو بخوشی واپس کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی عظیم خوشخبری کا حقدار بن جانا چاہیے۔

امام المحدثین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث کے راوی ہیں کہ

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ أَقَالَ مُسْلِمًا أَقَالَهُ اللهُ عَثْرَتَهُ

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان کا سودا واپس کر لیا اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں واپس کر لے گا۔'' [1]

یعنی آقا علیہ السلام فرماتے ہیں: اے میرے اللہ! جو میرا اُمّتی سودا واپس کر لے، اس اُمّتی کے گناہوں کو معاف کر دے۔ اے میرے اللہ! میرے اس اُمّتی پر اپنا رحم فرما دے۔ کاروبار میں نرمی، خیر خواہی کا مظاہرہ کیا کرو۔ میرے اور آپ کے پیرو مرشد ﷺ نے فرمایا: اللہ پاک ایسے بیچنے والے پر بھی رحمت فرمائے، اللہ پاک ایسے خریدنے والے پر بھی رحمت فرمائے۔ اللہ پاک ایسا مطالبہ کرنے والے پر بھی رحمت فرمائے۔ تو پیغمبر ﷺ کی دعا جس کو لگ جائے قرآن کہہ رہا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ [2]

اے میرے حبیب! اپنے اُمّتیوں کے لیے دعا کیا کرو۔ آپ دعا کر دو میں اللہ ان کے دُکھ ٹال دیتا ہوں، آپ دعا کرتے رہو میں اللہ پاک ان پر فضل و کرم کر دیتا ہوں، آپ دعائیں کرتے ہو میں ان کے نصیب کھول دیتا ہوں۔

---

[1] سنن ابی داود: 3460

[2] التوبہ: 103

آیئے......!

چوتھا عمل:

میں آپ کے سامنے ایک چوتھا عمل بیان کروں، میرے اور آپ کے محبوب پیغمبر امام الانبیاء جناب محمد ﷺ تشریف فرما ہیں اور اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ فرمایا اور اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑا اور پکڑ کر کہتے ہیں:

أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ

اے میرے صحابہ! میں پیغمبر کو سب سے زیادہ ڈر تم سے اس زبان کا ہے۔ تم لوگ اپنی زبان کی وجہ سے اپنی زندگی کو عذاب بنا لو گے۔ اس زبان کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دُور ہو جاؤ گے۔ اس زبان کی وجہ سے تم اللہ کی لعنتوں کے مستحق بن جاؤ گے۔ اس زبان کی وجہ سے تم جہنم میں چلے جاؤ گے۔ آقا علیہ السلام فرماتے ہیں: مجھے سب سے زیادہ ڈر ہے کہیں زبان آوارہ نہ ہو جائے۔ نمازیو! 100 بار سوچا کرو، بولنے سے پہلے۔ 100 بار سوچا کرو، تہمت لگانے سے پہلے۔ 100 بار سوچا کرو، سازش کرنے سے پہلے۔ 100 بار سوچا کرو، گالی دینے سے پہلے۔

نبی علیہ السلام نے اپنی زبان کو پکڑ کر۔ آپ نے اشارہ کر کے فرمایا: اس کا ہی مجھے ڈر ہے، پھر اللہ کے پیغمبر ﷺ نے ایک دعا فرمائی:

رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا فَغَنِمَ أَوْ سَكَتَ عَنْ سُوْءٍ فَسَلِمَ [1]

اے میرے اللہ! میں تیرا پیغمبر تجھ سے دعا کرتا ہوں، اللہ میرے اس امتی

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ: 855

پہ رحم کر دے جو جب بھی بات کرتا ہے، اچھی بات کرتا ہے، جب بھی بات کرتا ہے فائدے کی بات کرتا ہے، جب بھی بات کرتا ہے بہتری کی بات کرتا ہے لوگ بھی اپنی محبتیں اس کے قدموں پر نچھاور کر دیتے ہیں، لوگ اپنا مال اس پر نچھاور کر دیتے ہیں، میٹھی زبان کے سبب ساری دنیا اس کی قیدی اور اسیر بن جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اللہ! ایسے بندے پر رحم فرما جو پیاری بات کرتا ہے، خیر اور بھلائی کی بات کرتا ہے۔

میرے اللہ! ایسے میرے امتی پر بھی رحم کر دے جس کے ساتھ کوئی زیادتی کرتا ہے جس کے ساتھ کوئی بُرا سلوک کرتا ہے اس کا دِل کرتا ہے میں گالی دے کے اس کی زبان بند کروں، میں بھی سخت زبان بول کے اس کی زبان کو بند کروں لیکن وہ خاموش ہو جاتا ہے۔ اللہ میرے اس امتی پہ اپنی رحمتوں کا نزول فرما۔ آمین!

اللہ معاف کرے...... ! اب تو ذہن بن گیا ہے کہ ایک کی دو اور دو کی چار سنائے بغیر ہماری تسلی نہیں ہوتی اور ہم اس کو اپنی جرأت کا نشان سمجھتے ہیں جبکہ ایسے لوگ اپنی زندگی جہنم بنا لیتے ہیں۔ آؤ! میرے پیغمبر علیہ السلام کی اس ایک حدیث پر عمل کرو۔ اللہ پاک آپ کی دنیا جنت و رحمت والی بنا دے گا۔

اللہ پاک آپ کی عزت اور احترام کے لیے آسمان سے ملائکہ نازل کر دے گا۔ جب کوئی انسان کسی کی لڑائی کا جواب لڑائی میں دیتا ہے، پھر اسے رحمتِ دو جہاں ﷺ کی دعا نہیں ملتی، جب بندہ گالی کا جواب گالی میں دے، پھر مدینے والی سرکار کی دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ جو بندہ رحمتِ دو جہاں ﷺ کی دعا سے محروم ہو جائے وہ کائنات میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جو لوگوں کی تہمتوں کا مقابلہ، لوگوں کی سازشوں کا مقابلہ لوگوں کی خرافات کا مقابلہ جو لوگوں کی بکواسات کا مقابلہ، رشتہ داروں اور شریکوں کی غلط باتوں کا مقابلہ۔ میرے بھائی خاموشی کے ساتھ کرے

اس کے ذہن میں یہ حدیث ہو کہ واقعی میرے مرشد پاک ﷺ نے میرے لیے دعا کردی ہے یہ میرا کیا بگاڑ سکتا ہے......؟ اس کی سازشیں میرا کیا نقصان کرسکتی ہیں......؟ کچھ بھی نہیں......!

اللہ کے بندو......! ہم بھول چکے ہیں، ہم نے اپنا اصلی سبق بھلا دیا ہے۔

① ...... نمازِ عصر سے پہلے چار رکعت پڑھ کر نبی ﷺ کی رحم کی دعا حاصل کرو۔

② ...... دو رکعت رات کو اٹھ کے پڑھ لیا کر رحمتِ دو جہاں ﷺ کی رحم کی دعا حاصل کرو۔

③ ...... کاروبار کرتے وقت اخلاق، پیار و محبت سے پیش آئیں۔

④ ...... زبان کی حفاظت۔ زیادہ باتیں کرنا، فضول باتیں، گالی گلوچ۔

نیک و پاک باز لوگوں کا کام نہیں۔ زبان کی حفاظت کرلے تیرے لیے تیرے رحمتِ دو جہاں ﷺ کی رحم والی دعا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو چیز جسے سب سے زیادہ قید رکھنے کی ضرورت ہے، ایسی چیز جسے سب سے زیادہ قابو میں رکھنے کی ضرورت ہے وہ انسان کی زبان ہے، انسان کو عزت بھی انسان کی زبان ہی دیتی ہے اور ذلیل بھی انسان کی زبان ہی کرتی ہے۔

آپ نمازی ہو، رب والے ہو، زندگی میں اگر آپ کے مزاج کے خلاف کوئی کام ہو جائے۔ عموماً معاشرے میں دیکھا گیا ہے، ایک بندہ نمازی بھی ہے، پرہیزگار بھی ہے، صدقات بھی دیتا ہے، حج بھی کرتا ہے، عمرے بھی کرتا ہے لیکن ذرا اس کا کسی کے ساتھ اختلاف ہو جائے۔ پھر گالیاں، تہمتیں، توبہ، پھر وہ یہ نہیں سوچتا کہ میری نیکیاں اتنی سستی ہیں کہ میں تو تھوڑا سا جھکنے کی بجائے اپنی نیکیاں ضائع کرلوں۔

میری نیکیاں اتنی بے وقعت ہیں کہ میں اس بندے کے ساتھ جھگڑا کر کے جو تھوڑی بہت بخشش کے لیے اُمید لگائی ہے میں ساری نیکیاں برباد کرلوں۔

اختلاف کے موقع پر لوگ احسان بھی جتلاتے ہیں، اختلاف کے موقع پر یہ لوگ سازشیں بھی کرتے ہیں، اختلاف کے موقع پر یہ لوگ گالیاں بھی دیتے ہیں لیکن میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں (کام مشکل ضرور ہے) لیکن اللہ پاک سے توفیق بھی مانگا کریں۔ آقا علیہ السلام فرماتے ہیں: رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ خَيْرًا

جو بندہ اپنی زبان سے کلمہ خیر نکالتا ہے بھلائی کے ساتھ بات کرتا ہے اور شر، برائی اور گندی باتوں سے اپنی زبان کو بچاتا ہے۔ آقا علیہ السلام فرماتے ہیں: میرے اللہ میں آپ کا پیغمبر آپ سے دعا کرتا ہوں۔

(سبحان اللہ! خدا جانتا ہے کوئی بھوک نہیں رہتی، کوئی پیاس نہیں رہتی، اس سے بڑا دلاسہ اور کیا ہوسکتا ہے، اس سے بڑا سکون کا ذریعہ کیا ہے......؟ اور قرآن مجید بھی آپ کی دعاؤں کے فیض کو کس قدر خوب الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ [1]

اے میرے پیغمبر! اپنے امتیوں کے لیے دعا کیجیے آپ کی دعا ان کے لیے تسکین کا باعث ہے آپ کی دعا ان کے لیے رحمت بن جاتی ہے۔

پانچواں عمل:

میں آپ کے سامنے اللہ کی رحمت کے ساتھ ایک پانچواں عمل بیان کروں

---

[1] التوبہ:103

جس کی وجہ سے آپ رحمتِ دو جہاں ﷺ کی دعا کے مستحق بن جائیں گے جس کی وجہ سے آپ کو رحمتِ دو جہاں ﷺ کی دعا لگ جائے گی۔ جہانوں کے پیر رب کے حبیب امام الانبیاء جناب محمد ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ آقا علیہ السلام فرماتے ہیں:

رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا [1]

نبی علیہ السلام فرماتے ہیں: مدینے والے مرشد پاک ﷺ فرماتے ہیں:

اے میرے اللہ! میرے اس امتی پر رحم کر دے جو میری احادیث پورے دھیان سے سنتا ہے۔ پھر اچھی طرح انہیں یاد کر لیتا ہے، پھر جیسے سنا ویسے آگے بیان کر دیتا ہے، اگر بیوی کو کسی حدیث کا علم نہیں تو اپنی بیوی کو بتا دیتا ہے، بیٹیوں کو علم نہیں، پتہ نہیں تو انہیں بتا دیتا ہے، بیٹوں کو بتا دیتا ہے، ماں باپ کو نہیں پتا تو ماں باپ کو بتا دیتا ہے۔ اگر دُکان پہ گاہک آیا ہے اس کے سامنے بیان کر دیتا ہے میرے اللہ! میں تیرا نبی تجھ سے دعا کرتا ہوں میرے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل کر دے۔ اللہ کے بندو غور کرو۔

زندگی میں کتنے جمعے پڑھے ہیں، کتنے آگے پہنچائے ہیں......؟

آؤ...... اللہ کے بندو! وقت آ گیا ہے، ہر گھر کیبل کا کنکشن پہنچ رہا ہے، گھر گھر کے اندر عیاشی، فحاشی، آوارگی اور موبائل نے امتِ مسلمہ کی غیرت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ ان حالات میں جمعے میں آنے والا ہر شخص داعی بن جائے۔

اگر آپ نے سمجھ لیا ہے کہ ہم نے جمعہ پڑھ لیا ہے ہمارا فرض ادا ہو گیا ہے ہم نے کونسا ٹھیکہ لیا ہے آگے پہنچانے کا۔ اس طرح آپ کو نبی ﷺ کی رحمت کی دعا نہیں ملے گی۔

---

[1] المعجم الکبیر: 1224، کنز العمال: 29202 جامع ترمذی: 2658، ابن ماجہ: 3056

حضرت امام بخاری، امام مسلم، ابن قیم یا ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا نام سن کر آج بھی دنیا رحمۃ اللہ علیہ کہتی ہے۔ کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں ان کے ناموں کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہوا ملے گا۔ تو رحمتِ دو جہاں ﷺ کی غلامی کی صورت میں اللہ کی رحمت کے ساتھ ساتھ پوری مخلوق بھی اس کے لیے رحم کی دعا کرے گی،

اگر آپ کا بچہ حدیث رسول کا عالم بن گیا ہے، حدیثِ رسول کا حافظ بن گیا ہے، اللہ پاک اس پر رحم کی وجہ سے پورے خاندان پر رحم کرے گا۔ اللہ پاک پورے خاندان پر اس کی وجہ سے فضل و کرم کرے گا۔ قرآن بھی کہہ رہا ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝[1]

"تم ان کے مالوں میں سے صدقہ لو، اس سے تم ان کو پاک کرو گے ان کا تزکیہ کرو گے اور تم ان کے لیے دعا کرو۔ بے شک تمہاری دعا ان کے لیے تسکین کا باعث ہوگی اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔"

چھٹا عمل:

حج تمام نیکیوں کا سردار ہے، صاحبِ ثروت لوگوں کو حج کی ادائیگی میں لمحہ بھر کی تاخیر بھی نہیں کرنی چاہیے۔ کثرت سے حج کرنے والے گنہگار رہتے ہیں نہ ہی فقیر۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی غربت کو ختم کر کے ان کے نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹا

[1] التوبہ:103

دیتے ہیں۔حج اور عمرے کے موقع پر سر کے سارے بال منڈوانا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے، ایسے لوگوں کے لیے رسول اللہ ﷺ نے بار بار دعائے رحمت فرمائی ہے۔رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں:

اللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ اللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ [1]

''اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرمادے، صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! بال ترشوانے والوں کے لیے بھی دعائے رحمت فرمادیں۔آپ نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحمت فرمادے، صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! بال ترشوانے والوں کے لیے بھی دعائے رحمت فرمادیں۔تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! بال کٹوانے والوں پر بھی رحمت فرمادے۔

سامعین کرام......!

جو شخص صرف عمرے کا ارادہ رکھتا ہو اس کو صفا مروہ کی سعی کے بعد اپنے سر کے سارے بال منڈوا کر رسول اللہ ﷺ کی تکرار والی دعائے رحمت لینی چاہیے اور اگر کسی شخص کا حج تمتع کرنے کا ارادہ ہے تو وہ عمرے کے بعد تھوڑے سے بال کٹوالے اور اسکے بعد دس ذوالحجہ کو قربانی کے بعد اپنے سر کے سارے بال منڈوا دے۔ایسے خوش نصیبوں کے لیے رحمتِ دوجہاں ﷺ نے فرمایا: یا اللہ! جو تیرے سامنے عاجز ہو جاتا ہے، گنجا ہو جاتا ہے اللہ اس پر اپنا رحم کردے۔صحابہ رضی اللہ عنہم

[1] صحیح البخاری: 1727

نے عرض کیا: جو بال کٹنگ کروائیں......؟

آخر میں امامِ رحمت ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! جو میرا امتی سارے سر کے بال نہیں منڈواتا اگر وہ بال ترشوالے، چھوٹے کروالے اللہ میرے اس امتی پر بھی رحم فرمادے۔ اللہ اکبر!

واہ سبحان اللہ......! قسم بخدا!

رحمتِ دو جہاں ﷺ پر محبت آتی ہے، بڑا پیار آتا ہے میں سوچتا ہوں اے مالک! ہم کتنے بدنصیب ہیں، بےعمل ہیں، لیکن اللہ کے رسول نے ہمارا کتنا خیال رکھا ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ ساری دعائیں تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام ہی لے گئے۔ میرا کیا قصور ہے......؟

ساتواں عمل:

ساتویں عمل کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ باہم رہتے ہوئے آپس میں لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں، لڑائی جھگڑوں کا ہو جانا بہت بڑا عیب نہیں لیکن لڑائی جھگڑے کو پالنا، اس کو طول دینا اور ساری زندگی لڑتے لڑتے مر جانا یہ بہت بڑا عیب اور ناقابل معافی جرم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کے لیے دعائے رحمت فرمائی ہے جو دنیا ہی میں اپنے مسلمان بھائیوں سے اپنا معاملہ صاف کر لے اور معافی لے کر یا معافی دے کر اپنا معاملہ پاکیزہ بنائے۔

اس سلسلے میں آج کے خطبے کی آخری حدیث کو پوری محبت اور توجہ سے سماعت فرمائیں اور آج ہی اپنے کیے ہوئے مظالم سے توبہ کریں اور جن پر ظلم کیے ہیں ان کے حقوق ادا کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی دعائے رحمت کے حقدار بن جائیں، امامِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رَحِمَ اللهُ عبدًا كانت لأخيهِ عندَه مظلمَةٌ في عِرضٍ أو مالٍ، فجاءه فاستحلَّه قبل أن يُؤخذَ، وليس ثمَّ دينارٌ ولا درهمٌ ، فإن كانت له حسناتٌ ؛ أُخذ من حسناتِهِ ، وإن لم يكن له حسناتٌ ؛ حمَلُوا عليه من سيئاتهم [1]

''اللہ تعالیٰ ایسے بندے پر رحم کرے کہ اس کے ذمے اس کے بھائی کے متعلق عزت یا مال کے معاملے میں زیادتی تھی، پس وہ اپنے بھائی کے پاس آیا اور اس نے اس سے معاملہ صاف کر لیا قیامت کے اس دن کے آنے سے پہلے پہلے کہ جہاں درہم و دینار نہیں ہوں گے بلکہ ظالم سے نیکیاں لی جائیں اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوموں کے گناہ ظالموں پر ڈال دیئے جائیں گے۔''

افسوس ہے اس شخص پر جو اس حدیث کو سننے کے بعد بھی اپنے رویے اور دل میں نرمی پیدا نہیں کرتا۔ اور لوگوں سے اپنے معاملے صاف نہیں کرتا۔

یاد رکھو......!

آج اپنے ظلم پر اڑی کرنے والے...... رشتے داروں اور کمزوروں کے منہ کو دبانے والے...... اگر اسی حالت میں مر گئے تو قیامت کے روز کوئی بھی ان کا حامی و ناصر نہیں ہوگا۔ ایک روایت کے مطابق ایسا ظالم اور خائن شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس رحم کی اپیل لے کر آئے گا تو آپ بھی یہی فرمائیں گے کہ اللہ کے بندے! میں نے تو ساری باتیں کھول کھول کر تمہیں سمجھا دی تھیں۔ مگر تم لوگوں نے ان پر غور نہ

---

[1] جامع ترمذی:2419، سلسلہ احادیث صحیحہ:3265

کیا آج تمہارے لیے سوائے ذلت کے کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ظلم سے باز رہنے اور کیے ہوئے مظالم کلیئر کرنے کی اور مظلوموں سے معافی مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اور ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کی رحمت بھری دعاؤں کا حقدار بنائے۔

هذا ما كان عندی

والله تعالی اعلم بالصواب

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا بالله

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

میاں اور بیوی

خوش باش کیسے رہیں؟

میاں اور بیوی

خوش باش کیسے رہیں؟

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا [1]

”اوران کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو، اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تم کو پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لیے بہت بھلائی رکھ دی ہو۔“

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

[1] النساء: 19

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

انسان کو اگر اپنی اوقات کا اور اللہ پاک کی قدرت وعظمت کا صحیح معنوں میں علم ہو جائے، وہ خبردار ہو جائے اور اس کو پتہ چل جائے کہ میری اوقات کیا ہے......؟ حیثیت کیا ہے......؟

اور جو میرا رب ہے اس کی شان وعظمت کیا ہے۔ جب انسان کو تمام چیزوں کا علم ہو جائے تو زندگی گزارنے کا اتنا لطف آتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ایسے بندے کو دنیا میں جنّت کا ذائقہ چکھا دیتے ہیں۔ جو شخص اللہ کی شان کو اور اپنی حیثیت کو سمجھ لے یقین جان لو کہ وہ کامیاب ہو گیا اور اس کو دونوں جہانوں کی سعادت نصیب ہو گئی۔ ہمارے ہاں لوگوں کو یہ بنیادی ہدایت ہی حاصل نہیں ہوتی جب تھوڑا سا روپیہ پیسہ، تھوڑا سا علم، تھوڑی سی عقل اللہ پاک عطا فرما دیں تو پھر انسان اپنی اوقات کو بھول جاتا ہے کہ میں اس داتا کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا ہوں، اس سے لے کر کھانے والا ہوں، اس کا دیا کھا رہا ہوں۔ وہ زبردست ہے میں زیردست ہوں، وہ قادرِ مطلق ہے میں عاجزِ مطلق ہوں میری اس کے مقابلے میں ذرّہ بھر بھی حیثیت نہیں۔

ذی وقار سامعین حضرات......!

آج میں جس موضوع کے متعلق چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں وہ میاں بیوی کے حقوق کے ساتھ متعلق ہے، ان کی گھریلو زندگی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ انسان کے حقوق وفرائض اور ازدواجی زندگی کے حقوق کو ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ انسان کس طرح اپنی ازدواجی زندگی کو بہتر سے بہتر بنا سکتا ہے......؟

شادی کرنے سے پہلے:

اس حوالے سے پہلی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسان کو بیاہ سے قبل، شادی سے پہلے پوری تحقیق کر لینی چاہیے۔ اچھی طرح جانچنا چاہیے، دیکھنا اور پرکھنا چاہیے، اچھے گھرانے کا انتخاب کرنا چاہیے۔ اپنے بیٹے کے لیے اچھی بیوی اور اپنی بیٹی کے لیے اچھے خاوند کا انتخاب کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑنی چاہیے۔ ہر معاملہ دین کو مقدّم رکھ کر کرنا چاہیے، کئی لوگ صرف برادری کی تلاش میں اپنی بیٹیوں کے مستقبل برباد کر دیتے ہیں۔

بہرصورت جب ہم رشتے کا انتخاب کر لیں، نکاح کر لیں، تقریبِ شادی منعقد ہو جائے پھر یہ اُصول یاد رکھنا چاہیے۔

''نکاح سے پہلے جانچو، نکاح کے بعد نبھاؤ......''

ہمارے ہاں سب سے بڑی خامی یہ ہوتی ہے کہ ہم نکاح سے قبل ہماری نظریں خوبیوں پر ہوتی ہیں، خامیوں کی طرف نہیں ہوتیں، لیکن جونہی تقریبِ نکاح ختم ہو جاتی ہے، شادی کے بعد ہماری تمام تر توجّہ خامیوں کی طرف چلی جاتی ہے۔ پہلے توجّہ خوبیوں کی طرف تھی بعد میں خامیوں کی طرف آ گئی۔ شادی کے بعد جو میاں یا جو بیوی اپنی خاوند کی خامیوں کی طرف دیکھتی ہے اور جو خاوند اپنی بیوی کی خامیوں کی طرف اپنی نظر مرکوز کر لے، تو اس رویّے سے گھر آباد نہیں بلکہ برباد ہوتے ہیں۔

معزز گرامی قدر......!

سب سے پہلے کرنے والا کام یہ ہے کہ نکاح سے پہلے، انتخاب سے قبل اچھی طرح جانچیں اور غور کریں پھر نکاح کریں۔ اس کے بعد آپ کے جذبات شکر والے ہونے چاہئیں، معافی اور درگزر کرنے والے جذبات ہونے چاہئیں۔

شوہر کا مثالی کردار:

حضرت ابوعثمان نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے امام ہیں، کسی سائل نے ان سے پوچھا: مَا أَرْجىٰ عَمَلِكَ عِنْدَكَ......؟ آپ نے اتنی زندگی بسر کرلی ہے، ہر انسان کو اپنے چند اعمال پر بڑی امید ہوتی ہے کہ میں جب یہ اعمال اپنے اللہ کے دربار میں لے جاؤں گا تو میرا اللہ مجھے ضرور معاف کرے گا۔ آپ میں سے چند بھائیوں اور بزرگوں نے صدقات وخیرات کیے ہوں گے، تنہائی میں نوافل پڑھے ہوں گے اور کسی غریب کے کام بھی آئے ہوں گے اور آپ کو یقیناً وہ اعمال صالحہ یاد بھی ہوں گے کہ ان شاء اللہ اگر کسی طرف سے بات نہ بنی تو اللہ میرے اس عمل کی ضرور قدر فرمائے گا کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری بخشش فرمادیں گے۔

امام نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ زندگی کا وہ کون سا عمل ہے جس کی آپ کو اللہ سے بہت زیادہ امیدیں ہیں کہ جس کی وجہ سے اللہ آپ کو معاف کردے گا، آپ کی بخشش فرمادے گا......؟

امام نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ہاں بھئی! میرا جو سب سے بڑا عمل ہے کہ جس پر مجھے سب سے زیادہ امید ہے وہ یہ ہے کہ میری جس عورت کے ساتھ شادی ہوئی وہ ایک غریب گھرانے کی خاتون تھی، اس کا باپ بھی ایک فقیر آدمی تھا۔ جب شادی ہوئی تو اس کے والدین کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ جب میں اس عورت کے پاس گیا۔ رَأَيْتُهَا عَوْرَاءَ عَوْجَاءَ مُشَوَّهَةً ''میں نے دیکھا اس کا چہرہ بگڑا ہوا، ٹیڑھا اور مسخ شدہ تھا تو مجھے بڑی کراہت محسوس ہوئی۔ میرے دل میں بہت سی چیزیں آئیں لیکن نکاح ہو چکا تھا، میں نے اللہ کے نام سے اسے حاصل کرلیا تھا، وقت گزرتا گیا جب بھی وہ میرے پاس بیٹھتی، بڑی سلیقہ شعاری کے ساتھ، اخلاقِ

حسنہ کے ساتھ پیش آتی۔لیکن میں ساری زندگی خَمَسَ عَشَرَ سَنَةً پندرہ سال میں نے اس کے ساتھ گزارے۔اس کا چہرہ ٹیڑھا، مسلا ہوا تھا کوئی رنگ رُوپ نہ تھا۔اس کے باوجود میں نے اس کے ساتھ گزر بسر کیا، میں نے اس کو کبھی طعنہ نہ دیا اور کبھی یہ باور نہ کرایا کہ تیری غربت اور بدشکلی کی وجہ سے میں تجھ سے نفرت کرتا ہوں۔

حضرت عثمان نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں یہ عمل میں نے اللہ کے نام پر کیا، میں نے اس کو دُکھ نہیں دیا، ذلیل نہیں کیا۔

اور مجھے امید ہے کل قیامت کے روز [15 سال میرے پاس رہی پھر فوت ہوگئی امید ہے] جب میں اللہ کی بارگاہ میں جاؤں گا اللہ پاک میرے حُسن سلوک کی وجہ سے مجھے معاف فرمادیں گے۔ [1]

سامعین کرام......! آج کل اچھی بھلی بیوی بھی ہمارے ظلم کا نشانہ بن چکی ہے، بظاہر شکل وصورت اچھی نہ بھی ہو تو صالح کردار والی بیوی کی قدر کرنی چاہیے، باقی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بدزبان، مُوڈی اور بے نماز بیوی کے ساتھ زندگی گزارنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کی گھریلو زندگی:

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بڑے عظیم صحابی تھے، آپ نے زُہد وتقویٰ میں بہت اونچا نام پایا۔بلاشبہ آپ کو سرتاج العابدین اور امام الزاہدین کہا جاسکتا ہے۔ایک دفعہ حضرت اُمّ درداء رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا بیان کیجیے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کا بہت پیار ہے، محبت ہے۔ان کے احوال کیسے تھے......؟ وہ کس کردار کے مالک تھے......؟ ان کی اہلیہ اُمّ درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شادی کے بعد انہوں نے مجھے کبھی

[1] مختصر صید الخاطر:100

طعن و تشنیع نہیں کی، کبھی انہوں نے غربت کا طعنہ نہیں دیا۔

وَكَانَ يَجْلِسُ فِيْ بَيْتِهِ وَيَتَفَكَّرُ فِيْ الآءِ اللهِ

زیادہ وقت گھر میں ہی رہا کرتے تھے اور اللہ کی نشانیوں پر، نعمتوں پر غور و فکر کیا کرتے تھے۔

بیوی کے متعلق نبوی نصیحتیں:

میں جو بات آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ نکاح کے بعد ہر صورت نبھا کا سوچنا چاہیے۔ ہماری شریعتِ اسلامیہ میں لفظِ ''طلاق'' کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔ اس کی بہت زیادہ حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ اور نبی رحمت ﷺ پر جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرما کر مجھے اور آپ کو حکم دیا ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿1﴾

''اور ان کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو، اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تم کو پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لیے بہت بھلائی رکھ دی ہو۔''

یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقے کے ساتھ زندگی بسر کیا کرو، ان کے ساتھ اچھے رویّے کے ساتھ رہا کرو۔

فرمایا اگر کوئی ایسی ادا یا کوئی عمل پسند نہ آئے تو صبر سے کام لیا کرو یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی معاملے کو پسند نہ کرو اور تم اس پر صبر کرو۔ اللہ پاک اس میں خیرِ کثیر پیدا

 النساء: 19

فرمادے اور عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ کچھ خواتین میں کچھ عادات بہت اچھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دیگر معاملات میں قابلِ رشک اور خاوند کے لیے باعثِ برکت ہوتی ہیں، اسی لیے امامِ کائنات، رحمتِ دوجہاں ﷺ نے فرمایا:

لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ [1]

''کوئی ایمان والا مرد اپنی مومنہ بیوی سے بغض نہ رکھے، اگر اس نے اس میں کسی عادت کو ناپسند کیا ہے تو کسی دوسری عادت سے وہ خوش بھی ہو جائے گا۔''

نبی پاک ﷺ نے جس بات سے منع فرمایا ہے کہ اپنی بیوی کے بارے میں بُغض، کینہ، حسد اپنے دل میں رکھا جائے۔ عورتوں میں کچھ خامیاں تو ہوتی ہی ہیں وہ فرشتہ صفت، معصوم عن الخطا تو نہیں ہیں، اگر ان میں نقائص ہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس میں ضرور کوئی نہ کوئی خوبی بھی رکھی ہوگی کہ جن کی وجہ سے اللہ پاک برکات نصیب فرماتے ہیں۔ امامِ رحمت، رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:

إِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا [2]

میں تمہیں عورتوں کے بارے میں خیر کی وصیت کرتا ہوں، اللہ پاک سے ڈرتے رہنا، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اسی طرح نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ نے عورتوں کے متعلق مردوں کو حکم دیا کہ

فَاتَّقُوااللّٰهَ فِي النِّسَآءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِأَمَانَةِ

---

[1] صحیح مسلم: 1469

[2] صحیح بخاری: 3331، صحیح مسلم: 1468، ابن ماجہ: 1851

اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُم فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ [1]

''عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ بے شک تم نے ان کو اللہ کے نام اور عہد پر حاصل کیا ہے اور اللہ ہی کے کلمے کے ساتھ ان کو اپنے اوپر حلال کیا ہے۔''

حضراتِ گرامی قدر......! غور تو کیجیے ایک باپ کہ جس نے اپنی بیٹی کو بیس بائیس سال پڑھایا پھر صرف اللہ کے نام پر اُسے میرے اور آپ کے حوالے کر دیا۔ میری اور آپ کی عزت صرف اللہ کے نام پر بنائی۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ان کے معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔

ان تمام احادیث کا سادہ الفاظ میں صرف اور صرف ایک ہی مطلب ہے کہ ماتحت بیوی کو انسان اور مسلمان سمجھا جائے، اس کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے، اس کے حقوق کو اچھے انداز سے پورا کیا جائے اور ہمیشہ لڑائی جھگڑے اور مار کٹائی سے کنارہ کشی کی جائے۔ ایک دفعہ صحابیٔ رسول ﷺ نے رحمتِ دو جہاں ﷺ سے بیوی کے حقوق کے متعلق سوال کیا اور کہا:

مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ

''ہم میں سے ہر ایک کی بیوی کے حقوق ہم پر کیا ہیں......؟

رسول اللہ ﷺ نے تفصیلی جواب دیتے ارشاد فرمایا:

تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَ تَكْسُوْهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ [2]

---

[1] سنن ابی داود: 1905

[2] سنن ابی داود: 2142

تم پر سب سے پہلا حق یہ ہے کہ تم کھاؤ تو انہیں بھی کھلاؤ، جب تم پیو تو ان کو بھی پلاؤ، ان کے چہرے پر نہ مارو اور جب کوئی لغزش و ناراضگی کا وقت آئے تو تمام معاملے گھر میں طے کیا کرو۔

شریعتِ اسلامیہ میں بیوی کے حقوق کا نچوڑ اور خلاصہ پانچ نکات میں بیان کیا جاتا ہے پوری توجہ کے ساتھ ان باتوں کو ذہن نشین کر لیں جو آدمی اپنی زندگی میں ان پانچ باتوں کا خیال رکھتا ہے اس نے اپنی بیوی کے حقوق کو ادا کر دیا۔ بشرطیکہ بیوی، بیوی بن کر فرمانبردار رہے۔ اگر وہ بدزبان مُوڈی اور بد دماغ ہے پھر نیک خاوند سے بھی کمی بیشی کا ہو جانا فطرتی عمل ہے۔

بیوی کو غُربت کے طعنے نہ دو:

جو آدمی نکاح، شادی کے بعد اپنی گھر والی کو غربت کا طعنہ نہیں دیتا، وہ اللہ کے ہاں بہت ہی مقام و مرتبے والا انسان ہے۔ بڑا مبارک انسان ہے۔ جو طعن و تشنیع کرے، خاندان، غربت اور جہیز کی کمی وغیرہ کے طعنے مارے وہ بڑا بدنصیب انسان ہے۔ اور اللہ کی عدالت کا بھی مُجرم ہے۔

مسلمان بھائیو......! غربت کا طعنہ دیتے وقت ہمیں 100 مرتبہ سوچنا چاہیے کہ یہ مال اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ [1]

"کیا انہوں نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے

---

[1] الزمر:52

رزق فراخ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے اور بلاشبہ اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

عورت کو مال اور جہیز کا طعنہ دینے سے زندگی بدمزہ ہو جاتی ہے اور خاوند کا ایسا رویہ سراسر ظالمانہ ہے۔ نبی رحمت ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرما کر مجھے اور آپ کو حکم دیا: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ "اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی بسر کیا کرو، اچھے رویے اختیار کرو۔

شادی کے بعد جہیز کا طعنہ نہیں دینا چاہیے، غربت کا طعنہ نہیں دینا چاہیے، بات بات پر جھگڑنا نہیں چاہیے کہ تم لے کر کیا آئی ہو......؟

سامعین کرام......! ہم میں سے ہر ایک بہنوں اور بیٹیوں والا ہے آپ امانتداری سے بتائیں......؟ کہ جس شخص نے اپنی بیٹی اور بہن دین کے مطابق اِک ناواقف شخص کے حوالے کر دی اس کے بعد پیچھے اور کیا رہ جاتا ہے......؟

موجودہ زمانے میں لڑکے والے یہی خواہش رکھتے ہیں ہمیں اعلیٰ سے اعلیٰ جہیز ملنا چاہیے اور وہ نہایت پاکیزہ رشتے فیل کر دیتے ہیں کہ لڑکی کے والدین غریب ہیں وہ کچھ دے نہیں سکتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یاد رکھو......! ایسے لوگ نام نہاد مسلمان ہیں حقیقی اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو شخص کسی کے کردار اور اخلاق کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا اللہ کے ہاں بھی کوئی مقام و مرتبہ نہیں ہو سکتا۔

اولاد نہ ہونے کے طعنے:

یہ فرعونی بول...... اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان بولوں سے نفرت کرتے ہیں۔ سب سے پہلی بات زندگی بھر اپنی اہلیہ کو طعن و تشنیع نہ کریں اور پھر شریعت جو ہماری رہنمائی

کرتی ہے ان میں سے دوسری شرط شادی کے بعد 10 سال، 20 سال، 30 سال گزر گئے اللہ نے اولاد عطا نہیں کی۔ اگر صرف بیٹیاں ہی عطا کیں ہیں تو ہماری عقیدے کی بیماری کہ بیوی کو طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے ہاں بیٹا کیوں نہیں ہوا؟

اللہ کے بندو......! کیا معلوم وہ بیچاری اولاد کے معاملے میں تم سے زیادہ پریشان ہو......؟ اولاد نہ ہونا یا ہونا یہ قبضہ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری وضاحت کے ساتھ قرآن مجید میں اس مسئلے کو یوں بیان فرمایا ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ○ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ○ [1]

"آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کے لیے ہے وہ جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی۔ اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بے شک وہ جاننے والا ہے، قدرت والا ہے۔"

ایسا آدمی جو اولاد کے طعنے دیتا ہے وہ اللہ کی عدالت کا مجرم ہے، ظالم مسلمان ہے، شادی کے بعد غربت کے طعنے دے یا صرف بیٹیاں ہونے پر طعنے دے۔ آپ نے اخبارات میں گھروں کی لڑائی کے بارے میں پڑھا ہے، کئی گھروں میں طلاقوں پر نوبت صرف اسی لیے آتی ہے کہ تیرے گھر بیٹا نہیں ہوا۔ ہماری نسل

---

[1] الشوریٰ: 49-50

آگے کیسے بڑھے گی......؟

ایک زخمی دل کو مزید زخمی نہیں کرنا چاہیے، ظالم ہیں وہ لوگ ـــــ جو اپنی زبان سے اس طرح کے قبیح بول بولتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لیتے ہیں۔

ہمارے مُلکِ پاکستان میں بیٹا نہ ہونے کی صورت خواتین پر ایسے ایسے ظلم ڈھائے جاتے ہیں کہ زبان اس کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔کئی بار یہ سننے کو ملا کہ خاوند صرف اس لیے ہسپتال سے غائب ہوگیا کہ خواہش بیٹے کی تھی اللہ تعالیٰ نے بیٹی عطا کردی اور اسی طرح کئی مظلوم خواتین ایسی ہیں کہ جن کے ساتھ ناانصافی اور ظلم صرف اور صرف اس لیے کیا جاتا ہے کہ یہ جب بھی جنم دیتی ہیں بیٹی کو ہی جنم دیتی ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعض خواتین کو صرف اس لیے طلاق دی جاتی ہے کہ اس نے بیٹا کیوں نہیں جنم دیا۔ایسے ظالم لوگ بہت بڑے مُجرم ہیں اور ان کو دنیا اور آخرت کی ذلّت سے کوئی قوت اور طاقت نہیں بچا سکتی۔

آؤ اللہ کے بندو......! جس اللہ کی بندی کو آپ نے اللہ کے نام پر حاصل کیا ہے اس کے ساتھ اچھے طریقے سے نبھا کرو یہی قرآن کا حکم ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا [1]

”اور ان کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو، اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تم کو پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لیے بہت بھلائی رکھ دی ہو۔“

---

[1] النساء: 19

بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمے:

تیسری بات جو نبی پاک ﷺ نے بیان فرمائی۔ شادی کے بعد بیوی کا خرچہ، رہائش وغیرہ آدمی پر ہے۔ اس کے شوہر، خاوند کے ذمہ ہے جو نان نفقے کے لحاظ سے جو اپنی بیوی کو تنگ کرتا ہے جو اس نے اللہ کے نام پر حاصل کی ہے۔

آقا کائنات ﷺ نے فرمایا: کل قیامت کے روز گھر کے سربراہ سے پوچھا جائے گا۔ کسی آدمی کے گھٹیا ہونے کے لیے کسی آدمی کے کمینہ ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنی گھر والی کے جائز اخراجات کو پورا نہ کرے۔ اپنے بچوں کے کھانے پینے کا صحیح انتظام نہ کرے۔

تو حضرات گرامی قدر! مناسب رہائش، کھانے پینے کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ جو کھانے پینے کے معاملات میں اپنے فرائض وحقوق کو پورا کرتا ہے تو اللہ پاک اس سے محبت کرتا ہے۔

اور جو کھانے پینے رہائش کے معاملات میں کوتاہی کرتے ہیں۔ یقین مانیے! اللہ کی عدالت کے مجرم ہیں، میں نے ایک عربی کتاب میں پڑھا، سائل نے سوال کیا کہ آج سے تین سال قبل کی بات ہے۔ میری ہمشیرہ حاملہ تھی، میری ہمشیرہ کا خاوند اپنے بھائی کو لے آیا، گھر میں صرف ایک ہی کمرہ تھا، میری ہمشیرہ نے کہا کہ اللہ کے بندے! گھر میں صرف ایک ہی کمرہ ہے۔ اور اللہ کی رحمت کے بھی ایام آنے والے ہیں اور میاں بیوی کے کئی معاملات ہوتے ہیں۔ آپ اپنے بھائی کو کہیں اور رکھ لیں، گھر میں جگہ کم ہے۔ میری بہن نے اسے اتنی بات کہی تو اس ظالم نے مارنا شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے ماں اور بچہ دونوں کافی متاثر ہوئے، چار، پانچ ماہ کے بعد جب بیٹا پیدا ہوا تو گیارہ بارہ دنوں کے بعد فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

جب میرے ماں باپ نے یہ بات سنی وہ بھی اسی غم میں فوت ہو گئے۔اب اس کے خاوند نے میری ہمشیرہ کو طلاق دے دی ہے۔اب مُفتی صاحب یہ بتایئے کہ شریعت کے مطابق آدمی کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ کہ رہائش اس کے ذمے تھی، الگ کمرے کا اہتمام وغیرہ اس کے ذمّے تھا، کھانا پینا نان نفقہ جو اس کے اہم فرائض میں شامل تھا۔اس نے اہم حقوق کو پورا نہ کیا بلکہ ظلم والے معاملات کیے۔

میں نے اس مُفتی صاحب کے کلمات پڑھے، فرمانے لگے:

جَزَآءُهٗ جَزَاءُ الظَّالِمِيْنَ

اس کی بدبختی کی سزا وہی ہے جو اللہ نے ظالموں کے لیے سزا رکھی ہے۔

امام الانبیاء ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرماتے ہیں، عورتوں کے حقوق کے متعلق خصوصی ارشاد فرمایا کہ

وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ [1]

''اور ان کے لیے تمہارے ذمے ان کو کھلانا اور پہنانا ہے اچھے طریقے کے ساتھ۔''

یہاں پر ایک خامی کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے کئی احباب جب اپنے اہل خانہ سے ناراض ہوتے ہیں تو ان کے کھانے پینے کے معاملات بھی ان پر تنگ کر دیتے ہیں جبکہ یہ بہت زیادہ گھٹیا حرکت ہے، گھروں میں کمی بیشی اور اختلافات ہوتے رہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ گھر کا سربراہ درندہ بن جائے اور گھر والوں کی کھانے پینے کی ضرورتیں بھی پوری نہ کرے۔

---

[1] سنن ابوداود: 1905

بیوی کے ساتھ بدزبانی نہ کرو:

بیوی کو اپنے پاس اللہ کا مہمان سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ کے نام پر ہی ہمارے گھر پر آتی ہیں اگر اس کو اللہ کا مہمان سمجھ لیا جائے تو پھر انسان اس کے معاملے میں کافی حد تک محتاط ہو جاتا ہے۔ یہ بات خاوند کے ذمے ہے وہ اپنی بیوی کو گالی نہ دے، مار کٹائی نہ کرے، جو حضرات اپنی بیوی کو جس کو اس نے اللہ کے نام پر حاصل کیا ہے، گالیاں دیتے ہیں، پھر گالیاں ماں باپ کی اور ایسی کہ شرم وحیا سے عاری الفاظ، ایسے لوگ اللہ کے دربار کے مجرم ہیں۔ انہوں نے اللہ کی لاج رکھی نہ رسول کی لاج رکھی۔ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو لوگ اپنے گھروں میں گالیاں دیتے ہیں وہی مار کٹائی بھی کرتے ہیں انہیں لوگوں کی نگاہیں بھی آوارہ ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ زیادہ وقت گھروں میں نہیں ٹھہرتے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: جو آدمی زیادہ دیر گھر میں نہیں ٹھہرتا، چوکوں، بازاروں میں دوستی میں اپنے وقت کو برباد کرتا ہے۔ اس کا گھر اس کے لیے جہنم بن جاتا ہے۔ لڑائی جھگڑے کا اڈہ بن جاتا ہے، فساد خانہ بن جاتا ہے۔

حضرات......! اپنی بیوی سے اچھے الفاظ، اچھے انداز کے ساتھ کلام وگفتگو کرنا جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

لَا تُقَبِّحْ : طعن وتشنیع مت کرنا۔ اپنی زبان کا غلط استعمال نہ کرنا۔ حقوق کی ادائیگی تم پر فرض ہے جو گالیاں، طعنے وغیرہ دیتا ہے وہ اللہ کے ہاں مجرم ہے۔ قیامت کے روز اس کو ان سوالات کے جوابات دینے ہوں گے۔ یہ شریف لوگوں کا کام نہیں، یہ آوارہ اور برے لوگوں کا کام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن آدمی وہ ہے جو اپنے لیے پسند کرتا

ہے وہی وہ چیز دوسروں کے لیے بھی پسند کرتا ہے وہ اپنے بھائی کے لیے پسند کرتا ہے۔

ہم بیٹیوں، بہنوں والے ہیں۔

ہم میں سے کوئی بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی میری بیٹی کو شادی کے بعد گالی دے کوئی میری ہمشیرہ کو شادی کے بعد گالی دے۔

میرے بھائیو! آپ کی جو بیوی ہے یقیناً وہ بھی کسی کی بیٹی ہے، ہمشیرہ ہے، آیئے اپنے نتائج پر غور کیجیے۔ آوارگی سے بچیے، نگاہ کی آوارگی، زیادہ گھر سے باہر رہنے کی آوارگی اور جو لڑائی جھگڑے ہیں۔

بیوی کو اس کا مقام دو:

بیویوں کو حقیر جاننا، کمتر جاننا، گھر کی نوکرانی سمجھنا بہت بُری بات ہے۔ جو لوگ اپنی گھر والی کو عزت نہیں دیتے۔ اپنی بیوی کو مقام و مرتبہ نہیں دیتے۔ پھر مار کٹائی، گالیاں دیتے ہیں ایسے لوگوں کا اللہ کے ہاں بھی کوئی رُتبہ نہیں ہوتا۔

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر میں ہوتے تو رویہ کیسا تھا......؟ اماں فرماتی ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے کام کاج کیا کرتے تھے۔ گھر میں ہماری معاونت کرتے تھے۔

تو ایک سفر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی آپ کی سواری کو ہانک رہے تھے۔ جب اس نے سواری کو چلانا شروع کیا تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آہستہ آہستہ! إِنَّهُنَّ الْقَوَارِيرُ [1]

"اونٹ کو ایسے چلاؤ جیسے کہ اس پر شیشی رکھی ہوئی ہے کہ زیادہ تیز دوڑنے

---

[1] صحیح البخاری: 6211

سے وہ ٹوٹ سکتی ہے، وہ گر سکتی ہے۔ اللہ اکبر!

نبی ﷺ نے فرمایا: جو اپنی بیوی کو گالیاں دیتا ہے، ناجائز زبان کا استعمال کرتا ہے، اگر اللہ نے اسے اس کے گناہ کو معاف نہ کیا تو کل قیامت کے دن اس کو حساب دینا ہوگا اور تلافی میں نیک اعمال دینے ہوں گے۔

ایک محدّث نے بہت پیاری بات کی ہے کہ کائنات کا ذلیل ترین اور نکمّا ترین انسان وہ ہے کہ کل قیامت کے دن دنیا میں اللہ کے نام پر جو بیوی حاصل کی تھی وہ آدمی اس پر ظلم کرتا تھا۔ گھر میں نہ بیوی کا باپ، بھائی کوئی نہیں ہوتا جیسے مرضی زبان چلاؤ جیسے چاہو رویہ اختیار کرو۔ روکنے والا، ٹوکنے والا، پکڑنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

کل قیامت کے دن اس بیوی کا ہاتھ اور اس ظالم شوہر کا گریبان ہوگا اور اللہ کی عدالت میں جس آدمی کی بیوی نے اپنے خاوند کو اس کی کرتُوتوں کی وجہ سے اللہ کی جنت میں جانے سے روک لیا وہ بہت بدنصیب، بدبخت انسان ہوگا۔

ہم ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں، ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے پیش آئیں۔ ایک دوسرے کو انسان سمجھیں ایک دوسرے کو عزت دیں۔ اگر حقوق ادا ہوں تو انہی گھرانوں سے اچھے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔

ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی بات یاد آئی کہ وہ ایک مرتبہ غلام کو پیٹ رہے تھے۔ تو نبی پاک ﷺ اُدھر سے گزرے تو آپ نے ابومسعود انصاری کے کندھے پر ہاتھ مارا اور کہا: آج تم اپنے غلام کو مار رہے ہو، کل تم نے قیامت کے روز اپنے اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے ایک مالک تیرے اوپر بھی ہے جو تجھ سے پوچھے گا۔

طلاق کی دھمکیاں نہ دیں:

آج کے دَور میں عورت کو طلاق کی دھمکیاں دی جاتی ہیں یہ بہت بڑی

ناانصافی ہے اور بہت گھٹیا عمل ہے، حق تلفی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

أَيُّ امْرَأَةٍ طَلَبَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِيْ غَيْرِ بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ [1]

"ایسی عورت جو بغیر کسی وجہ سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس عورت پر جنت کی خوشبو حرام ہوگی، ہوا بھی میسّر نہ ہوگی۔"

اور اس حدیث کی تشریح میں توضیح میں شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ عورتوں اور مردوں کے حقوق یکساں ہیں۔ جس طرح ایک عورت اپنے خاوند سے طلاق کا ناجائز مطالبہ کرے اس پر اللہ نے جنّت کی خُوشبو حرام کردی ہے۔ اسی طرح جو آدمی اپنی بیوی کو ناجائز طلاق دیتا ہے، کسی کی خُوشی کو چھینتا ہے، کسی کی مُسکراہٹ کو سلب کرتا ہے، کل قیامت کے روز جنّت تو دَر کنار اس کو جنّت کی خوشبو بھی میسّر نہ ہوگی۔

آیئے! حضرات گرامیٔ قدر......!

ان کاموں سے شیطان راضی ہوتا ہے، ان کاموں سے شیطان خُوش ہوتا ہے اپنے گھروں کو سنبھالیں، گھر والوں کے حقوق ادا کریں اور قرآن پاک بھی اسی بات کا حکم کرتا ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا [2]

"اور ان کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو، اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ہو

---

[1] سنن ابی داود: 2226

[2] النساء: 19

سکتا ہے کہ ایک چیز تم کو پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لیے بہت بھلائی رکھ دی ہو۔"

عورت اچھی طرح جان لے:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوی کے حقوق کے حوالے سے بہت تفصیل کے ساتھ احادیث بیان فرمائیں ہیں اور بیان فرمایا ہے کہ یہ حقوق بیوی کے ذمے ہیں اگر بیوی ان حقوق کو ادا نہیں کرتی، پھر اللہ پاک کی عدالت میں نجات کا امکان نہیں ہو سکتا۔

لیکن سب سے بنیادی بات جو میں بیوی کے حقوق کے بارے میں بیان کرنا چاہتا ہوں میری مائیں اور بہنیں تشریف فرما ہیں۔ نکاح کے بعد عورت کو یہ بات اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ میکے اور سسرال میں ایک بہت بڑا فرق ہے کہ عورت اپنے میکے کے گھر میں ہوتی ہے، تمام رشتہ دار اکٹھے ہوتے ہیں، تو کوئی بھی کام نہ کرے تو سب کچھ ملتا ہے تمام حقوق ملتے ہیں، ہر طرف پیار کی فضا قائم رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے خونی رشتوں کا معاملہ ہی ایسا بنایا ہے۔

لیکن سسرال میں آجانے کے بعد یہ معاملات نہیں رہتے۔ سارے کام کرنے پڑتے ہیں سارے معاملات بڑی احتیاط اور ذمہ داری سے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ آقائے دو جہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پاک کا مطالعہ کریں اور اس سے سبق حاصل کیجیے۔ سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہے، لیکن گھر کے سارے کام کاج خود کرنے والی ہیں، سردار کی بیٹی ہیں۔ لیکن آپ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پڑھ کر دیکھ لیں، بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا لے کر غارِ حرا میں جایا کرتیں تھیں۔ آپ صحابیات رضی اللہ عنہن کی سیرت پاک کا مطالعہ کیجیے کہ انہوں نے اپنے گھروں کو کیسے سنبھالا؟

گھر اُجڑنے کی بڑی وجہ:

ہمارے ہاں بیویوں کے حوالے سے جو بڑی واضح خرابی ہے وہ جسمانی طور پر سسرال میں ہوتی ہیں لیکن ذہنی طور پر میکے میں۔ میکے والی سوچ رکھنے کی وجہ سے پھر لڑائی ہوتی ہے، جھگڑے ہوتے ہیں۔ لیکن جب عورت یہ سمجھ لے کہ شادی کے بعد میرا اصل گھر میرا سسرال ہی ہے والدین کے گھر کی مدت اب ختم ہوئی۔

اور یقین مانیے...... ! وہ گھر کبھی برباد نہیں ہوتے جو والدین اپنی بیٹیوں کو یہ سبق دیتے ہیں کہ بیٹی! شادی کے بعد اصلی گھر تمہارا سسرال ہے۔

مجھے ایک سمجھ دار خاتون کا بول یاد آیا کہ شادی کے چند روز بعد ہی میری بیٹی ناراضگی کی وجہ سے گھر آ گئی اور بیان کرنا شروع کر دیا کہ امی میرے یہ یہ معاملے ہیں، میرا خاوند ایسا ہے، فلاں بات ایسے ہے۔ بہر صورت وہ سمجھ دار ماں ساری باتیں سننے کے بعد کہنے لگی: بیٹی! دو باتیں ہیں: اب نکاح ہو چکا ہے۔

"دو باتوں میں سے ایک بات کا انتخاب کر۔ زہر کھا کر مر جا' یا نبھا کر......!!! "

یہی بات میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ آپ شادی سے پہلے اچھی طرح جانچیں اور انتخاب کے بعد نبھا کی ہر ممکن کوشش کرو۔ بیٹی نے دھماکہ خیز بات سن کر ماں کی طرف دیکھا بڑی حیران، پریشان ہوئی لیکن اس دھماکہ خیز بول نے اس بیٹی کی زندگی کو بدل ڈالا۔ اس کے مستقبل کو روشن کر دیا۔

گھر کی آبادی اور بربادی میں میکے کا کردار:

آیئے...... اپنی بہنوں، بیٹیوں کو درس و سبق دیں کہ تم نے اپنے جھگڑے، اپنے معاملات اپنے گھر میں ہی ختم کرنے ہیں۔ ہمیں اب اس طرح کی باتیں نہیں سنانیں، بلکہ برداشت اور صبر سے کام لینا ہے۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ کئی واقعات ہمیں سننے کو ملے ہیں کہ عورت خاوند کے ساتھ کسی بات پر ناراضگی کی وجہ سے گھر سے بھاگ کر میکے جا کر پناہ لے لیتی ہے اور پھر وہ اپنے والدین سے مل کر اپنے خاوند کو بلیک میل کرتی ہے، جو خاوند اکھڑ مزاج ہوتے ہیں وہ تو فوراً طلاق کا پروانہ روانہ کر دیتے ہیں اور شریف خاوند حضرات وہ کسی نہ کسی طرح عافیت اور صلح کی راہ تلاش کرتے ہیں۔ بہر صورت والدین کو گھروں سے بھاگنے والی بیٹیوں کی طرفداری ہرگز ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ جب بیٹی کو اس طرح سپورٹ ملتی ہے تو پھر وہ اپنی سسرالی زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔

بیوی کی دو شاندار خوبیاں:

خواتین اور بیویوں، بیٹیوں کی تربیت کے حوالے سے یہ سب سے اہم سبق ہے۔ نبی ﷺ نے بیویوں کے حق میں سے سب سے زیادہ اہم بات بیان فرمائی کہ بیوی کو...... ''شاکرہ، صابرہ'' ...... ہونا چاہیے۔

جیسے بھی اللہ تعالیٰ نے نصیب لکھ دیا ہے اپنے نصیب پر راضی ہو جائے۔ ہر ایک کا نصیب ایک جیسا نہیں ہوتا، جو بھی جیسے بھی معاملات آجائیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، وقت کی قدر کرے اور نبی کائنات ﷺ کے اس فرمان پر غور کرتی رہے فرمایا:

لَا يَنْظُرُ اللهُ تَعَالٰى إِلَى امْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا [1]

''اللہ تعالیٰ ایسی عورت کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا کہ جو اپنے خاوند کے گھر صبر و شکر کے ساتھ نہیں رہتی۔''

---

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ: 289

ماؤں بہنوں کو صبر وشکر کے حوالے سے سبق یہی ہے کہ اپنے نصیب پر راضی رہیں جو اللہ تعالیٰ دے دے اس پر صابرہ، شاکرہ بن کر رہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیک بیوی کی خوبی یہ ہے کہ اپنے گھر کو سنبھالنے والی ہوتی ہے اور وہ اپنے کردار کو ایسے سنوارنے والی ہے جب خاوند اپنی بیوی کی طرف دیکھتا ہے تو خاوند کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

جب وہ خاوند دنیا کے جائز معاملے میں کوئی حکم دیتا ہے تو اس بات کو فوراً تسلیم کرتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کہ وہ عورت گھر کی بات گھر میں ہی رکھتی ہے پھر ایسے ہی گھرانے آباد ہوتے ہیں۔ میری معززات ان دلائل کو اور آنے والی احادیث کو اپنی نظر سے اوجھل نہ کریں، نہایت توجہ سے سنیں اور ان پر اپنے کردار کو پرکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوہر کے مقام ومرتبے کو بیان کرتے ہوئے یہاں تک ارشاد فرمادیا ہے کہ

لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ لِامْرَأَةِ أَنْ تَّسْجُدَ لِزَوْجِهَا [1]

"اگر میں کسی ایک کو حکم دیتا کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی ایک کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔"

یعنی اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم جاری کر دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو روزانہ جب وہ مزدوری سے نوکری سے دیہاڑی سے واپس آئے، دُکان سے تجارت سے واپس آئے تو وہ اس کے قدموں میں سر رکھ دے اس کو سجدہ کرے۔

---

[1] سنن ابی داود:2140

لیکن اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز نہیں۔ اگر جائز ہوتا تو بیوی کے لیے جائز ہوتا اپنے خاوند کے لیے۔ ایسی خواتین جو خدمت کے جذبہ سے سرشار ہوتیں ہیں، صابرہ، شاکرہ ہوتی ہیں

اللہ تعالیٰ انہی گھرانوں کو جنت بنا دیتا ہے اور اللہ پاک ان گھروں کو رحمت کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔ اللہ پاک ان کے دلوں میں رحمت کا نزول فرمائے گا۔

آقائے دو جہاں، امام رحمت ﷺ نے فرمایا:

لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُه مِنَ الْحُورِ الْعِيْنِ : لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللهُ ؛ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا [1]

"جب بھی کوئی بیوی اپنے خاوند کو تکلیف دیتی ہے تو خاوند کی جنتی حور اس عورت کے لیے بددعا کرتے ہوئے کہتی ہے: اللہ تیرا ستیاناس کرے اس کو تکلیف نہ دے یہ تو تیرے پاس عارضی مہمان اور تجھے چھوڑ کر عنقریب ہمارے پاس آنے والا ہے۔"

حضرات گرامی قدر......! یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو لوگ ان حقوق کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے گھر نہیں بساتے۔ یقین جانیے! ان کے وہ گھر جہنم سے پہلے جہنم بن جاتے ہیں۔

گھر بسانے کا اصل راز:

زندگی ایک چھوٹی جہنم کا نقشہ ہوتی ہے آیئے! صبر اور عفو سے کام لیجیے۔

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ:173

گھروں میں اکثر معاملات ہوتے رہتے ہیں۔لیکن آپ اس فرمان پر غور کیجیے کہ دنیا کا سارا نظام عفو ودرگزر پر چل رہا ہے۔اگر آج اللہ کریم سختی کر دے، پکڑ لے تو پوری کائنات کا نظام برباد ہو جائے۔یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی درگزری کے ساتھ معافی کے ساتھ یہ سارے سلسلے چل رہے ہیں۔

ہم گھروں میں معافی کو غالب رکھیں، درگزری کو غالب رکھیں۔آپ کے گھر کے معاملات چلتے رہیں گے، سنورتے رہیں گے۔جہاں آکر آپ نے سختی کا معاملہ شروع کر دیا اور ظلم کا معاملہ کیا وہاں گھروں میں خرابیاں پیدا ہوں گی۔

خواتین کو نبی ﷺ کا یہ فرمان بھی کبھی نہیں بھولنا چاہیے......! ایک عورت آپ کے پاس آئی تو آپ نے پوچھا: کیا تو شادی شدہ ہے؟ کہنے لگی: ہاں! آپ فرماتے ہیں خاوند کی خدمت کے بارے میں تیرا کیا کردار ہے؟

کہنے لگی: میں بہت خدمت کرتی ہوں۔لیکن جب تھک جاتی ہوں، عاجز آجاتی ہوں پھر کمی کوتاہی ہو جاتی ہے۔

أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ أَنْتِ لَهُ قَالَتْ مَا آلُوهُ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ قَالَ فَانْظُرِي أَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ فَإِنَّمَا هُوَ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ [1]

کل قیامت کے دن تیرے جنت جانے کا فیصلہ تیرے خاوند کی خدمت کی بنیاد پر کیا جائے گا اور کل قیامت کے روز تیرے جہنم جانے کا فیصلہ کیا جائے گا تو تیری نافرمانی کی وجہ سے۔نافرمان عورت، زبان دراز عورت دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا رہتی ہے آخرت بھی عذاب ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل:19003

میاں بیوی کو آخری اور اہم نصیحت:

جو میاں بیوی اپنے آپ کو اور اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار دیکھنا چاہتے ہیں ان کے لیے سب سے اہم نصیحت یہ ہے کہ وہ گھر میں آتے جاتے مسنون دعاؤں کا اہتمام کیا کریں اور اسی طرح کھانے پینے کے وقت اور سونے، جاگنے کے وقت مسنون دعاؤں کو اپنا معمول بنا لیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مزاج میں نرمی، لطافت اور برداشت پیدا ہو گی، شیطانی وسوسات سے چھٹکارا ملے گا، اس طرح گھر کی فضا امن وسلامتی میں تبدیل ہو جائے گی۔

جن گھروں میں قرآن پاک کی تلاوت اور مسنون اذکار نہیں کیے جاتے وہ گھرانے جہنم جانے سے پہلے منی جہنم بن جاتے ہیں۔

امام اعمش بیان کرتے ہیں میں جب بھی گھر میں داخل ہوتا ہوں دعا پڑھ کر داخل ہوتا ہوں۔ اور پوری زندگی میں اب تک میرا میری بیوی کے ساتھ صرف ایک جھگڑا ہوا وہ بھی اس وجہ سے ہوا کہ میں سلام کہنا اور دعا پڑھنا بھول گیا۔ اچانک میری نظر لوٹے پر پڑی تو میں نے جھگڑنا شروع کر دیا کہتے ہیں مجھے سمجھ آ گئی کہ میں نے آج دعا اور سلام نہیں کہا اور اللہ پاک نے مجھے عذاب دیا ہے۔

فرماتے ہیں جب میں تھکا ماندہ گھر آتا ہوں تو دعا پڑھتا ہوں تو اللہ میری تمام تھکاوٹوں کو دُور فرما دیتے ہیں۔ جب میں غصے میں ہوتا ہوں تو السلام علیکم کہتا ہوں تو میرا سارا غصہ دور ہو جاتا ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا [1]

---

[1] النساء: 19

"اور ان کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرو، اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تم کو پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لیے بہت بھلائی رکھ دی ہو۔"

اگر میاں بیوی آپس میں ناراض ہی دنیا سے چلے گئے دنیا بھی برباد ہوگئی اور آخرت بھی برباد ہوگئی۔

شادی اور بعد ہم میں سے ہر ایک یہ سوچ بنالیتا ہے مجھے میرا معیار نہیں ملا۔ جو میں چاہتا تھا وہ مجھے نہیں ملا۔

اللہ کے بندو! یہ دنیا صبر کا دوسرا نام ہے، عفو کا دوسرا نام برداشت ہے۔

یہ شیطانی سوچ ہے کہ مجھے میرا معیار نہیں ملا۔ جو ملے (الحمدللہ) اس کو سدھاریں اس کو بہتر بنائیں اور ایک دوسرے کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہیں۔ جن لوگوں کی بنیاد تقویٰ پر ہوتی ہے وہ بہت خوش رہتے ہیں۔ جن کا عفوودرگزر غالب رہتا ہے ایسے لوگوں کو اللہ فتنوں سے بچائے رکھتے ہیں۔

هذا ما كان عندى

والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

نیک اعمال کی بربادی

کیسے ......؟

نیک اعمال کی بربادی...... کیسے؟

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○ [1]

''جب دونوں نے قربانی پیش کی ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قربانی قبول نہ ہوئی، اس نے کہا: میں تجھے مار ڈالوں گا، اس نے کہا: اللہ تو صرف تقویٰ والوں سے (اعمال) قبول کرتا ہے۔''

[1] المائدہ:27

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الآخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تیری رحمتوں پہ ہے منحصر ہر عمل کی قبولیت
مجھے سلیقۂ التجا ہے نہ ہی شعورِ نماز

تمہیدی گزارشات:

آج میں آپ کے سامنے نہایت ہی اہم موضوع پر قرآن وحدیث کے دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک آج کے مضمون کی اس قدر اہمیت اور ضرورت ہے کہ اگر میرے بس میں ہو تو مَیں مہینے میں ایک دفعہ اس موضوع کو دہرایا کروں۔ آپ کو بھی چاہیے کہ ایسے اہم موضوع کو اہمیت دیں اور اس کو اچھی طرح سمجھ کر اس کے مطابق اپنی اصلاح کریں وگرنہ آنے والے وقت بالخصوص روزِ قیامت بہت شرمندگی اور ناکامی کا خدشہ ہے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ تو یہی سمجھتے ہوں کہ میرے پاس نیک اعمال کا بہت بڑا انبار ہے لیکن جب حساب ہو تو پتہ چلے کہ سارے نیک اعمال ایک ایک کر کے برباد کر دیئے گئے ہیں اور دنیا میں چند خطرناک گناہوں اور آفتوں کی وجہ سے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی بھی نہیں بچ سکی۔

سامعین کرام......!

میرے اور آپ کے پاس سب سے قیمتی سرمایہ نیک اعمال کا سرمایہ ہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مال، اولاد، صحت یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا ہم پر سب سے بڑا احسان اور ہمارے پاس سب سے قیمتی خزانہ وہ نیک اعمال کا خزانہ ہے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس پُرفتن دور میں لوگ دھڑا دھڑ نیک اعمال کو برباد کر رہے ہیں۔ ہمارے اردگرد کا ماحول اس قدر خطرناک ہے کہ نیکی کر کے اس کو بچانا نہایت ہی مشکل ہو چکا ہے، سیاسی کشمکش مذہبی منافرت، فحاشی وعریانی اور بڑھتی ہوئی بے راہ روی وآوارگی نے ہمیں اس قدر اپنے اندر جکڑ لیا ہے کہ اعلیٰ نصیبے والے لوگ ہی اپنے نیک اعمال کی حفاظت کر پاتے ہیں وگرنہ ابھی نیکی کی ہوتی ہے کہ چند قدموں اور منٹوں کے فاصلوں پر ہم اس کو برباد کر بیٹھتے ہیں۔

آج کا میرا خطبہ بے عمل یا بدعمل لوگوں کے لیے نہیں ہے بلکہ میری ساری گفتگو ان باعمل اور باکردار لوگوں کے لیے ہے کہ جنھوں نے بڑی ہمت وجواں مردی سے نیک اعمال اکٹھے کیے ہیں کہ وہ اپنے نیک اعمال کو اکٹھا کرنے کے بعد اپنی ساری توجہ اپنے نیک عمل کی قبولیت پر مرکوز کر لیں۔

جو شخص اس دنیا سے جاتے ہوئے نیک اعمال اپنے ساتھ لے کر گیا وہی شخص کامیاب وکامران ہے اور جس شخص نے لاپرواہی اور خطرناک گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے نیک اعمال کو برباد کر لیا اس سے بڑا خسارے والا کوئی نہیں۔ آج وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ اپنے آپ کو نیک اعمال کی قبولیت کا غم لگا لیں، اس غم میں بڑی ہی عافیت اور لذت ہے اور یہ ایسا لذیذ غم ہے جو آپ کو دنیا کے تمام غموں سے بچا لے گا۔

اپنے اصل موضوع کو شروع کرنے سے قبل میں آج آپ کے ساتھ تمہیدی

طور پر چند اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں ذرا قرآن وحدیث کے دلائل پر غور کرنا۔

نیک اعمال کے متعلق پہلی قابل توجہ بات:

ہمارے کچھ نیک اعمال تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو سرے سے شمار ہی نہیں کیے جاتے۔ ان کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم نے وہ نیک کام نہایت بے توجہی، عدم دلچسپی سے کیے ہوتے ہیں اور جلدی اور تیزی ان میں اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ وہ اس قابل ہی نہیں رہتے کہ ان کو قبول کیا جائے۔

اس سلسلے میں صحیح بخاری کی صحیح اور معروف روایت میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں پوری توجہ فرمائیں۔

خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد جب وہ واپس جانے لگے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دینے کے بعد فرمایا:

اِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ

"واپس جا کر نماز پڑھ! تو نے نماز نہیں پڑھی"

عربی زبان کے ابتدائی طالب بھی جانتے ہیں کہ "لَمْ" جب فعل مضارع پر آتا ہے تو ماضی منفی کا معنی دیتا ہے، گویا کہ کام سرے سے انجام ہی نہیں پایا۔

حدیث کے مطابق یہ معاملہ دو تین دفعہ پیش آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دفعہ یہی ارشاد فرمایا کہ "جاؤ جا کر نماز پڑھ! تو نے نماز نہیں پڑھی"

حالانکہ صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی ہے، رکوع وسجود کیے ہیں، جہاں نماز

پڑھی ہے وہ مسجدِ نبوی ہے لیکن اس سب کچھ کے باوجود رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی تھی کہ اس صحابی کی نماز میں ٹھہراؤ نہیں تھا۔

اللہ کے بندو......! اپنی نمازوں کی فکر کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے روز تمہیں اللہ کی طرف سے یہ جواب ملے کہ اے میرے بندے! تو نے جس قدر تیزی، جلدی اور بغیر خشوع کے نمازیں پڑھی ہیں، وہ ایسی ہیں گویا کہ تو نے پڑھی ہی نہیں۔ بلکہ اس سلسلے میں ایک صحیح حدیث بھی ہے جو اس معاملے کی نزاکت کو اور واضح کرتی ہے۔ امام العابدین ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيُصَلِّيْ سِتِّيْنَ سَنَةً فَمَا تُقْبَلُ لَهُ صَلَاةٌ [1]

"بلاشبہ آدمی ساٹھ سال تک نماز پڑھتا ہے، اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں کی جاتی۔"

ان روایات کو سُن اور سمجھ لینے کے بعد ہم سب کو اپنے نیک اعمال کے متعلق بہت زیادہ حساس ہو جانا چاہیے اور ان کو عین شریعت کے مطابق ادا کرتے ہوئے ان کی ادائیگی میں کمال درجے کا حسن پیدا کرنا چاہیے۔ وگرنہ ہمارے نیک اعمال شمار ہی نہیں کیے جائیں گے۔

نیک اعمال کے متعلق دوسری قابل توجہ بات:

رسول اللہ ﷺ نے ایسے گناہ بیان فرمائے ہیں کہ جن کے مرتکب کے بارے میں آپ ﷺ نے دوٹوک فیصلہ سنا دیا ہے کہ ایسے لوگوں کی نیکی اور نماز

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ: 2535

قبول نہیں کی جائے گی۔ اب مسلم معاشرے میں جو جو لوگ ایسے گناہوں کا ارتکاب کریں گے ان کے بھی نیک اعمال برباد کر دیے جائیں گے۔ چند ایک کا تذکرہ سماعت فرمائیں:

امام العالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

1 أَلْخَمْرُ أُمُّ الْخَبَائِثِ فَمَنْ شَرِبَهَا لَمْ تُقْبَلْ صَلَاتُهُ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَإِنْ مَّاتَتْ وَهِيَ فِيْ بَطْنِهِ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً [1]

"شراب ناپاک کاموں کی جڑ ہے، جس نے اس کو پیا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کی جائے گی اور اگر کوئی اس حال میں مرا کہ وہ اس کے پیٹ میں تھی تو وہ جاہلیت کی موت مر گیا۔"

سامعین کرام......!

جو شخص ایک دفعہ شراب پی لے اس کی چالیس دن کی عبادت قبول نہیں ہوتی تو پھر جو شخص روزانہ پیتا رہے اور حتی کہ اسے پیتے پیتے موت آ جائے تو بلاشبہ اس کو اپنے نیک اعمال میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا کیونکہ شراب کے نشے میں دُھت شخص نے رسول اللہ ﷺ کی آمد، بعثت اور نبوت و رسالت کا مقصد ہی نہیں سمجھا۔

آپ اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں کہ کئی بدنصیب زہریلی شراب پی کر مر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے بُرے انجام سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

امام المؤحدین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ: 1854

2 مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَئَلَهُ عَنْ شَیْءٍ لَّمْ تُقْبَلَ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا [1]

''جو کوئی نجومی کے پاس آیا اور اس نے اس سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔''

اب جو لوگ آئے دن نجومیوں اور عاملوں کے پاس اپنے ہاتھ دکھانے کے لیے جاتے ہیں، ان سے اپنے مستقبل اور مقدر کی باتیں پوچھتے ہیں ان کو اپنے نیک اعمال کی فکر کرنی چاہیے۔ کیونکہ نماز سب سے اہم نیکی ہے جس کی نماز قبول نہیں بلاشبہ اس کا دوسرا کوئی عمل اسے فائدہ نہیں دے گا

امام المتقین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

3 ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ اٰذَانَهُمْ اَلْعَبْدُ الْآبِقُ حَتّٰی يَرْجِعَ وَامْرَأَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَإِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ لَكَارِهُوْنَ [2]

''تین طرح کے لوگ کہ ان کی نمازیں ان کے کانوں سے اوپر نہیں جاتیں، بھاگنے والا غلام یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے۔ اور عورت نے اس حال میں رات گزاری کہ اس کا خاوند اس پر ناراض تھا۔ اور ایسی قوم کا امام کہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں۔''

اس حدیث میں خاوند کی نافرمان اور بدزبان عورت کے لیے بہت سخت وعید ہے کہ اس کی عبادت قبول نہیں کی جاتی، لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج ہماری

---

[1] صحیح مسلم:5821

[2] جامع ترمذی:360

اکثر خواتین اپنے شوہروں کی ناراضگی کی کوئی پروا نہیں کرتیں۔ جب کہ شوہر کی ناراضگی کے ہوتے ہوئے عورت کے نیک اعمال کو قبول ہی نہیں کیا جاتا بشرطیکہ شوہر ظالم نہ ہو۔ اور اسی طرح بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ بناؤ سنگھار کر کے نکلنے والی عورت کی بھی عبادت قبول نہیں کی جاتی۔

اسی طرح وہ بدعمل یا بے عمل قاری صاحب جو لوگوں کی امامت تو کرواتے ہیں لیکن لوگ اس کی ناپسندیدہ حرکتوں اور اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے اس سے نفرت کرتے ہوں، ایسے امام مسجد کی عبادت بھی رد کر دی جاتی ہے۔

لیکن اللہ معاف فرمائے......!

ہماری کئی مساجد کے ائمہ اس حدیث کی زد میں ہیں لیکن وہ اپنے آپ کو بدلنے کے لیے تیار نہیں، حالانکہ اس صورتِ حال میں مسجد کی انتظامیہ کا نقصان نہ ہونے کے برابر ہے اور سارے کا سارا نقصان امام مسجد صاحب کا ہے۔

پاکباز اور معصوموں کے امام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

4 وَمَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ يَرْتَبِطُوْنَ كَلْبًا إِلَّا نُقِصَ مِنْ عَمَلِهِمْ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ [1]

جو گھر والے بھی کتا باندھتے ہیں ان کے عمل سے ہر روز اُحد پہاڑ کے برابر کمی کی جاتی ہے۔"

اس حدیث رسول کی زد میں وہ تمام لوگ ہیں جو شوقیہ طور پر اپنے گھروں میں کتے رکھتے ہیں۔ البتہ کھیتی باڑی، شکار یا حفاظت وغیرہ کے لیے کتا رکھنے کی رعایت موجود ہے۔

[1] جامع الترمذی: 1489

نیک اعمال کے متعلق تیسری قابل توجہ بات:

نیک اعمال کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے خصوصی دعائیں کرنی چاہئیں اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل علیہم السلام اور برگزیدہ بندوں سے یہی تربیت ملتی ہے کہ وہ نیک اعمال کرنے کے بعد بے فکر اور غافل نہیں ہوا کرتے بلکہ اس کے لیے رو رو کر دعائیں کرتے ہیں کہ یا الہ العالمین! یہ نیک عمل ہم نے کیا بھی آپ کی توفیق سے ہے اور اب آپ اس کو اپنی رحمت سے قبول فرمایئے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی کردار اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے:

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ [1]

''اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے اور کہتے جارہے تھے: اے ہمارے رب! قبول کر ہم سے، یقیناً تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔''

اسی طرح حضرت عمران کی زوجہ محترمہ کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ [2]

جب عمران کی بیوی نے کہا: اے میرے رب! میں نے نذر کیا تیرے

---

[1] سورۃ البقرہ:127

[2] آل عمران:35

لیے جو میرے پیٹ میں ہے اور وہ آزاد رکھا جائے گا، پس تو مجھ سے
قبول کر بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔"

یاد رہے.....! تاریخ میں عمران نام کی دو شخصیات معروف ہیں، ایک حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے والدِ گرامی اور دوسرے حضرت مائی مریم علیہا السلام کے والد گرامی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا جان جو مسجدِ اقصیٰ کے خطیب و امام اور ولی الرحمن تھے۔ آج کل اہلِ تشیع نے بھی جشنِ آلِ عمران مشہور کر رکھا ہے، شاید آپ نے سیاہ رنگ کے بڑے بڑے اشتہارات میں لکھا ہوا پڑھا ہو" جشنِ آلِ عمران " وہ اس سے مراد آلِ ابوطالب لیتے ہیں اور کہتے ہیں ابوطالب کا نام عمران تھا، حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے اور کبار علمائے شیعہ نے بھی اس کی تردید کی ہے۔ آپ کے چچا ابوطالب کا نام عبد مناف تھا، عمران نہیں تھا۔

بہر صورت حضرت عمران کی بیوی نے بھی یہی کہا: فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ " اے اللہ! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے وہ تیری راہ میں وقف کرتی ہوں اس کو قبول فرما لے! اپنے بیٹے اور اپنی اولادیں اللہ کی راہ میں وقف کرنے والو......!

بیٹوں اور بچیوں کو صرف مدارس اور جامعات میں بھیج دینا ہی کافی نہیں بلکہ ان کے حق میں جی بھر کر دعائیں کرو کہ یا اللہ......! میں نے تیری رضا حاصل کرنے کے لیے تیری راہ میں اپنے بچوں کو بھیج دیا ہے۔ میرے اس عمل کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما لے۔ جب آپ کو قبولیت ملے گی تو آپ کی اولاد کا نام حضرت مائی مریم علیہا السلام کی طرح روشن ہوگا اور آپ کی نسل میں باکردار امام پیدا ہوں گے۔

سامعین کرام......!

سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آمنہ کے دُرِ یتیم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تک ہرایک کو آپ یہی صدا لگاتے ہوئے سنیں گے: اے اللہ! ہمارے اعمال قبول فرمالے۔

رسول اللہ ﷺ کی بے شمار دعائیں اس موضوع پر موجود ہیں لیکن میں آپ کے سامنے آپ کا ایک معمول پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ روزانہ تہجد اور فجر کی ادائیگی کے بعد اللہ تعالیٰ سے ایک دعا کریں جس کے کلمات یہ ہیں:

أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَّرِزْقًا طَيِّبًا [1]

''اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والے علم اور قبول کیے گئے عمل اور پاکیزہ رزق کا سوال کرتا ہوں۔''

پیارے بھائیو......! نیک اعمال کی قبولیت کے لیے عمر بھر کی دعائیں اور زندگی بھر کا پرہیز چاہیے ورنہ یہ سرمایہ یہیں پر ضائع ہو جائے گا۔

نیک اعمال کے متعلق چوتھی قابلِ توجہ بات:

نیک عمل کی قبولیت کے لیے تقویٰ اور خوفِ خدا کا ہونا نہایت ضروری ہے، آپ کا عمل اگرچہ سنت کے مطابق بھی ہو لیکن آپ میں تقویٰ اور خوفِ خدا نہ ہو تو ایسا عمل سرے سے قبول ہی نہیں کیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹے ہابیل اور قابیل کا کردار آپ کے سامنے ہے۔ دونوں نبی کے بیٹے ہیں، دونوں ایک ہی کام زراعت، کھیتی اور زمینداره کرتے ہیں، دونوں نے قربانی کی لیکن قابیل کی قربانی کو رد کر دیا گیا اس نے

---

[1] سنن ابن ماجہ: 925، صحیح ابن حبان: 82

اپنی اصلاح کرنے کی بجائے ہابیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں تجھے قتل کردوں گا۔ ہابیل نے ایسا جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب کو قرآن بنا کر رسول اللہ ﷺ کے سینے پر نازل کیا اور اس کے جواب کو قیامت تک کے انسانوں کے لیے قبولیت کا معیار بنالیا۔

ہابیل نے کہا: اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے اعمال قبول کرتا ہے اور خوفِ خدا رکھنے والوں کی نیکیاں پسند کرتا ہے۔ قرآن نے ان کا ان الفاظ سے ذکر کیا:

إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ [1]

"جب دونوں نے قربانی پیش کی ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قربانی قبول نہ ہوئی، اس نے کہا: میں تجھے مار ڈالوں گا، اس نے کہا: اللہ تو صرف تقویٰ والوں سے (اعمال) قبول کرتا ہے۔"

لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ [2]

"اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے میری طرف اپنے ہاتھ کو بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے تیری طرف اپنے ہاتھ کو نہیں بڑھاؤں گا، میں جہانوں کے پروردگار اللہ سے ڈر رہا ہوں اور ڈرتا رہوں گا۔"

---

[1] المائدہ: 27
[2] المائدہ: 28

نیک اعمال کی بربادی کے اسباب

مشرک اور بدعتی کے نیک اعمال برباد کردیئے جاتے ہیں اس پر قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل ہیں لیکن آج کے خطبے میں ہم صرف اُن برے اعمال کا ذکر کریں گے کہ اگر کتاب وسنت کا عقیدہ رکھنے والا شخص بھی اس کا ارتکاب کرے تو اس کے نیک اعمال بھی خطرے کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔

(۱) ریاکاری

نیک اعمال اللہ کی رضا کے لیے کرنے چاہئیں جو شخص نیک عمل دکھاوے کے لیے اور لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کے لیے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے نیک عمل کو برباد فرمادیتے ہیں۔ قرآن مجید کی ''سورۃ ماعون'' میں اللہ تعالیٰ نے جہنم والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایسے لوگ بھی جہنم میں جائیں گے جو ریاکاری کیا کرتے تھے۔

صحیح اور مشہور حدیث کے مطابق سب سے پہلے جہنم کو ڈکیتوں اور چوروں کے ساتھ نہیں بھڑکایا جائے گا بلکہ ان لوگوں کے ساتھ بھڑکایا جائے گا جو اعلیٰ درجے کے نیک اعمال کرتے رہے اور ان کا جُرم صرف اور صرف یہ تھا کہ وہ ریاکار تھے وہ دنیا کی شہرت اور دنیا میں اپنے نام کی بلندی کے لیے نیک اعمال سرانجام دیتے تھے۔ اور وہ بدنصیب جن کے ساتھ سب سے پہلے بھڑکایا جائے گا وہ حافظِ قرآن ہوگا، مجاہدِ اسلام ہوگا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا سخی ہوگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ کے بندو......!

ہمارے سروے کے مطابق یہ دَور ریاکاری کا دور ہے، اخبارات، رسائل

میڈیا کے فتنوں نے بڑے بڑے صالح لوگوں کو ریا کاری پر مجبور کر دیا ہے نہ چاہتے بھی ہر کام میں ریا کاری آ گھستی ہے اور عمل برباد ہو جاتا ہے۔

لوگوں کی نگاہوں میں اپنی آواز کا سکہ جمانے والے اور کانوں میں انگلیاں دے کر آپے سے باہر ہونے والے، تکلّف مزاج قراء کرام کو آج ہی اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اور اسی طرح جہاد کے نام پر دنیا کا مفاد حاصل کرنے والے بھی اللہ کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتے۔ ان کو بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ صرف اپنی دُکانداری کے لیے جہاد کا نام لیتے ہیں یا واقعتاً اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے جہاد کر رہے ہیں۔

اسی طرح تاجر اور سخی لوگ بھی اپنا محاسبہ کر لیں کہ ان کی غرض اللہ کی رضا کے ساتھ کوئی اور تو نہیں اگر رضائے الٰہی کی نیّت کے ساتھ ساتھ ذرّہ بھر ریا کاری کی آمیزش ہو گئی تو سارے کا سارا عمل برباد کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ریا کار لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائیں گے: میرے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں دنیا میں جن کی نگاہوں میں بڑا بننے کے لیے نیک عمل کرتے تھے آج انہی کے پاس چلے جاؤ۔ استغفر اللہ!

رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا خدشہ ظاہر کیا ہے کہ میری امت کے اکثر لوگ ریا کی بیماری میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس سلسلے میں صحیح حدیث پر غور فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، قَالُوْا: وَمَاا لشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَارَسُوْلَ اللهِ ؟ قَالَ الرِّيَاءُ، يَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جُزِىَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ: اذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَآءُوْنَ

فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً [1]

''مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف چھوٹے شرک کے بارے میں ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! چھوٹے شرک سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ریاکاری۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا تو (ریاکاری کرنے والوں سے) فرمائے گا تم ان لوگوں کے پاس چلے جاؤ جن کو دنیا میں دکھانے کے لیے عمل کرتے تھے، بھلا دیکھو تو سہی! کیا تم ان کے پاس کوئی جزا پاتے ہو؟''

اور اللہ تعالیٰ نے بھی دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ جو شخص قیامت کے روز میری ملاقات کرنا چاہتا ہے وہ ہر طرح کی ریاکاری سے بچے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ [2]

''جس شخص کو امید ہو اپنے رب سے ملاقات کی، سو وہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ ریاکاری اور دکھلاوے سے بچیں۔ امام عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ''سعدی'' میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

1. مسند احمد: 5/428، والسلسلۃ الصحیحۃ: 951
2. الکہف: 110

''وہ اپنے اعمال میں ریا سے کام نہ لے بلکہ اس کے اعمال خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوں۔''

(۲) بے قابو زبان کے آوارہ بول

نیک اعمال کی بربادی میں زبان کی آوارگی کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔ یہ حدیث تو آپ نے سن رکھی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری بیوی کے متعلق صرف اتنی بات کہی تھی کہ ''وہ تو قد کی چھوٹی ہے'' تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقع پر فرمایا: اے اللہ کی بندی! تو نے اپنی زبان سے ایسا بول بولا ہے جس کو اگر میٹھے سمندر میں ڈال دیا جائے تو وہ بھی کڑوا ہو جائے۔

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ کسی آدمی کا اپنی نیکی کو خطرے میں ڈالنے کے لیے اتنا جرم ہی کافی ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کے وجود، جسم اور اعضا پر عیب جوئی کرتا رہے۔ چونکہ انسانی وجود کے بنانے اور عطا نے میں سارے کا سارا عمل دخل اللہ تعالیٰ کا ہے جو شخص کسی انسان کے وجود پر طعن زنی کرتا ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کاری گری پر عیب لگا رہا ہے۔

اسی طرح ''تجھے تو اللہ نے کبھی معاف ہی نہیں کرنا'' یہ بات اور اس طرح کے دیگر بول اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکا دینے کے لیے کافی ہیں۔

اس سلسلے میں مشہور حدیث کہ ایک شخص نے ایک گنہگار کے متعلق کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو تجھے کبھی معاف نہیں کرنا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس گنہگار کو معاف کر دیا اور اس کے متعلق ایسا بول بولنے والے شخص کے نیک اعمال کو برباد کرتے ہوئے اسے جہنم رسید کر دیا۔ اللہ کے بندو! آپ کو داڑھی، ٹخنوں سے اوپر شلوار اور مسواک ٹوپی

مبارک ہو، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگوں کو ایمان سے خارج کرتے رہیں۔ ایسی حرکتیں کرنے سے صرف اور صرف آپ ہی کا نقصان ہوگا۔ اور آپ کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ضائع کر دیا جائے گا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑی واضح مثال کے ساتھ ارشاد فرمایا

إِنَّ سُوْءَ الْخُلُقِ لَيُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ [1]

”بلاشبہ بُرے بول اور بُری عادتیں عمل میں اس طرح بگاڑ پیدا کر دیتی ہیں جس طرح سرکا شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔“ اللہ اکبر!

اسی طرح صحیح البخاری اور جامع الترمذی سمیت دیگر کُتبِ حدیث میں روایات موجود ہیں جن کا مرکزی مضمون یہی ہے کہ ایک شخص اس قدر نیک اعمال کرتا ہے کہ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ شِبْرًا ”اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن وہ اپنی زبان سے کفر اور کبر کا ایسا بول بولتا ہے کہ وہ واپس جہنم کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے حتّٰی کہ وہ ستر (70) سال تک جہنم ہی میں گرتا رہتا ہے۔

سامعین کرام......!

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام ایمان اور نیک اعمال کی سعادت بخشی ہے تو خدارا اپنی زبان کی حفاظت کریں۔ بے قابو زبان کے آوارہ بول جہاں آپ کی دنیوی زندگی کو بدمزہ کر دیں گے وہاں آپ کی آخرت بھی برباد کر دی جائے گی۔

(۳) ناپاک دل

انسان کے وجود میں سب سے پاکیزہ ٹکڑا دل ہے۔ قرآن وحدیث کا پہلا

---

[1] المعجم الکبیر: 10777، مسند عبد بن حمید: 799، امثال الحدیث: 253، یاد رہے اس حدیث کے ہم معنی کئی روایات بخاری و مسلم سمیت تمام کتب احادیث میں موجود ہیں۔

اثر انسان کے دل پر ہوتا ہے دل بدلے تو زندگی کا جہان بدلتا ہے اور اگر دل ہی میلا رہے، اسی کا تزکیہ نہ ہو پائے تو انسان کے نیک اعمال بارگاہِ الٰہی میں ہرگز ہرگز قبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کئی ایک مقامات پر فرمایا ہے کہ میری رحمت اور جنت صرف اور صرف ان لوگوں کے لیے ہوگی جو میرے پاس سلامتی والا دل لے کر آئیں، جو میرے ہاں جھکنے والا دل لے کر آئیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی بے شمار احادیث میں اسی بات کی تلقین ہے کہ اپنے دلوں کو نرم رکھو، ان کو پاکیزہ بناؤ کیونکہ انسان جو بھی عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نگاہ اس کے دل پر ہوتی ہے۔ اگر دل ہی پاک صاف نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ بندے کے عمل کو قبول ہی نہیں فرماتے۔

صحیح مسلم میں واضح الفاظ ہیں کہ جب سوموار اور جمعرات کو بندوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کینہ پرور لوگوں کے متعلق یہی فرماتے ہیں کہ

بَيْنَهُ وَ بَيْنَ أَخِيْهِ شَحْنَاءُ ، أَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا [1]

”ان کی آپس میں نفرت اور کھٹک ہے ان کو مہلت دے دو یہاں تک کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔“

سامعین کرام آپ غور فرمائیں......!

اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں اور آپ اپنے ہاتھ، منہ کو اچھی طرح پاک صاف کر کے آئے ہیں اور اسی طرح اچھا لباس بھی آپ نے زیبِ تن کیا ہے،

[1] صحیح مسلم: 6544

آپ کے وجود میں سے جو کچھ لوگوں نے دیکھنا ہے وہ تو آپ نے اچھی طرح پاک کر لیا اور آپ کے وجود کے جس ٹکڑے کو رب العالمین نے دیکھنا ہے اس کی حالت کیسی ہے.....؟

کہیں وہ مَیلے کا مَیلا تو نہیں.....؟

کہیں اس میں ٹن و من بغض تو نہیں.....؟

کہیں اس میں اپنے پیاروں کے لیے حسد اور نفرت تو نہیں.....؟

یاد رکھیں.....!

اگر آپ کالے دل والے ہیں تو آپ کی قبر بھی کالی ہوگی اور حشر کے دن آپ کا چہرہ بھی کالا ہوگا۔ اس جہانِ فانی میں سب سے بڑا کرنے والا کام یہی ہے کہ آپ اپنے دل میں اللہ اور اسکے حبیب ﷺ اور آخرت کی فکر کو موجزن رکھیں اور اپنے دل کو ہر قسم کی دنیاوی آلودگی سے بچائیں وگرنہ آپ کے اعمال خطرے میں ہیں۔

(۴) جتلانے والا

ہر کسی کو رزق دینے والا اور ہر ایک ضرورت پوری کرنے والا اللہ رب العالمین ہے۔ درمیان میں والد، استاد یا فیکٹری کا مالک رزق پہنچانے کا ایک سبب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو روٹی، بوٹی اور رَوٹی دینے کا وعدہ کیا ہے لیکن اگر کسی کی خوشی ہمارے ذریعے سے ہوجائے تو اس پر ہمیں اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔ لیکن اس کے برعکس اگر کوئی شخص کسی پر نیکی یا احسان کر کے اسے جتلا دے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے عمل کو برباد فرما دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کھول کر اس مسئلے کو بیان کیا ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى [1]

''اے ایمان والو! تم اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر برباد نہ کرو۔''

آج کل معمولی جھگڑے اور تھوڑی سی غلط فہمی پر لوگ اپنے نیک عمل کو برباد کر لیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جھگڑے کے وقت گالی بعد میں دی جاتی ہے، گریبان بعد میں پکڑا جاتا ہے، سب سے پہلے ہم کی ہوئی نیکیوں کا طعنہ دینا شروع کر دیتے ہیں اور ایک ایک کر اپنی سب نیکیاں برباد کر لیتے ہیں اور اللہ معاف فرمائے بڑے بڑے علماء بھی اس برائی میں مبتلا ہیں جبکہ اس مسئلے کی شدت اور وعید کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ثَلٰثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ مِنْهَا الْمَنَّانُ [2]

''تین طرح کے لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا ان میں سے ایک احسان کر کے جتلانے والا شخص بھی ہے۔''

سامعین کرام......!

اس سے بڑھ کر اور بدنصیبی کیا ہے کہ ہم قیامت کے روز جب اللہ کی بارگاہ

---

[1] البقرہ:264

[2] صحیح مسلم:293 جامع الترمذی:1211

میں حاضر ہوں وہ ہم کو اپنے محبت بھرے دیدار اور مٹھاس بھری کلام سے محروم کر دے۔ ایک مومن مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی ذلت نہیں اور یہ ذلت ان لوگوں کو اٹھانا پڑے گی جو نیکی اور احسان کر کے جتلانے والے اور طعنہ زنی کرنے والے تھے۔ آپ حیران ہوں گے، رسول اللہ ﷺ نے احسان جتلانے والے کے متعلق یہاں تک فرما دیا کہ

ثَلٰثَةٌ لَّا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُمْ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا مِنْهَا الْمَنَّانُ [1]

''تین افراد کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرض قبول کرے گا نہ ہی نفل ان میں سے ایک احسان کر کے جتلانے والا شخص بھی ہے۔''

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس انجام سے ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے آمین!

(۵) تنہائی کی ناپاکی

غیر مسلم جو دنیا کی زندگی میں لوگوں کی بھلائی کے لیے فلاحی کام کاج کرواتے ہیں ان کو قیامت کے روز ان کاموں کا کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝ [2]

''اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف بڑھیں گے جو انہوں نے کیا تھا اور پھر اس کو اڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔''

---

[1] صحیح الجامع الصغیر:3065

[2] الفرقان:23

جس طرح کفار کے عمل کو برباد کر دیا جائے گا اسی طرح اس شخص کے نیک اعمال بھی ضائع کر دیا جائیں گے جو بند کمروں اور تنہائیوں میں بے حیائی اور فحاشی کرتا تھا۔ مسلمان کو اپنے ظاہر کی طرح اپنے باطن اور تنہائی کو گناہوں کی آلائشوں سے پاک رکھنا چاہیے۔ تنہائی میں حدود اللہ کو پھلانگنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کرنے والے کائنات کے بدترین لوگ ہیں۔

اس سلسلے میں ایک اہم روایت سماعت فرمائیں اور اس حدیث کو گھر گھر پہنچا دیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں جس شخص نے اس حدیث کو ہر فرد تک پہنچا دیا اس شخص نے حدیث کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِيْ يَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ ، بِيْضًا فَيَجْعَلُهَا اللهُ عَزَّوَجَلَّ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا ، قَالَ ثَوْبَانُ: يَارَسُوْلَ اللهِ صِفْهُمْ لَنَا، جَلِّهِمْ لَنَا أَنْ لَا نَكُوْنَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ قَالَ: أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ وَيَأْخُذُوْنَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُوْنَ وَلٰكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللهِ انْتَهَكُوْهَا [1]

”البتہ میں اپنی امت میں سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے روز ”تہامہ“ کے سفید پہاڑوں کی طرح نیکیاں لائیں گے لیکن اللہ

[1] سنن ابن ماجہ: 4245

پاک ان کو گرد و غبار کی طرح ہوا میں اڑا دے گا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمیں ان کی نشانیاں بتلا دیں، ذرا ان کا معاملہ کھول کر بیان کر دیں تاکہ ہم ان میں سے نہ ہو جائیں کیونکہ ہم اس کے متعلق نہیں جانتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک وہ تمہارے بھائی ہوں گے اور تمہاری جنس سے ہوں گے، جس طرح تم راتوں کو عبادت کرتے ہو، وہ راتوں کو کچھ عبادت کرنے والے بھی ہوں گے لیکن وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ جب وہ الگ ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کو پامال کیا کرتے تھے۔''

سامعین کرام......!

آج ہمارے معاشرے کے 90 فیصد نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس حدیث کی زد میں ہیں، موبائل، نیٹ اور کیبل نے ان کی تنہائیوں کو حد درجہ ناپاک کر دیا ہے، شرم و حیا اور غیرت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ جو لوگ اس حدیث کی زد میں ہیں ان کا انجام قیامت کے روز حد درجہ بدتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے باطن کو ہمارے ظاہر سے زیادہ پاک کر دے۔ آمین!

(۶) نمازِ عصر کو چھوڑنے والا

نمازِ عصر کا معاملہ نہایت اہم ہے جو شخص نمازِ عصر کو چھوڑ دیتا ہے اللہ پاک اس کے نیک عمل کو برباد کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ [1]

---

[1] صحیح البخاری: 553

''جس نے عصر کی نماز کو چھوڑ دیا یقیناً اس کا عمل برباد ہو گیا۔''

اپنے نیک اعمال کی قبولیت کے لیے نمازِ عصر کی پابندی کریں اور اپنی اولاد کو بھی اس کا پابند بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم سب کی ذرّہ بھر نیکی کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے اور ہم کو بغیر حساب کے جنت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

هذا ما كان عندی

والله تعالىٰ اعلم بالصواب

وما توفيقي الا بالله

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

پاکستان
میں امن کیسے......؟

پاکستان میں امن کیسے......؟

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ [1]

''کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں (اللہ تعالیٰ اور آخرت پر) یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کس کا ہوسکتا ہے......؟

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدُنا وسید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنافی الدنیاوامامنافی الاخرۃ وامامنافی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

---

[1] المائدہ:50

تمہیدی گزارشات:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور پیدا فرمانے کے بعد شتر بے مہار نہیں چھوڑا بلکہ اس کو اختیار کی نعمت دے کر انبیاء ورسل علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کے ذریعے اس کی مکمل رہنمائی فرمائی ہے۔

زمین پر بگاڑ صرف اور صرف اسی وقت ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی رہنمائی پر مکمل عمل نہیں کرتا۔ ملکِ پاکستان کے حوالے سے یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ اسلام پاکستان بننے سے پہلے بھی مذہب کی صورت میں تھا اور پاکستان بننے کے بعد بھی اسلام صرف روزے، نماز، حج عمرے اور زکوٰۃ صدقات کو ہی سمجھ لیا گیا ہے۔

جب کہ اسلام صرف صوم وصلاۃ کا ہی نام نہیں ہے بلکہ وہ پورا نظام زندگی ہے اور مکمل دستورِ حیات ہے۔ مگر افسوس سے آج بھی ہماری عدالتوں میں 1935ء کے برطانوی ایکٹ کے مطابق فیصلے کیے جاتے ہیں، یعنی مسلمانوں کی عدالتوں میں برطانوی دین چل رہا ہے اور یہی ہماری بربادی، بدامنی اور ذلت کی سب سے بڑی وجہ ہے۔

جب تک ہمارے ملک میں قصاص، حدود اللہ اور اسلامی تعزیرات کا نفاذ نہیں ہوتا اس وقت تک اس ملک سے جرائم کا خاتمہ نہیں ہوسکتا۔ آپ پوری دنیا کا چکر لگالیں، آپ کو سب سے زیادہ امن سعودی عرب وغیرہ میں ملے گا۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ وہاں کافی حد تک اللہ کا قانون اور اللہ کی حدود نافذ ہیں۔

آج ہمارے ملک میں سینکڑوں جیلیں بھری پڑی ہیں، کچہریوں میں رش ختم ہونے کا نام نہیں لیتا، چوکیوں اور تھانوں میں اس قدر ظلم وستم ہے کہ اس کی تفصیل کے لیے علیحدہ ایک مجلس چاہیے۔

ہمارے ملک میں جرائم روکنے کے لیے کئی ایک محکمے سرگرم ہیں اور جرائم کو روکنے، مجرم کو قید سے سزا تک پہنچانے کے لیے کروڑوں روپے کا بجٹ مختص ہوتا ہے لیکن نتیجہ صفر ہے۔

ہمیں حیرت اس بات کی ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ یہاں غیر مسلم حکمران بن سکتا ہے نہ ہی اسمبلی اور سینیٹ میں قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون پاس ہوسکتا ہے۔ بلکہ حکومت اور پارلیمنٹ کی قانون سازی میں اسلامی رہنمائی کے لیے باقاعدہ طور پر اسلامی مشاورتی کونسل بھی موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود تقریباً 65 برس ہو چکے ہیں کہ کسی ایک مجرم کو بھی عین اسلامی قانون کے مطابق سزا نہیں دی گئی بلکہ بعض مجرموں کو رشوتیں لے کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور بعض کو سیاسی پناہ مل جاتی ہے۔

گواہی اور دیگر قرائن اور شواہد سے جرم ثابت ہونے کے باوجود سالہا سال تک کیس کو لٹکایا جاتا ہے اور مظلوم پارٹی والے اپنے مالی اور جانی نقصان کی تلافی میں اپنا سب کچھ برباد کر بیٹھتے ہیں۔

قرآن پاک کا ایک اہم حصہ جس کا تعلق جرائم کی روک تھام اور مجرم پر حدود نافذ کرنے کے حوالے سے ہے وہ ہمارے تعلیمی اداروں اور عدالتوں میں بالکل معطل ہو چکا ہے۔ اس بدعملی اور نافرمانی کی سزا آج پورا ملک بھگت رہا ہے کہ جان، مال اور عزت میں سے کوئی چیز بھی محفوظ نہیں ہے، قتل وغارت، دہشت گردی، غنڈہ گردی، تخریب کاری، بے حیائی اور بدکاری اپنے عروج پر ہے، بڑے بڑے عہدوں پر فائز لوگ پانی کی طرح شراب پیتے ہیں لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

اللہ کے بندو......! ہمارے ملک میں امن صرف اور صرف اسی صورت میں ہوگا جب لوگوں کی جان مال اور عزت محفوظ ہوگی۔ جان، مال اور عزت اس وقت

تک محفوظ نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالیٰ کے قصاص اور دیت والے نظام اور حدود اللہ کو مکمل طور پر نافذ نہیں کیا جاتا۔

اللہ تعالیٰ کی حدیں سراسر خیر خواہی پر مبنی ہیں اور اس خیر خواہی کو آپ اس مثال سے اچھی طرح جان سکتے ہیں کہ جو بیماریاں قتل، ڈکیتی، چوری اور زنا وغیرہ جیسے خطرناک جرائم کا سبب بنتی ہیں، ان کی مثال ان بیماریوں کی سی ہے جن میں پورے جسم کو بچانے کے لیے بسا اوقات جسم کے کسی عضو کو کاٹ کر الگ کر دینا پڑتا ہے اگرچہ کسی عضو کو کاٹ پھینکنا ایک سنگدلی کا کام معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ایک ڈاکٹر کو یہ سنگدلی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اگر وہ طبیعت پر جبر کر کے یہ سنگ دلی اختیار نہ کرے تو اس ایک عضو کی ہمدردی میں اسے مریض کے پورے جسم کو ہلاکت کے حوالے کرنا پڑے گا۔

معاشرہ اپنی مجموعی حیثیت میں ایک جسم سے مشابہت رکھتا ہے اس جسم کے بعض اعضا میں بھی بسا اوقات اُسی قسم کا فساد و اختلال پیدا ہو جاتا ہے جس کا علاج مرہم سے ممکن نہیں ہوتا، بلکہ مریض کے جسم کے اس حصے کا آپریشن کر کے اس کو جسم سے الگ کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ یہ جسم کا حصہ ہے اس وجہ سے نرمی اور ہمدردی کا مستحق ہے تو اس نرمی کا یہ نتیجہ ہوگا کہ زہر اور جراثیم پورے وجود میں پھیل جائیں گے اور انسان کا پورا جسم ہلاک ہو جائے گا

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کہ اللہ تعالیٰ نے جو حدود متعین فرمائی ہیں یہ بھی اس کا بہت بڑا رحم وکرم اور انسانوں پر احسان ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو سارے لوگ چند ناپاک لوگوں کی وجہ سے ساری زندگی پریشان رہتے اور ڈر کے مارے ان کے چہروں پر کبھی خوشی نہ آتی، اللہ تعالیٰ کی حدود کو نافذ

کرنے سے جرائم جڑ سے ختم ہو جاتے ہیں۔ وَ یَعِیْشُ النَّاسُ فِی عِفَّةٍ وَ طُهْرٍ وَ اَمَانٍ "اور لوگ پاکدامنی اور عافیت وسلامتی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔"[1]

اسی طرح امام صالح بن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ جو بھی انسان دیانتداری اور امانتداری سے اللہ تعالیٰ کے نظامِ قصاص اور نظامِ حدود وتعزیرات پر غور کرے گا وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اس میں سے کوئی فیصلہ بھی حکمت، مصلحت اور افادیت سے خالی نہیں، بلکہ ارحم الراحمین اور احکم الحاکمین کی تمام حدود جرائم کی روک تھام کے لیے ہی ہیں اور ان سے مجرموں کے حوصلے پست ہوتے ہیں۔

ہمارے مسلم جج اور برسرِ اقتدار لوگ اللہ کے قانون کے نفاذ میں غافل ہونے کی وجہ سے جہاں ملک کو تباہی کے کنارے لے جا چکے ہیں وہاں یہ لوگ شرک جیسے گناہ کے بھی مرتکب ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کے قانون اور حدود کے مقابلے میں برطانوی لاء کو نافذ کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان جیسے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○[2]

"کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں (اللہ تعالیٰ اور آخرت پر) یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے......؟"

---

[1] مجموع الفتاویٰ: للامام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

[2] المائدہ:50

قتل کا بدلہ قتل ہے:

اسلام نے انسان کی جان کی بہت زیادہ حفاظت فرمائی ہے، اسلحہ لہرانے کی اجازت ہے اور نہ ہی کسی پر حملہ کرنے کی اجازت ہے۔ حتی کہ لوہے کی چیز کے ساتھ کسی کی طرف اشارہ کرنا بھی ممنوع ہے۔

اور جو شخص کسی مسلمان اور مومن کو ناحق قتل کرے اس کی سزا جہنم کا دائمی عذاب ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کو واضح لفظوں میں بیان کیا ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○ [1]

''اور جو مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہنے والا ہوگا اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔''

قتل وغارت سے چونکہ معاشرے میں بدامنی پھیلتی ہے، اسی لیے شریعت نے دنیا میں قتل کا بدلہ قتل رکھا ہے، جب تک قتل کا بدلہ قتل نہیں ہوگا اس وقت تک ہمارے ملک میں قتل وغارت نہیں رک سکتی۔

رب العالمین فرماتے ہیں:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ [2]

---

[1] نسآء:93

[2] البقرہ:179

''اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو!''

اور دوسرے مقام پر یوں تذکرہ فرمایا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى [1]

''اے ایمان والو! قتل میں تمہارے لیے قصاص کو فرض کر دیا گیا ہے۔ آزاد، آزاد کے بدلے، غلام، غلام کے بدلے اور عورت، عورت کے بدلے۔

قتل ثابت ہونے کے بعد اسلام کے مطابق جب قاتل کو بدلے میں قتل کر دیا جائے گا تو کسی دوسرے کو ہتھیار اٹھانے کی جراءت نہیں ہوگی۔ اس کو علم ہوگا کہ مجھے قتل کرنے کے بعد قتل ہونا پڑے گا۔ اس طرح پورا معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے گا۔

آج قاتل صرف اسی لیے بے خوف ہیں کہ ان کو سزا نہ ملنے کا مکمل یقین ہوتا ہے۔ موجودہ جمہوری اور پارٹی بازی کے نظام نے انسانی خون کو اس قدر بے وقعت کر دیا ہے کہ چھوٹی چھوٹی بات پر پورے خاندان کو قتل کر دیا جاتا ہے اور پھر ظلم یہ ہے کہ ایک قاتل کے دفاع کے لیے پوری پارٹی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتی ہے۔

اگر آج آپ ملک پاکستان میں امن دیکھنا چاہتے ہیں تو فی الفور قاتل کو قصاص میں قتل کرنا ہوگا، قرائن اور شواہد کے بعد بہت جلد قاتل کو اس کے انجام تک پہنچا دینے میں ہی زندگی اور امن کا راز پوشیدہ ہے۔

بلاوجہ قتل کا کیس لٹکانے سے بہت سی خرابیوں کا سامنا ہوتا ہے اور اگر مقتول

---

[1] البقرہ:178

کے ورثاء دیت وصول کرنا چاہیں تو بخوشی وصول کر سکتے ہیں اور دیت شریعت کے مطابق دو کروڑ کے قریب ہے۔ اور اگر بالفرض مقتول کے ورثاء دیت بھی نہ لیں تو ان کو معاف کرنے کا پورا حق حاصل ہے اور شریعت نے معافی کو بہتر بھی کہا ہے۔

یاد رہے......!

قتل خطاء اور قتل شبہ عمد میں مقتول کے ورثاء کو صرف دیت کا حق حاصل ہے۔ قتل خطا یہ ہے کہ غلطی سے کسی کا قتل ہو جانا، آپ نے ہتھیار یا فائر کسی اور جگہ کیا لیکن وہ غلطی سے کسی شخص کو لگ گیا اس کو قتل خطا کہتے ہیں۔ ایسی صورت میں قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جاتا بلکہ دیت وصول کی جاتی ہے۔

قتل شبہ عمد کا معنی ہے: ایسا قتل جو جان بوجھ کر قتل کرنے سے مشابہت رکھتا ہو، یعنی آپ نے ایسی چیز سے کسی پر حملہ کیا جس سے عموماً قتل نہیں کیا جاتا یا وہ چیز آلہ قتل نہیں ہے لیکن اس کے لگ جانے سے بندہ قتل ہو گیا جیسا کہ کسی کو چابی یا گلاس مار دیا تو وہ دل یا کسی دوسری حساس جگہ پر لگ گیا جس سے آدمی قتل ہو گیا تو ایسی صورت میں بھی قاتل اور اس کے ورثا کے ذمے صرف اور صرف دیت ہے۔

تمام زخموں کا بھی قصاص ہے:

اسلام میں انسانی وجود کی بہت زیادہ قدر و قیمت ہے۔ کسی شخص کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ کسی کا ناحق خون بہائے یا اس کو زخمی کرے، اسلام لڑائی جھگڑے کے موقع پر ہتھیاروں کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی بڑی سختی سے مذمت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی وجود میں جو خوبصورت اعضاء رکھے ہیں ان کی قدر و قیمت اس قدر زیادہ ہے کہ اس کا صحیح احساس اسی وقت ہوتا ہے جب آدمی کُتبِ احادیث میں ''کتاب الدیات'' میں دیت کے احکام و مسائل کا مطالعہ کرتا ہے۔

دیت شریعت میں اس مال کو کہتے ہیں جو کسی مجرم سے اس کے جرم کی وجہ سے لے کر مظلوم یا اس کے ولی کو دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ [1]

"اور ہم نے تورات میں ان کے لیے لکھ دیا تھا کہ بے شک جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کا قصاص ہے۔"

اس کی تفصیل حدیث میں کچھ اس طرح ہے کہ اگر دونوں آنکھیں، دونوں ہونٹ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ضائع کر دیے جائیں تو ان کی دیت مکمل سو اونٹ ہوگی جن کی مالیت تقریباً دو کروڑ کے قریب ہے اور اگر ان میں سے ایک ضائع ہو تو دیت آدھی ہوگی، اسی طرح ناک، زبان اور ریڑھ کی ہڈی توڑ دینے پر بھی مکمل دیت ہوگی۔

مظلوم اور اس کے ورثاء کی معافی کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری پھوپھو ربیع نے ایک لڑکی کے دانت توڑ دیے تو لوگ اپنا کیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا اور فرمایا: ربیع کے دانت بھی توڑے جائیں گے لیکن ربیع کے خاندان والوں نے سر توڑ کوشش کے بعد مظلوم اور اس کے ورثاء سے صلح کر لی اور وہ دیت پر راضی ہو گئے۔ [2]

---

[1] المائدہ:45
[2] صحیح البخاری:4500

سامعین کرام......!

آج ہم دیکھتے ہیں کہ معمولی سے جھگڑے پر سر پھاڑ دیا جاتا ہے، دانت توڑ دیے جاتے ہیں اور آنکھیں ضائع ہو جاتی ہیں اور ہماری عدالتیں غیر شرعی فیصلے کر کے مجرموں کے حوصلے اور زیادہ بڑھا دیتی ہیں۔ جب تک اسلامی قصاص اور اسلامی دیت کا نظام مکمل نافذ نہیں ہوتا، ہمارے ملک میں قتل و غارت اور لڑائی جھگڑے کا طوفان کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔

ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ مسلمان جج حضرات اور ہماری عدلیہ اسلامی قوانین کو نافذ کیوں نہیں کرتے......؟

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ [1]

”کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں (اللہ تعالیٰ اور آخرت پر) یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے......؟

چور کے ہاتھ کاٹ دو:

پاکستان میں اس وقت تک امن نہیں ہوگا جب تک جسم و جان کی حفاظت نہیں ہوگی اور جسم جان کی حفاظت اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک اسلامی قصاص کی تمام صورتوں کو فی الفور مجرموں پر نافذ نہ کیا جائے۔

اسی طرح پاکستان میں اس وقت تک امن نہیں ہوگا جب تک لوگوں کا مال اور ان کے پیسے روپے محفوظ نہیں ہوں گے اور ہمارے ملک میں اس وقت تک مال محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک سرِ عام چوروں کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ ہماری حکومت

[1] المائدہ:50

نے چوری کی روک تھام کے لیے بہت حربے آزمائے، جدید کیمروں اور آلات کے ذریعے سخت سیکیورٹی کا انتظام ہونے کے باوجود چوری پہلے سے بہت زیادہ ہے۔ شاید ہی کوئی علاقہ ایسا ہو جہاں روزانہ چوری کی وارداتیں نہیں ہوتیں۔ اور مجھے یاد نہیں کہ ہے میں نے اخبار پڑھی ہو اور اس میں چوری کی خبر نہ چھپی ہو......؟

آخر اس کی وجہ کیا ہے......؟ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ چوروں کو صحیح اسلامی سزا نہیں دی جاتی، ان کے کیسز کو لٹکایا جاتا ہے، رشوتیں لے کر اور سفارشیں سن کر ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آج کوئی شہر محفوظ ہے اور نہ ہی کوئی گھر محفوظ ہے۔

جب کہ قرآن پاک کا فیصلہ اٹل ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ [1]

”اور تم چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اللہ کی طرف سے اس گناہ کی عبرت ناک سزا ہے جو انہوں نے کیا اور اللہ غالب، خوب حکمت والا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کاٹنے کی دو وجوہات بیان کی ہیں۔

① ...... چور کو اس کی چوری پر سزا ہے، یہ اس کی چوری کا بدلہ ہے، جب اس کے ہاتھ سے مسلمان کا مال محفوظ نہیں تو ایسے گندے ہاتھ کو کلائی سے کاٹ دینا چاہیے۔ اندازہ فرمائیں یہی ہاتھ اگر لڑائی میں ضائع کر دیا جائے تو اس کی دیت ایک کروڑ روپے کے قریب ہے اور جب یہی ہاتھ حرام حرکت کرتے ہوئے چوری کرے تو اس کی قدر و قیمت اس قدر گر جاتی ہے کہ اب وہ اس قابل ہو چکا ہے کہ اس کو کاٹ دیا جائے ورنہ اس گندے ہاتھ سے لوگوں کا مال محفوظ نہیں رہ سکتا۔

---

[1] المائدہ:38

②...... نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ بھی اس سزا کا مقصد ہے۔ نکال کے معنی کسی کو ایسی سزا دینے کے ہیں جس سے دوسرے عبرت پکڑیں۔ ان دونوں کے درمیان حرفِ عطف کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ دونوں باتیں بیک وقت مطلوب ہیں یعنی یہ چوری کا بدلہ بھی ہے دوسروں کے لیے سامانِ عبرت بھی۔

یاد رکھو......!

مال کی بھوک انسان کے اندر بہت زیادہ ہے اگر اس کو ذرا ڈھیل مل جائے تو پھر اس کے نتائج کیا نکل سکتے ہیں اس کا اندازہ کرنے کے لیے موجودہ زمانے کے حالات میں کافی سامانِ عبرت موجود ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھیں موجود ہوں۔ اس زمانے کے کسی متمدن سے متمدن ملک کے صرف ایک سال کے وہ ہولناک جرائم جمع کر لیے جائیں جو محض چوری کی وجہ سے پیش آئے تو وہ آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہوں گے۔ لیکن تہذیبِ جدید اور روشن خیالی کے مارے ہوئے انسان کی پیشانی یہ سن کر تو عرق آلود ہو جاتی ہے کہ چوری پر کسی کا ہاتھ کٹ جائے......لیکن ان ہزاروں دل ہلا دینے والے واقعات سے اس کا دل نہیں پسیجتا جو بالواسطہ یا بلاواسطہ چوری کی راہ سے ظہور میں آتے ہیں۔ چوری کوئی مفرد جرم نہیں ہے، بلکہ یہ مجموعۂ جرائم ہے جس سے طرح طرح کے ہولناک جرائم ظہور میں آتے ہیں۔

اگر چوری کی راہ مسدود ہو جائے تو یہ بالکل ہی ناپید ہو جائیں گے یا کم از کم انتہائی حد تک کم ہو جائیں گے، چنانچہ تجربہ گواہ ہے کہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا سے نہ صرف چوری کے واقعات انتہائی حد تک کم ہو گئے بلکہ دوسرے جرائم میں بھی انتہائی کمی ہو گئی۔ پھر اگر چند ہاتھ کٹ جانے سے ہزاروں سر، ہزاروں گھر، ہزاروں آبروئیں محفوظ ہو جائیں، ظلم وشقاوت اور حرث ونسل کی بربادی کے بہت سے اسباب

کا خاتمہ ہو جائے تو عقل سلیم تو یہی کہتی ہے کہ یہ سودا مہنگا نہیں......! بلکہ نہایت بابرکت سودا ہے۔

لیکن موجودہ زمانے کے دانش فروشوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔

چور کا ہاتھ کتنی مالیت پر کاٹا جائے؟

صدیقہ کائنات ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ فِي رُبُعِ دِيْنَارٍ [1]

''ہاتھ چوتھائی دینار (مالیت تک کی چوری) اور اس سے زیادہ پر کاٹا جاتا ہے۔''

دینار ''چار ماشے چار رتی'' کا ہوتا ہے جس کے تقریباً 21600 روپے پاکستانی بنتے ہیں۔ اور دینار کے چوتھے حصے کے 5400 روپے بنتے ہیں لہٰذا جو چور ساڑھے پانچ ہزار یا اس سے زائد مالیت کا سامان چرائے گا اس کے دائیں ہاتھ کو پہنچے تک کاٹ دیا جائے گا اور اگر چوری اس سے کم مالیت کی ہو تو تعزیری طور پر اس کو کوئی بھی سخت سزا دی جاسکتی ہے۔

لیکن افسوس......! کہ ہمارے ملک میں لاکھوں چرانے والے دندناتے پھر رہے ہیں کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ کی اس حد کو پاکستان میں نافذ نہیں کر دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر قرونِ اولیٰ تک آپ کو چوری کی وارداتیں نہ ہونے کے برابر ملیں گی۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی تھی کہ چوری ثابت ہونے پر

---

[1] صحیح البخاری:6889

ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا اور اس میں کسی قسم کی کوئی غفلت نہیں کی جاتی تھی۔

ایک دفعہ لوگوں کے کہنے پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے چوری کے کیس میں سفارش کرنے کی کوشش کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللهِ..؟ [1]

''کیا تو اللہ کی حدوں میں سے کسی حد میں سفارش کرتا ہے......؟''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا اور ان کو پُر جلال انداز میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ. إِنَّمَا أَهْلَكَ النَّاسُ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا [2]

''حمد وثنا کے بعد! تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے کہ جب ان میں کوئی چوہدری قسم کا آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ اس ذات کی قسم! کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹ دیتا۔'' اللہ اکبر!

---

[1] صحیح البخاری:3475

[2] صحیح البخاری:3475

سامعین کرام......!

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حدود کو نافذ کرنے میں کس قدر منصف مزاج تھے، اس کا اندازہ مندرجہ بالا حدیث سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن آج چور پر حد نہ نافذ کرنے والوں سے ہمارا سوال ہے کہ

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ [1]

''کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں (اللہ تعالیٰ اور آخرت پر) یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے......؟

بدکاری کی تہمت پر حد:

مُلکِ پاکستان میں جب تک لوگوں کی عزتیں محفوظ نہیں ہوں گی اس وقت تک اس ملک میں امن نہیں ہو سکتا۔ تہمت لگا کر کسی کی عزت کو داغدار کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ جو کوئی کسی مرد یا عورت پر بدکاری کی تہمت لگائے اس کے بارے میں قرآن پاک نے یہاں تک وعید سنائی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ [2]

''بے شک جو لوگ پاک دامن بے خبر، ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے ہیں اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

---

[1] المائدہ:50

[2] النور:23

صحیح حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کسی پر بدکاری کی تہمت لگانا اتنا بڑا گناہ ہے کہ یہ گناہ اس کو دنیا اور آخرت میں تباہ کر دیتا ہے۔ اس گناہ سے بچو! اور جو کوئی شخص اس گناہ سے نہ بچے اور وہ بدکاری کا الزام لگائے اس کو فوراً 80 کوڑے لگانے چاہئیں اور ہمیشہ کے لیے اس کی گواہی کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ پرلے درجے کا فاسق وفاجر آدمی ہے۔ اس حد کو قرآن پاک نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۝ [1]

''اور جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر وہ چار گواہ نہیں لاتے، تو تم انہیں اسی کوڑے مارو اور تم ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔''

سامعین کرام......!

آپ مجھے بتائیں کہ آج تک مُلکِ پاکستان میں قرآن پاک کی اس آیت پر عمل کیا گیا ہے......؟ جب کہ لوگوں کی کمینگی اور پستی کا عالم یہ ہے کہ وہ معمولی معمولی اختلافات پر دوسروں پر تہمتیں لگا کر اپنے غصے کو ٹھنڈا کرتے ہیں جب کہ یہ سراسر بربادی کا راستہ ہے۔ تہمتیں لگانے سے عزت والے آج تک داغدار ہوئے ہیں نہ ہی وہ کبھی ہوں گے۔

یاد رہے......! عفیفۂ کائنات ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے

---

[1] النور:4

والوں کو رسول اللہ ﷺ نے 80 کوڑے لگوائے تھے۔ (1)

اگر آج اس حد کو نافذ کر دیا جائے......! تو میں یہ بات پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ خاندان، برادری اور علاقے میں کسی کو جھوٹی تہمت لگانے کا خیال تک نہ آئے۔ آج جتنی زبانیں بے لگام اور آوارہ ہیں اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ اسلامی حدود نافذ نہیں ہیں۔

بدکاری کرنے والے پر حد:

اسلام نے عزت، غیرت اور شرم کی حفاظت کے لیے پردے جیسے پاکیزہ عمل کا حکم دیا ہے۔ جہاں انسان کی جنسی تسکین کے لیے شادی جیسے مبارک بندھن کو باعثِ برکت اور باعثِ رحمت بنایا ہے وہاں زنا کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے اور زنا کی روک تھام کے لیے کئی ایک احکامات جاری فرمائے ہیں اور یہ بات علی الاعلان کہی ہے کہ زنا کرنا تو در کنار زنا کے قریب تک نہ جاؤ۔

اس سب کچھ کے باوجود جو شخص زنا اور بدکاری سے باز نہ آئے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بطورِ عبرت 2 طرح کی حدود مقرر فرمائی ہیں۔

(1)...... اگر بدکاری کرنے والا شخص غیر شادی شدہ ہے تو اس کو 100 کوڑے لگا کر ایک سال کے لیے جلا وطن کیا جائے۔ قرآن پاک نے اس کا تذکرہ یوں کیا ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ

---

(1) صحیح البخاری

عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ [1]

"بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد، ان دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین (پر عمل کرنے) کے معاملے میں تمہیں ان دونوں (زانی اور زانیہ) پر قطعاً ترس نہیں آنا چاہیے اور مومنوں میں سے ایک گروہ ان دونوں کی سزا کے وقت موجود ہونا چاہیے۔"

جلاوطنی کا تذکرہ اگرچہ اس آیت میں نہیں مگر رسول اللہ ﷺ کی کئی ایک احادیث میں ایک سال کی جلاوطنی کی سزا موجود ہے۔

2...... اگر شادی شدہ مرد اور عورت بدکاری کریں تو ان کو رجم کر دیا جائے گا، یعنی پتھر مار مار کر ختم کر دیا جائے گا۔

اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی کئی ایک صحیح احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ جن میں سے دو کا تذکرہ بالاختصار میں آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا، کوڑے لگا کر اس کے چہرے کو کالا کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہود کو بلایا اور پوچھا کیا تمہاری کتاب میں زانی کی یہی حد ہے......؟ انہوں نے کہا: ہاں......! پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک بڑے یہودی عالم کو بلایا اور کہا:

أَنْشُدُكَ بِاللهِ الَّذِىْ أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوْسَى أَهٰكَذَا تَجِدُوْنَ حَدَّ الزَّانِىْ فِىْ كِتَابِكُمْ

---

[1] النور:2

"میں تجھے اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر کتاب کو نازل کیا! کیا تم اپنی کتاب میں زنا کی حد اسی طرح پاتے ہو......؟"

یہودی عالم کہنے لگا: نہیں......! اور اگر آپ نے مجھے اللہ کی قسم نہ دی ہوتی تو میں آپ کو یہ نہ بتاتا کہ ہماری کتاب میں بھی رجم ہے۔

اصل میں ہوا یہ کہ ہمارے سرداروں اور بڑے لوگوں میں بدکاری عام ہوگئی، جب کسی قوم کا بڑا بدکاری کرتا تو ہم اس کو چھوڑ دیتے اور جب کوئی معمولی حیثیت کا شخص بدکاری کرتا تو ہم اس پر حد نافذ کر دیتے۔ لیکن ہم نے سوچا کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ کوئی درمیانہ راستہ نکال لیا جائے، تاکہ غریب اور امیر کا فرق ختم ہو اور حد ہر ایک پر نافذ ہو، چنانچہ ہم نے رجم کی جگہ جلاوطنی اور چہرہ کالا کرنے کی سزا مقرر کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودی عالم کی اس بات کو سن کر ارشاد فرمایا:

أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذْ أَمَاتُوْهُ [1]

"اے اللہ! بلاشبہ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے (رجم والے) حکم کو زندہ کر دیا، جب کہ انہوں نے اس کو ختم کر دیا تھا۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کے متعلق حکم دیا اور اس کو رجم کر دیا گیا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جھگڑا لے کر آئے، ان میں سے ایک نے کہا: اے اللہ کے رسول......! ہمارے درمیان کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ فرما دیں! اور دوسرا شخص بھی سمجھدار تھا اس نے بھی یہی کہا اور ساتھ اس بات کی اجازت طلب کی کہ پہلے میں بات کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ کیا معاملہ

---

[1] صحیح مسلم: 4440

ہے......؟ اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کے پاس مزدور تھا تو اس نے اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کر لی۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کی سزا رجم ہے۔ تو میں نے بدلے میں سو بکری اور ایک لونڈی دی ہے پھر میں نے اہلِ علم سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے مار کر جلاوطن کر دیا جائے گا اور اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے دونوں آدمیوں کا جھگڑا سن کر ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں لازماً تمہارے درمیان کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کروں گا اور وہ فیصلہ یہ ہے کہ تیری بکریاں اور تیری لونڈی تجھے واپس دی جائے گی اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگا کر ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا اور اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، چنانچہ ایسے ہی ہوا، اس کنوارے مزدور کو سو کوڑے لگا کر ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا گیا اور شادی شدہ عورت کو پتھر مار مار کر ختم کر دیا گیا۔[1]

ان واقعات کے علاوہ کتبِ احادیث میں کئی ایسے واقعات موجود ہیں جن میں رجم کی حد کو واضح طور پر نافذ کیا گیا۔

ملکِ پاکستان کو لا الہ الا اللہ کے نام پر معرضِ وجود میں آئے ہوئے پون صدی کے قریب عرصہ گزر رہا ہے، لیکن یہاں ایک مرتبہ بھی شادی شدہ زانی پر شریعت کے مطابق رجم کی حد نافذ نہیں کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر علاقے کی دوسری گلی میں قحبہ خانے ہیں اور کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں ہے۔

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ

1 صحیح البخاری: 6828

حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ [1]

''کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں (اللہ تعالیٰ اور آخرت پر) یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کس کا ہوسکتا ہے......؟

ڈکیتی، دہشت گردی اور تخریب کاری کی حد:

اسلام نے جرائم کی روک تھام کے لیے اور معاشرے کو پُرامن بنانے کے لیے جو اصول، قوانین اور حدود نافذ کی ہیں ان پر عمل کیے بغیر کوئی معاشرہ سلامتی کی راہ پر چل سکتا ہے نہ ہی آرام کی نیند سوسکتا ہے، جان کی حفاظت کے لیے قصاص، مال کی حفاظت کے لیے قطع ید اور عزت کی حفاظت کے لیے رجم اور کوڑوں کی سزا صرف اور صرف انسانیت کے فائدے کے لیے ہی مقرر کی گئی ہیں۔

اسی طرح جو شخص ظلم وستم اور قتل وغارت کرتے ہوئے لوگوں کا مال چھینے یا ان کی جان کو خطرہ لاحق کرے ایسے تخریب کاروں اور دہشت گردوں کے لیے اسلام نے سخت سزاؤں کا اعلان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ [2]

---

[1] المائدہ:50

[2] المائدہ:33

”وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرنے کے لیے تگ ودو کرتے ہیں ان کی سزا صرف یہ ہے کہ عبرتناک طریقے سے قتل کیے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑی سزا ہے۔“

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی اور جنگ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے واضح ہدایات آجانے کے بعد نافرمانی کرے اور سرکشی کا راستہ اختیار کرے۔ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے قانون سے بغاوت کر کے لوگوں کے مال وجان کو نقصان پہنچائے، دہشت گردی، چوری، ڈاکہ، آوارہ گردی بدمعاشی اور تخریب کاری کا راستہ اختیار کرے تو اسلام نے ایسے ظالم کے لیے چار طرح کی سزاؤں کا اعلان کیا ہے۔

1 تقتیل: یعنی مجرم کو صرف قتل ہی نہیں کیا جائے گا بلکہ عبرتناک طریقے سے قتل کیا جائے گا تاکہ کسی دوسرے اوباش کو اس طرح کے جرائم کرنے کی جرأت نہ ہو۔

2 تصلیب: یعنی مجرم کو صرف سولی ہی نہ دی جائے بلکہ عبرتناک طریقے سے سولی دی جائے تاکہ اس کی سزا لوگوں کے لیے سبق آموز ہو اور آئندہ کوئی شخص کسی کے مال وجان کی طرف ناپاک نگاہ کرنے کی جرأت نہ کرے۔

3 ہاتھ پاؤں بے ترتیب کاٹ دینا: یہ سزا بھی عبرت انگیزی کے نقطہ نظر سے ہی ہے، ڈکیت، تخریب کار اور دہشت گرد کو جب آپ اس طرح کی سزا دے کر عبرت کا نمونہ بنائیں گے تو کسی دوسرے کو شر انگیزی کی جرأت نہیں ہوگی۔

4 نفی: یعنی ایسے مجرموں کو جلا وطن اور علاقہ بدر کر دینا چاہیے۔ ظاہر ہے جب کسی شخص کو اس کے جرم کی پاداش میں اس کے گھر بار سے محروم کر دیا جائے گا اور غیر علاقہ میں بے یار و مددگار قید کر دیا جائے گا تو اس طرح دوسرے مجرموں کی جہاں حوصلہ شکنی ہوگی، وہاں وہ شخص بھی اپنے بڑی کیے کا مزا چکھ لے گا۔

شراب نوشی کرنے والے کیلئے حد:

اسلام میں شراب حرام ہے اور اس حرمت کی ایک بہت بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ شرابی معاشرے میں لوگوں کی جان و مال اور عزت محفوظ نہیں رہ سکتی، جب انسان کی عقل ماؤف ہوتی ہے تو وہ ہر گناہ کر گزرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ [1]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو ان سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا

---

[1] مائدہ: 90

ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟''

اور شراب نوشی اس قدر کبیرہ گناہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَلْخَمْرُ أُمُّ الْخَبَائِثِ فَمَنْ شَرِبَهَا لَمْ تُقْبَلْ صَلَاتُهُ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، فَإِنْ مَاتَ وَهِيَ فِي بَطْنِهِ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً [1]

''شراب برے کاموں کی بنیاد ہے جس نے اسے پیا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کی جائے گی اور جس کو اس حال میں موت آئی کہ اس کے پیٹ میں شراب تھی وہ شخص جاہلیت کی موت مر گیا۔''

اور شرابی کی حد چالیس کوڑے ہیں، اگر شرابی کا معاملہ زیادہ پُرخطر ہو تو اسّی کوڑے بھی لگائے جا سکتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو چالیس کوڑے لگائے پھر کہا: کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے لگائے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی لگائے اور یہ دونوں طریقے سنت ہیں۔

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر شرابی اپنی اس بری عادت سے باز نہ آئے اور لوگ اس کے عمل سے خود کو خطرے میں محسوس کریں تو ایسے شخص کو قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔ [2]

---

[1] صحیح الجامع الصغیر:3344

[2] صحیح مسلم:1760، سنن ابن ماجہ:2572، زاد المعاد:44/5، فتاوی شیخ الاسلام:299/34

سامعین کرام! پاکستان میں امن کے لیے ہزاروں جتن کیے جارہے ہیں لیکن جہاں جرائم کی ریشو زیادہ ہے وہاں مجرموں کے حوصلے بھی بلند ہیں اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ہم نے قرآن پاک کے ایک اہم حصے کو بالکل ناقابل عمل قرار دے دیا ہے، بلکہ ہم نے حدود اللہ کا مذاق اڑایا ہے۔

اور آج ہم پر اللہ کا عذاب اس انداز میں بھی موجود ہے کہ ہر شخص خود کو خطرے میں محسوس کرتا ہے، جان و مال محفوظ ہے نہ ہی کسی کی عزت محفوظ ہے۔

ملک پاکستان میں امن کی صرف اور صرف ایک ہی صورت ہے کہ یہاں پر اسلام کی حدود کو بغیر کسی ترمیم کے فوراً نافذ کر دیا جائے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَقِيْمُوْا حُدُوْدَ اللهِ فِي الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ وَلَا تَأْخُذْكُمْ فِي اللهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ [1]

”اللہ تعالیٰ کی حدود کو قریب اور بعید دونوں پر نافذ کرو اور اللہ کی حدود کے معاملے میں تمہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ ہو۔“

اور امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حَدٌّ يُعْمَلُ بِهِ فِي الْأَرْضِ خَيْرٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ مِنْ أَنْ يُمْطَرُوْا أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا [2]

”اللہ کی زمین پر ایک حد کا نافذ ہونا چالیس دن کی بارش سے زیادہ

---

[1] سنن ابن ماجہ:2058

[2] سنن ابن ماجہ:2057، سنن النسائی:

بہتر ہے۔"

یعنی چالیس دن کی بارش سے وہ فائدہ نہیں ہوگا جو فائدہ اللہ کی زمین پر ایک حد نافذ کرنے سے ہوگا۔ بارش ہو تو فصلوں اور کھیتوں میں ہریالی آتی ہے اور اگر کسی علاقے میں اللہ کی حد نافذ ہو تو پورا علاقہ آرام اور سکون کی نیند سوتا ہے۔

خطبہ جمعہ کے آخر میں ہم اپنے قاضی صاحبان اور بااختیار لوگوں سے پوچھنا چاہتے ہیں:

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ [1]

"کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں (اللہ تعالیٰ اور آخرت پر) یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے.....؟"

بلاشبہ سب سے بہتر فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا دوسرا نام "حدود اللہ" ہے اور یہی حق ہے۔

اللہ ہم کو یہ کڑوا حق نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا قانون نافذ ہو اور اللہ ہی کا نظام رائج ہو۔ یہی کامیابی اور سعادت مندی کا راز ہے۔

هذا ما كان عندى

والله تعالىٰ اعلم بالصواب

وما توفيقى الا بالله

---

[1] المائدہ:50

اتفاق کی برکتیں

اتفاق کی برکتیں
اور اختلاف کے نقصانات

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم○

وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا [1]

”اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد رکھو جب تم دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں جوڑ دیا، پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے۔“

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

[1] آل عمران:103

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل پوری دنیا کے لوگ بالعموم اور اہل عرب بالخصوص اختلاف، انتشار اور فساد کا شکار تھے۔ آپس میں گروہ بندیاں تھیں اور قبائل کا آپس میں قتل و غارت کا عالم یہ تھا کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلواریں نکل آتی تھیں اور پھر برسوں تک لڑائیاں جاری رہتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہان والوں کے لیے رحمت بن کر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اتفاق و اتحاد کا درس دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے عظیم الشان کارنامہ بھی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف شہروں، قبیلوں اور زبانوں کے لوگوں کو اللہ کے کلمے پر اکٹھا کیا اور ان تمام کو اتفاق و اتحاد اور پیار و محبت کی لڑی میں پرو دیا۔

جو آیتِ کریمہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی نعمت کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے کہ جب

يَقْتُلُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَ يَأْكُلُ شَدِيْدُكُمْ ضَعِيفَكُمْ حَتَّى جَاءَ اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ فَأَلَّفَ بِهِ بَيْنَكُمْ جَمَعَكُمْ عَلَيْهِ وَجَعَلَكُمْ عَلَيْهِ إِخْوَانًا [1]

''تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر رہے تھے، طاقتور کمزور کو دبا رہا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نظامِ اسلام کو لائے اور اس کے ذریعے تمہارے

[1] تفسیر الدر المنثور: 714/3

دلوں میں محبت پیدا کردی اور تم کو اکٹھا کرتے ہوئے آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔"

آج جو شخص باہم مل جل کر پیار و محبت کے ساتھ رہتا ہے اس نے اسلام کی آمد اور اس کی روح کو سمجھا ہے اور وہی کامیاب مسلمان ہے۔

اور جو شخص آئے دن فتور، فساد اور اختلاف پیدا کرتے ہوئے معاشرے کے اتحاد کو پارہ پارہ کرے اس نے نہ تو اسلام کی آمد اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقصد کو سمجھا اور نہ وہ سچا مسلمان کہلوانے کا حقدار ہے۔

فسادی، انتشاری اور اختلاف پسند شرارتی شخص معاشرے کے لیے نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ دین دشمن طاقتوں کی روزِ اول سے یہی کوشش اور کاوش رہی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں میں اتفاق واتحاد کو پارہ پارہ کیا جائے۔ ان کو نسلی، قبائلی، طبقاتی اور قومی تقسیم میں اس قدر الجھا دیا جائے کہ ان کو ہمارے مقابلے کی سکت تک نہ رہے۔ آج یہود و ہنود اور عیسائی اپنے عزائم میں سو فیصد کامیاب ہیں۔

امت مسلمہ کا تقریباً ہر فرد گھر سے لے کر ایوانِ صدر تک اختلاف، انتشار، بگاڑ اور لڑائی جھگڑے کا شکار ہے۔ ہمارے ملک میں مغربی جمہوری نظام نے اس قدر نفرت کی دراڑیں ڈال دی ہیں کہ شاید وہ صدیوں تک بھی ختم نہ ہو سکیں۔

ہماری سیاسی پارٹیوں اور مذہبی گروہ بندیوں میں تعصب اور اختلاف کا عالم یہ ہے کہ ایک دوسرے کو انسان اور مسلمان تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

جبکہ اس وقت اتفاق واتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔ ہماری عبادات کے منجملہ مقاصد میں سے اجتماعیت کا شعور اور اجتماعیت کو قائم رکھنا بھی اہم مقصد ہے۔ جہاں ہماری عبادت کا مقصد رضائے الٰہی اور حصول تقویٰ ہے وہاں ہماری عبادت کا مقصد اتفاق واتحاد کی فضا کو برقرار رکھنا بھی ہے۔

سب مسلمان ایک قبلہ کی طرف منہ کرتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، اس سے بھی دبے لفظوں میں ہمارے دل و دماغ میں شعور پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایک ہیں، ہم اکٹھے ہیں، ہم نے مل جل کر رہنا ہے اور ہم نے اس مرکزی مقام پر جمع ہو کر اپنی زندگی کے معاملات کو اچھے طریقے سے حل کرنے کی تدبیریں سوچنی ہیں۔ اختلاف و انتشار کے موقع پر اسی سمت پر رجوع کرنا ہے۔

قبلہ اور کعبۃ اللہ ہماری بے جان نمازوں کی جہت اور بے روح طوافوں کی چار دیواری ہی نہیں بلکہ یہ امتِ مسلمہ کا قلبِ متحرک اور مرکزِ ملت ہے۔

باجماعت نماز میں بھی ثواب اسی لیے زیادہ ہے کہ اس میں اتفاق و اتحاد اور اجتماعیت ہے۔ صفوں میں کھڑے ہو کر پاؤں کے ساتھ پاؤں ملانے کا حکم بھی اسی لیے ہے کہ ٹیڑھے دل سیدھے ہو جائیں، انفرادیت کا بت ٹوٹ جائے اور نماز کی طرح اپنی پوری زندگی میں مسلمان مل جل کر رہیں۔

اسی طرح آٹھ دن کے بعد خطبہ جمعہ کا اجتماع علماء سے صرف طرزیں اور اشعار سننے کے لیے ہی نہیں بلکہ مل بیٹھ کر اتفاق و اتحاد سے، اسلامی تعلیمات سے فیض یاب ہونے کا بہترین ذریعہ ہے اور آپس میں دکھ درد بانٹنے کا شاندار موقع بھی۔

خطبۂ جمعہ میں اپنی مستی سے آنا اور جمعہ پڑھ کر اپنی مستی میں چلے جانا غریب حاجت مند اور ضرورتمند کو اپنائیت سے محروم رکھنا یقیناً خطبہ جمعہ کے ایک اہم مقصد کو فوت کر دینے کے مترادف ہے۔

روزہ میں سحری اور افطاری کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام نے سحری اور افطاری کا ایک وقت مقرر کرتے ہوئے پھر مسلمانوں کو اکٹھا کر دیا اور سارے مسلمان ایک وقت پر روزہ رکھتے اور افطار کرتے ہوئے دنیا کو یہی پیغام دیتے ہیں کہ ہم بھوکے ہوں یا سیراب، ہم ایک ہیں اور ہم متفق و متحد ہیں۔

حج کو ہی دیکھ لیں اس میں بھی ایک بنیادی مقصد امت مسلمہ کی اجتماعیت کو قائم رکھنا ہے، نسلی اور قومی غرور کو ختم کرنا ہے اور ہر غریب و امیر نے سفید چادریں اوڑھ کر کھلے میدان میں اکٹھے ہو کر یہ ثبوت دینا ہے کہ ہم سب ایک ہیں اور ہماری زندگی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہے۔ قرآن و حدیث کے دلائل سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ جو حج کے موقع پر اختلاف، انتشار اور فساد کرے اس کا حج ہی باطل ہے۔ جو شخص وہاں سے اتفاق و اتحاد کا سبق سیکھ کر نہیں آیا گویا کہ اس نے اپنے مال اور وقت کو ضائع کیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ [1]

سامعین کرام......!

یاد رہے جو شخص عبادات کے باوجود خاندان، رشتہ داری، برادری اور محلے داری میں اختلاف اور انتشار ڈالتا ہے اس شخص کو اپنی عبادات کی فکر کرنی چاہیے۔ اس نے اسلام کی آمد، رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور عبادات کی غرض و غایت کو ہی ختم کر دیا ہے۔ دین اسلام نے جہاں عبادات اور اخلاقیات کے ذریعے اتفاق و اتحاد اور باہم صلح و صفائی برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے وہاں فتنہ و فساد اور اختلافات کے چور دروازے بند بھی کیے ہیں۔ جن جن اسباب سے دلوں میں کدورتیں پیدا ہوتی ہیں ان کی شدید مذمت کی ہے۔

عموماً غصے کی حالت میں اختلافات بڑھتے ہیں، ہماری شریعت نے ہمیں غصہ پی جانے کا حکم دیا ہے۔ غصے کے موقع پر ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' پڑھنے کی تعلیم دی۔ اگر کوئی شخص کھڑا ہے تو وہ بیٹھ جائے تاکہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو اور

[1] البقرہ:197

شیطان کو اختلافات بڑھانے کا موقع نہ ملے۔

اسی طرح کبر و غرور، بدگمانی، لب ولہجہ کی سختی غرض کہ ہر قسم کے ظلم و ستم کو حرام قرار دیتے ہوئے خیر خواہی کو فرض قرار دیا ہے۔

اور آج یہ مضمون میں صرف اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ دنیادار تو درکنار دین دار لوگ بھی اس قدر جذباتی ہو چکے ہیں حریفانہ کاوشیں، خاندانی رنجشیں، حسب ونسب کے جھگڑے، ذاتیات پر حملے، خودنمائی اور نفس پسندی کا غلبہ اس قدر عروج پکڑ چکا ہے کہ

- ہر کوئی دوسرے کا گریبان پکڑنے کے لیے تیار کھڑا ہے......
- لڑائی جھگڑے اور فساد کے لیے بہانے ڈھونڈے جاتے ہیں......
- چھوٹی چھوٹی باتوں پر اختلافات کو عروج دیا جاتا ہے......
- دلوں میں کدورتیں اس قدر ہیں کہ ننھا سا دل ٹنوں منوں بغض کے بوجھ تلے دب کر پس چکا ہے۔
- حسد اس قدر کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا......
- ذہن ہر وقت کسی نہ کسی پراپیگنڈے اور سازش میں مصروف......
- جوڑ توڑ کی سیاست اور مدمقابل کو گرانے اور ذلیل کرنے کے منصوبے......

حد درجہ تکلیف دہ بات تو یہ ہے کہ یہ سارے کام دیندار اور مذہبی لوگ کرتے ہیں جبکہ یہ سراسر تباہی کا راستہ ہے۔

ایسی حرکتیں کرنے والے کے پاس اسلام کا الف اور دین کی دال بھی باقی نہیں رہتی......

اللہ کے بندو......! رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق ''اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو'' باہم اخوت اور بھائی چارے کی عمدہ مثالیں پیش کرو،

آپس میں ایک دوسرے کی خیر خواہی اور رواداری میں آگے بڑھو اور اگر کسی سے اختلاف یا جھگڑا ہو جائے تو فوراً صلح کی کوشش کرو اور باہم مل جل کر رہو، یہی ایمان والوں کی نشانی ہے اور یہی بات رب العالمین نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ [1]

''صرف ایمان والے ہی بھائی بھائی ہیں، اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرواؤ اور اللہ سے ڈر جاؤ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت بلال رحمہ اللہ جو کہ ممتاز محدث وفقیہ اور غضب کے خطیب تھے، آپ کے بیان کو سننے کے لیے سمندر کی موجوں کی طرح لوگ امنڈ آیا کرتے تھے۔ آپ اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے کہ ایمان والا شخص تو صرف وہ ہے جو دوسرے مومن کو اپنا بھائی سمجھے۔ جو شخص مومن اور مسلمان کی اپنے دل میں نفرت رکھتا ہے اس شخص کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے وہ مومن نہیں ہے۔

فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ نے ہم سب کو پابند کر دیا ہے کہ ہم اختلاف اور لڑائی جھگڑے کو باقی نہ رکھیں بلکہ صلح کے لیے کمر توڑ کوشش کریں۔ صلح کی کوشش میں رہنے والا شخص فرشتہ صفت مومن ہے اور نفرت اور اختلاف کو ہوا دینے والا انسانی شکل میں درندہ ہے۔ اور اللہ کا رحم بھی انہیں لوگوں پر اترتا ہے جو باہم صلح صفائی اور اتحاد کے ساتھ رہتے ہیں۔

آیئے......! میں آپ کے سامنے اتفاق واتحاد کے پانچ فائدے اور اختلاف وانتشار کے پانچ نقصان بیان کرتا ہوں۔

---

[1] الحجرات:10

پہلا فائدہ:

جو شخص صلح وصفائی اور اتفاق واتحاد کی فضا کو قائم رکھنے کے لیے لوگوں کی کوتاہیوں سے صرف نظر کرتا ہے اور ان کی طرف سے ملنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ مسلمان رتبے کے لحاظ سے بہت بہتر ہے اور اجر کے لحاظ سے سب سے آگے ہے۔ اس سے بڑھ کر اور فائدہ کیا ہو سکتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلَی أَذَاهُمْ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُعَلَی أَذَاهُمْ وفی روایة خَیْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِیْ لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُعَلَی أَذَاهُمْ [1]

''وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے وہ اجر کے لحاظ سے اس مومن سے زیادہ ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور نہ ہی ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے والا اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرنے والا الگ تھلگ رہنے والے مسلمان سے بہت زیادہ بہتر ہے۔''

صحیح المسلم کی روایت کے مطابق ایسے مسلمان کے ساتھ فرشتوں کی مدد ہوتی ہے جو صلح وصفائی اور اتحاد کی فضا کو قائم رکھنے کے لیے رشتہ داروں کی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجہ: 4032، جامع ترمذی: 2507

سامعین کرام......!

بات بات پہ اختلاف کرنے والے، آپس میں علیحدہ ہونے والے لوگوں کو جان لینا چاہیے وہ رتبے میں آگے ہیں نہ ہی اجر میں آگے ہیں۔ بلند رتبہ اور اعلیٰ اجر صرف اسی شخص کا ہے جو اپنوں سے تکلیف برداشت کرتے ہوئے مل جل کر رہے اور اتفاق کی فضا کو قائم رکھے۔

دوسرا فائدہ:

مل جل کر رہنے والا شخص صحیح معنوں میں حقیقی اور کامل مومن ہے اور یہی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی ہے کہ بندہ جب دنیا سے جائے تو وہ کامل الایمان اور پورا مومن ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكَى عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى [1]

”تو دیکھے گا ایمان والوں کو کہ وہ آپس میں رحم کرنے میں اور محبت کرنے میں اور نرمی کرنے میں جسم کی مانند ہوں گے جب کہ ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو جسم کے سارے اعضاء بیداری اور بخار میں اس کی موافقت کرتے ہیں۔“

سبحان اللہ......! رسول اللہ ﷺ نے کس قدر خوبصورت مثال کے ساتھ مومنوں کے آپس کے تعلق کو بیان فرمایا ہے کہ ان کا آپس میں رہن سہن جسم کے اعضاء کی طرح اکٹھا ہے۔ ایک مومن کو مشرق میں تکلیف پہنچتی ہے تو مغرب میں

---

[1] صحیح البخاری:6011

رہنے والا مومن اس کی درد محسوس کرتا ہے۔ اور جن کا ایمان ایسا نہیں وہ اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ اسی طرح اہل ایمان کے آپس کے پیار و محبت و اتحاد کو رسول اللہ ﷺ نے دوسری مثال کے ساتھ یوں بیان کیا:

أَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا [1]

''مومن مومن کے لیے عمارت کی مانند ہے اس کا بعض حصہ بعض کو مضبوط کرتا ہے۔''

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ ایک دوسرے کو کمزور کرنے والے، باہم ایک دوسرے کے گریبان کو پکڑنے والے، اختلاف، انتشار اور بگاڑ ڈالنے والے کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ مومن تو وہ ہے جو عمارت کی مانند ہو، ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر اس قدر اتفاق سے رہیں کہ وہ اہل اسلام کی ایک دلنشیں عمارت محسوس ہو۔

اور ایسے مومن ہی رسول اللہ ﷺ کے ہاں بہت پیارے ہیں، سردارِ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا، أَلْمُوَطَّئُوْنَ أَكْنَافًا الَّذِيْنَ يَأْلَفُوْنَ وَيُؤْلَفُوْنَ [2]

''تم میں سے میرے نزدیک سب سے پیارے وہ ہیں جو اخلاق کے لحاظ سے بہت اچھے ہیں، نرمی و عاجزی کے پیکر جو باہم مل کر رہتے ہیں اور محبت کیے جاتے ہیں۔''

اس حدیث نے بھی واضح کر دیا کہ صرف حج، عمرہ اور نماز سے انسان کامل

---

[1] صحیح البخاری:6026

[2] جامع الترمذی:2018

مومن نہیں ہوتا بلکہ کامل مومن اور رسول اللہ ﷺ کا پیارا وہی ہے جو خندہ پیشانی اور نرم کندھوں کا مالک، عاجزی وانکساری کا پیکر ہو جو مل جل کر رہے اور لوگوں کو اپنے سے مانوس رکھے، اسی بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ سے بھی کیا ہے:

أَلْمُؤْمِنُ مُؤْلَفٌ وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ [1]

''مومن مانوس ہوتا ہے اور ایسے شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ مسل کر رہے اور نہ اس سے محبت کی جائے۔''

سامعین کرام......!

اس جیسی حدیث سن کر ہمیں ذرا رکنا چاہیے، ٹھہرنا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ کیا ہم ان احادیث کے مطابق مومن ہیں......؟ یا ہمارے اختلاف پسند رویے نے ہم کو نورِ ایمان سے خارج کر دیا ہوا ہے۔ عام دنیاداروں کی بنسبت نماز، روزے والے احباب، اہل مساجد اور اہل مدارس اس معیار پر بھی اپنے ایمان کو پرکھتے رہیں کہیں شیطان داؤ نہ لگا جائے۔

تیسرا فائدہ:

اتفاق واتحاد سے مسلمان جہاں بہترین مسلمان اور کامل مومن بن جاتا ہے وہاں اس کو تیسرا فائدہ یہ ہوتا ہے اللہ اس کے لیے خیر کے سارے دروازے کھول دیتے ہیں اور یہ مقولہ تو بہت عام ہے کہ ''اتفاق میں برکت ہے'' قرآن وحدیث کے دلائل اور تاریخی واقعات سے کتب بھری پڑی ہیں کہ جہاں بھی مسلمانوں نے اتفاق واتحاد اور خیر خواہی کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا وہاں پر آسمان کے بالاخانوں سے برکتوں کی پھواریں پڑیں اور کامیابی ونصرت نے حوادث کے رخ پلٹ دیئے۔

---

[1] مسند احمد:9198

آج گھر کا ہر فرد محنت مزدوری اور ملازمت کرتا ہے لیکن پوری پھر بھی نہیں پڑتی...... برکت کہیں بھی نظر نہیں آتی......؟ اس کی وجہ صرف اور صرف اختلاف اور انتشار ہے۔ جس جگہ بھی انتشار، اختلاف اور باہم نفرت ہو وہاں پر اللہ تعالیٰ کی برکتوں کا نزول نہیں ہوتا۔

ایک صحابی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! ہم بہت زیادہ کھاتے ہیں لیکن سیراب نہیں ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَلَعَلَّكُمْ تَأْكُلُوْنَ مُتَفَرِّقِيْنَ قَالُوْا: نَعَمْ قَالَ: فَاجْتَمِعُوْا عَلَى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ [1]

''پس شاید کہ تم الگ الگ کھانا کھاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اپنے کھانے پر اکٹھے ہو جاؤ، مل کر کھانا کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لو تمہارے کھانے میں تمہارے لیے برکت ڈال دی جائے گی۔

''اس روایت سے معلوم ہوا کہ مل کر بیٹھنا، مل کر کھانا موجبِ برکت ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دکان پر زیادہ وقت دینے سے برکت ملے گی یا زیادہ لمبی ڈیوٹی سے برکت ملے گی بلکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

اگر اہلِ خانہ اختلاف اور انتشار کا شکار ہوں تو پورا گھر برکت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ یاد رہے......! عارضی اختلاف سے بھی برکت اٹھ جاتی ہے اور نحوست آجاتی ہے،

---

[1] سنن ابی داود: 3764، سنن ابن ماجہ: 3286

اس بات کی طرف رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے کہ جب آپ ﷺ اپنے گھر سے لیلۃ القدر بتانے کے لیے نکلے کہ وہ فلاں رات کو ہوگی تو آپ ﷺ نے کیا دیکھا کہ دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے ہیں، کسی بات میں ان کا اختلاف ہونے کی وجہ سے ان کی آوازیں اونچی ہوگئیں، چنانچہ آپ ﷺ رات کا تعین بھلا دیئے گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں شبِ قدر کی اطلاع دینے کے لیے نکلا تھا کہ دو آدمیوں کے اختلاف اور جھگڑے کی وجہ سے اس کا علم میرے سینے سے نکال دیا گیا ہے، اب تم اس کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

اس حدیث کے تناظر میں آپ اچھی طرح جائزہ لے سکتے ہیں کہ انسان لڑائی جھگڑے اور اختلافات کی وجہ سے کتنی رحمتوں، برکتوں اور آسانیوں سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

چوتھا فائدہ:

اپنے آپ کو اختلاف، ضد اور اڑیل پن سے بچا کر اتحاد کی فضا پیدا کرنا، اس قدر مبارک عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے عبادات سے زیادہ ثواب عطا فرماتے ہیں، کسی شخص کا اپنے غصے کو پی جانا اور اپنے خاندان اور برادری کے لیے (نو پرابلم) شخصیت بننا بہت بڑا نیک عمل ہے۔ اس حقیقت کا رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ سے انکشاف فرمایا ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے نہایت فصیح وبلیغ انداز میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو کہا:

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ . قَالُوا: بَلَى! قَالَ : إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ [1]

---

[1] سنن ابی داود:4919

''کیا میں تم کو (ایسے عمل کی) خبر نہ دوں جو روزے نماز اور صدقے کے درجے سے بھی افضل ہے......؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول، ضرور بتلائیں! آپ ﷺ نے فرمایا: باہم صلح رکھنا، آپس میں بنا کر رکھنا۔''

سامعین کرام......! نماز، روزے، داڑھی، پردہ اور مسواک کے ساتھ ساتھ موجودہ حالات میں اس حدیث پر عمل کرنے کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ اس حدیث نے یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھا دی ہے کہ معاشرے میں صلح جوئی اور اتفاق واتحاد کے لیے اپنے جذبات کی قربانی دینا اعلیٰ درجے کی عبادت سے بھی بڑا عمل ہے۔ اللہ ہمیں یہ حقیقت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پانچواں فائدہ:

جو شخص اس بات کا عزم کرلے کہ وہ حق پر ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑا، اختلاف، انتشار اور فساد کی راہ اختیار نہیں کرے گا بلکہ خاندان اور معاشرے میں مل جل کر اتفاق سے رہے گا ایسے شخص کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی ضمانت ان الفاظ کے ساتھ دی ہے:

أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمُرَاءَ وَلَوْ كَانَ مُحِقًّا [1]

''میں جنت کے فرنٹ پر ایسے شخص کے لیے خوبصورت گھر کا ضامن ہوں جس نے حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا اور اختلاف چھوڑ دیا۔''

فتنہ وفساد اور انتشار پھیلانے والی باتوں سے گریز کرو۔ اگر کسی وقت

[1] سنن ابی داود: 4802

اختلاف اور جھگڑا ہو بھی جائے تو فوراً صلح وصفائی اور اتفاق کی طرف لوٹ آؤ یہی قرآن کی منشا اور حکم ہے جیسا کہ رب العالمین ارشاد فرما رہے ہیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ○ [1]

''صرف ایمان والے ہی بھائی بھائی ہیں، اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرواؤ اور اللہ سے ڈر جاؤ تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اختلاف کے نقصانات:

بے اتفاقی اور اختلاف کی بہت زیادہ نحوستیں ہیں۔ زندگی جہنم جانے سے پہلے جہنم بن جاتی ہے، بے رحمی، قطع تعلقی اور لڑائی جھگڑا کرنے والا شخص اپنے امن اور سکون کو آپ تباہ کرتا ہے۔ موڈی طبیعت کا مالک بھی کبھی خیر نہیں پاتا۔

اپنے خاندان، رشتہ داری اور برادری میں رہتے ہوئے ہر صورت اپنے آپ کو اختلاف سے بچاؤ۔ آپ کے رویے اور کردار کی وجہ سے اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ اگر آپ انتشار اور فساد کا باعث بنتے ہیں تو آپ کو ساری زندگی شدید نقصانات کا سامنا رہے گا۔ ان میں سے پانچ نقصان نہایت اختصار سے میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

پہلا نقصان:

ہم ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں لیکن اختلاف، انتشار اور فساد بپا کرنے والا شخص ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم رہتا ہے

[1] الحجرات:10

کیونکہ اللہ تعالیٰ کو فساد پسند ہے نہ ہی فسادی شخص۔

اور اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے واضح فرمایا ہے:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ [1]

"اور فساد کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔"

اور فساد کرنے والے کے متعلق فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ [2]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں سے پیار نہیں کرتے۔"

ایک اور مقام پر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ زمین پر فساد کرنے والے اللہ کی رحمت سے دور ہوتے ہیں اور اللہ کی رحمت صرف اور صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو معاشرے میں اتحاد کی فضا قائم رکھنے کے لیے احسان سے کام لیتے ہیں۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ [3]

"اور نہ فساد کرو زمین میں اس کے سنور جانے کے بعد اور اسی کو پکارو خوف سے اور شوق سے بلاشبہ اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے بہت زیادہ قریب ہے۔"

دوسرا نقصان:

اختلاف سے قوت، طاقت اور رعب ختم ہو جاتا ہے اور دشمن بلاخوف وخطر

---

[1] بقرہ:205

[2] القصص:77

[3] اعراف:56

غالب آجاتا ہے۔ آج کل یہی حالت اجتماعی اور انفرادی طور پر امتِ مسلمہ کی ہے کہ ہم اپنے باہمی اختلافات کی وجہ سے نہایت کمزور اور کھوکھلے ہو چکے ہیں اور ہمارے دشمن نے ہمیں اپنے ہاتھوں کا کھلونا اور غلام بنا رکھا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آج سے کئی سو سال قبل اس بات سے آگاہ کیا تھا کہ آپس میں اختلاف نہ کرنا ورنہ تمہاری قوت ٹوٹ جائے گی اور تمہارا رعب دشمن کی نگاہ سے ختم ہو جائے گا پھر شکست تمہارا مقدر ہوگی۔ اللہ العالمین فرماتے ہیں:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ [1]

''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل اور کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اور ہم نے محلّہ داری میں بھی دیکھا ہے کہ جو اہل خانہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں ان کا اہل محلّہ اور پڑوسیوں کی نظر میں کوئی مقام و مرتبہ اور رعب نہیں ہوتا، بلکہ نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔

تیسرا نقصان:

جب مسلمان اختلاف اور انتشار کا شکار ہوتا ہے تو شیطان بہت زیادہ خوش ہوتا ہے۔ ہمہ وقت شیطان کی کمر توڑ کوشش یہی رہتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اتفاق کی فضا کو ختم کرے اور اختلافات کو ہوا دے۔

بالخصوص جب میاں بیوی میں اختلاف ہوتا ہے اور معاملہ طلاق تک

[1] الانفال:45

جا پہنچتا ہے تو شیطان کے لیے یہ موقع سب سے زیادہ خوشی کا ہوتا ہے۔ اس بات کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ سے فرمائی ہے:

إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ وَيَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِهِ قَالَ فَيُدْنِيهِ مِنْهُ أَوْ قَالَ فَيَلْتَزِمُهُ وَيَقُولُ نِعْمَ أَنْتَ [1]

''بلاشبہ شیطان اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے اور ان لشکروں میں سے اس کے ہاں زیادہ قرب والا وہ ہوتا ہے جو ان میں سے انسانوں میں زیادہ فتنہ ڈالنے والا ہو، شیطان کا ایک چیلا آ کر شیطان کو کہتا ہے: میں نے فلاں فلاں کام کیا۔ شیطان کہتا ہے: تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک اور چیلہ آتا ہے اور وہ کہتا ہے: میں نے میاں بیوی کا پیچھا نہیں چھوڑا حتی کہ میں نے ان دونوں کے درمیان جدائی کروادی۔ شیطان اس کو اپنے قریب کرتا ہے اس کو گلے لگاتا ہے اور کہتا ہے: تو تو بہت ہی اچھا ہے۔''

سامعین کرام......! اس حدیث نے واضح کر دیا کہ اختلافات کو ہوا دینے والے اور اپنے معاملات کو قطع تعلقی تک پہنچانے والے ابلیس کے پیروکار اور شیطان کے پیارے ہیں اور تمام گناہوں میں سے نفرت، جدائی اور لڑائی والا گناہ ایسا ہے کہ

---

[1] مسند احمد: 14377

شیطان اپنے چیلے کا آگے بڑھ کر استقبال کرتا ہے۔

چوتھا نقصان:

نیک اعمال کی بربادی ہے۔ بے اتفاقی اور اختلاف کے موقع پر انسان بہت سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ اور بات گالم گلوچ، تہمت بازی، طعن زنی حتیٰ لڑائی جھگڑے سے بڑھ کر قتل وغارت تک پہنچ جاتی ہے۔ نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور نامۂ اعمال میں گناہوں کا سیلاب امنڈ آتا ہے۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الحالقةُ لا أقولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدينْ [1]

''آپ کی بے اتفاقی، اختلاف اور فساد یہ مونڈھ دینے والی چیز ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈھ دیتی ہے بلکہ وہ دین کو مونڈھ کے رکھ دیتی ہے۔''

سادہ لفظوں میں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح گنجے آدمی کے سر پر بال نہیں رہتے اسی طرح فساد اور قتل وغارت کرنے والے شخص کے نامۂ اعمال میں اعمال نہیں رہتے۔ وہ اللہ کے غضب اور اس کی لعنت کا شکار ہو جاتا ہے۔

یہ حدیث تو آپ نے سن رکھی ہوگی کہ کینہ پرور اور بغض پالنے والے شخص کے نیک اعمال کو شرفِ قبولیت سے نہیں نوازا جاتا بلکہ صلح صفائی اور دل کی طہارت تک اس کے اعمال کی قبولیت کو مؤخر کر دیا جاتا ہے۔

یاد رکھو......! بغض صرف ایک صورت میں پروان چڑھتا ہے جب آپ

---

[1] سنن ابی داود: 4919، جامع الترمذی: 2509

کسی سے اختلاف رکھیں گے اور بگاڑ کر رکھیں گے۔

پانچواں نقصان:

اتحاد کی فضا کو ختم کرنے والا، اختلافات کو ہوا دینے والا، پیارے رشتہ داروں میں بگاڑ پیدا کرنے والا، کائنات کا بدترین شخص ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ ذکر فرمایا کہ اللہ کی مخلوق میں سے اللہ کے ہاں بدترین لوگ وہ ہیں جو پیار کرنے والوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَاللهِ ، اَلْمَشَّاؤُونَ بِالنَّمِيمَةِ، اَلْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ [1]

''چغل خور، محبت کرنے والوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے والے اللہ کے ہاں بدترین لوگ ہیں۔''

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے سب سے زیادہ نفرت اکھڑ مزاج، بدخلق اور بے اتفاقی پیدا کرنے والے لوگوں سے ہے۔

اللہ کے بندو......! آؤ نعمتِ اسلام کی قدر کریں، اللہ کے کلمہ پر مل جُل کر رہیں، خوشیاں تقسیم کرنے والے بنیں۔

لوگوں کی راہوں میں کانٹے بچھانے کی بجائے پھول نچھاور کرنے والے بنیں۔ صلہ رحمی، خیر خواہی اور معافی کو اپنی پہچان بنائیں اور اختلاف کے سارے بندھن توڑ کر اتفاق واتحاد کی فضاء قائم کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

---

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ: 2849

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

امامِ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اور صحیح البخاری کی آخری حدیث

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَأَنَّ أَعْمَالَ بَنِيْ آدَمَ وَقَوْلَهُمْ يُوْزَنُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْقُسْطَاسُ الْعَدْلُ بِالرُّوْمِيَّةِ وَيُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُوَ الْعَادِلُ وَأَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِرُ

قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ إِشْكَابِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ **سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ**

حمد وثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود وسلام سیدنا وسید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

رحمت وبخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

احبابِ گرامی قدر آج اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے صحیح البخاری کی آخری حدیث پر درس دینے کی سعادت بخشی ہے میں نہایت ہی اختصار سے امام بخاری اور صحیح بخاری کے حوالے سے چند اہم نکات بیان کرنا چاہتا ہوں، میری بھرپور کوشش ہوگی کہ خالصتاً علمی گفتگو عام فہم انداز میں آپ کے سامنے پیش کی جائے تاکہ آپ کے دل میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اور صحیح البخاری کی محبت پیدا ہو جائے۔

صحیح البخاری کیا ہے......؟

صحیح البخاری حدیث کی کتاب ہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول، فعل، تقریر اور وصف کو کہتے ہیں، یعنی جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائی وہ ہمارے لیے حدیث ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نیک عمل کیا وہ بھی ہمارے لیے حدیث ہے، کوئی عمل کسی صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے تو یہ ہمارے لیے تقریری حدیث

ہے۔اسی طرح اگر کوئی صحابی آپ کے جسمِ اطہر کے متعلق یا آپ کے اخلاق کے متعلق کوئی وصف بیان کرے تو وہ بھی ہمارے لیے حدیث ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری زندگی اپنی زبان سے گالی نہیں نکالی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بیان فرماتے ہیں: ایک کنواری لڑکی میں وہ حیا نہیں جو حیا ہم نے آمنہ کے دُرِّ یتیم علیہ السلام کی آنکھوں میں دیکھا ہے۔

سامعین کرام......!

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بول ہمارے لیے حدیث بن گئے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کر کے دِکھا دیا ہے ہمارے لیے حدیث بن گیا ہے۔صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے کوئی کام کیا، آپ علیہ السلام نے روکا نہیں، منع نہیں کیا فرمایا تو یہ کام بھی ہمارے لیے حدیث بن گیا۔کوئی صحابی بیان کرے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے کے بارے میں، آپ کی زلفوں کے بارے میں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندان مبارکہ کے بارے میں۔تو یہ بھی ہمارے لیے حدیث ہے کوئی صحابی آپ کے اخلاق کے بارے میں بیان کرے یہ بھی ہمارے لیے حدیث ہے۔

منکرین حدیث کا رد:

ہمارے ملک پاکستان میں ایک گمراہوں کا ٹولہ ہے جو کہہ رہا ہے صرف قرآن پاک ہی ہدایت کے لیے کافی ہے۔حدیثِ پاک کی ضرورت ہی نہیں۔

جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا انکاری ہے:

ایسے آدمی کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

ایسے آدمی کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں۔

ایسا آدمی گمراہ اور زندیق ہے اور ایسا آدمی دائرہ اسلام سے تقریباً خارج ہی

ہے.....کیوں.....؟؟

کیونکہ.....! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا انکار اصل میں قرآن کا انکار ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث کا انکار قرآن کی آیات کا انکار ہے کیونکہ اللہ رحیم وکریم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا واتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَاب ○ [1]

''میرا پیغمبر جو دے دے، لے لو، جس سے میرا پیغمبر منع فرما دے اس سے باز آجاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ بلاشبہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''

اللہ کے بندو.....!

حقیقت میں جو حدیث کا منکر ہے وہ قرآن کا منکر ہے میں آپ کے سامنے ایک اور مثال عرض کروں یہ عملی باتیں ذرا محبّت کے ساتھ سماعت فرمائیں۔ انشاءاللہ فائدہ ہوگا۔ جو شخص حدیث کا منکر ہے وہ قرآن کا بھی منکر ہے۔ کیوں.....؟

اللہ رحیم وکریم نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ [2]

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ناکارہ نہ بناؤ۔''

---

[1] سورۃ الحشر: 7

[2] سورۃ محمد: 33

سامعین کرام......!

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اللہ کی بھی اطاعت کی اللہ کے رسول بھی ان میں موجود تھے انہوں نے اللہ کے رسول کی بھی اطاعت کی۔ آج اگر کوئی شخص یہ کہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور آج کا مسلمان اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا چاہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کس طرح کرے گا......؟؟؟ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا ہی انکار کر دیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا ہی انکار کر دیں گے تو مجھے بتایئے! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کیسے کریں گے......؟

اللہ کی اطاعت تو کر لیں گے قرآن کے ساتھ، اگر آج کسی مسلمان کا دل کرے کہ میں سرکار دو عالم علیہ السلام کی اطاعت کروں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کیسے کرے گا......؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا ایک ہی طریقہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پہ عمل کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پہ عمل کرے گا۔ سرکار کی سنت پہ عمل کرے گا تو سرکار کی اطاعت تب ہی ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پر عمل کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہوگی۔

یاد رکھو......!

جو لوگ منکرین حدیث ہیں اور رسول اللہ کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتے اور اس کی ضرورت نہیں سمجھتے ان کو یہ بات کہو اگر صرف اکیلا قرآن ہی مانا جائے اگر کوئی بندہ کہے جی قرآن ہی کافی ہے، حدیث کی تو ضرورت نہیں، اس بندے سے کہو کہ تم مجھے ظہر کی نماز پڑھ کے دکھاؤ۔ اگر سرکار کی حدیثیں نہ مانی جائیں تو کوئی بندہ فجر نہیں پڑھ سکتا، نمازِ ظہر نہیں پڑھ سکتا۔ کہاں اللہ رحیم وکریم نے ارشاد فرمایا ہے قرآن میں کہ ظہر کی کتنی رکعتیں ہیں......؟ کہاں اللہ رحیم وکریم نے قرآن میں ارشاد

فرمایا کہ رکوع میں یہ پڑھنا ہے، سجدے میں یہ پڑھنا ہے۔ تشہد میں یہ پڑھنا ہے ، قیام میں یہ پڑھنا ہے۔ اگر بندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا انکار کردے تو ایک نماز بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا۔

ایک حج بھی نہیں کرسکتا۔ قرآن نے کہا ہے حج کرو! حج کب کرنا ہے......؟ کس تاریخ کو کرنا ہے......؟ کس تاریخ کو ختم ہوگا اور حج کے امور کیا ہیں......؟ احرام کے بارے میں، قربانی کے بارے میں، تلبیہ کے بارے میں، طواف کے بارے میں، صفا مروہ کی سعی کے بارے میں۔ غرض یہ کہ حج اتنی دیر تک آدمی کر ہی نہیں سکتا جب تک وہ نبی علیہ السلام کی احادیث کے ساتھ پیار نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو اپنے لیے حجّت نہ سمجھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اللہ رحیم وکریم نے مجھے قرآن بھی عطا فرمایا وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ اس کی تشریح بھی مجھے عطا فرمائی۔ سمجھ لو قرآن جو ہے خاموش آیات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث ان آیات کی چلتی پھرتی تفسیر ہیں۔ اللہ رحیم وکریم کے نبی علیہ السلام ان آیات کی عملی تصویر ہیں۔ میں پہلی بات مکمل کر چکا ہوں۔ اللہ کے بندو! یہ احادیث جس طرح قرآن کو ماننا ضروری ہے اسی طرح احادیث کو ماننا ضروری ہے اگر کوئی بندہ نبی علیہ السلام کی ایک صحیح حدیث کا انکار کردے اس کا ایمان خطرے میں ہے، اس کا اسلام خطرے میں ہے۔

آپ کو اہل سنت، اہل حدیث ہونا مبارک ہو، اللہ تعالیٰ اسی عقیدے پر موت نصیب کرے۔ آمین!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ نے نہایت خوبصورت انداز سے جمع کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال کو اکٹھا کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بھر کے جو معمولات ہیں، صبح وشام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے

رہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں وہ ساری اکٹھی کی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت اور آپ کا علاقہ:

امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ عید الفطر کے بارہ دن بعد 13 شوال 1994ھ بمطابق 21 جولائی سن 810 کو نمازِ جمعہ کے بعد پیدا ہوئے۔اور آپ اہل فارس سے ہیں،آپ کی پیدائش بخارہ شہر میں ہوئی۔بخارہ ازبکستان کا ایک بڑا اور تاریخی شہر ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ الباری کے والدِ گرامی نہایت صالح انسان تھے۔وہ اپنے بیٹے محمد کو نیکی کے کاموں میں اپنے ساتھ رکھتے اور حدیث کی مبارک مجالس میں اپنے بیٹے کے ساتھ شریک ہوتے۔چنانچہ بچپن ہی سے ماں باپ کی طرف سے ایسا مثالی کردار دیکھنے کو ملا کہ آپ کے لیے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت کی تمام منزلیں آسان ہوگئیں۔

اولاد کی نیک تربیت کا راز:

اگر آپ اپنی اولاد کی تربیت چاہتے ہیں،اپنے بچوں کو باکردار دیکھنا چاہتے ہیں،تو یہ نہ کہا کریں کہ بچہ ابھی چھوٹا ہے میں اکیلا ہی جا کر نماز پڑھ لوں،یہ بھی نہ کریں کہ اکیلے ہی درس سننے کے لیے چلیں جائیں،اکیلے ہی جمعہ پڑھنے چلے جائیں۔جب بچے کی عمر آٹھ،نو،دس سال کے قریب ہو جائے تو اپنے بچے کو ہر خطبہ جمعہ اور ہر قسم کی نیک مجالس میں ساتھ لے جایا کریں،دین کا رنگ غالب آجائے گا اور آپ کا بچہ صحیح مسلمان بننے میں کامیاب ہوگا۔

تربیت اولاد اور رزقِ حلال:

اولاد کی اچھی تربیت میں حلال رزق کا بہت زیادہ کردار ہوتا ہے،تاریخ اس

بات پر شاہد ہے کہ اپنی اولادوں کو حرام کھلانے والوں نے کبھی خیر نہیں پائی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی امام اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں: میری کمائی میں حرام کا لقمہ تو درکنار میری کمائی میں کوئی شبے کا بھی لقمہ نہیں ہے میں نے اپنی اولاد کو حلال کھلایا ہے۔

آج سُود کا دَور ہے، رِشوت کا دَور ہے، فراڈ کا دَور ہے، دھوکے کا دَور ہے، ان حالات میں جو اپنی اولاد کے منہ میں حلال کا لقمہ ڈال رہا ہے اس کا ایک ایک لقمہ عبادت ہے، اس کے اِک اِک لقمے کے بدلے جنت میں اس کے درجات بلند ہو رہے ہیں۔ تھوڑا کھالو، حلال کی تنگی برداشت کرلو، لیکن جنہوں نے اپنی اولادوں کو حلال کھلایا ہے ان کے بچے وقت کے امام بخاری بنے ہیں، ان کے بچے احمد بن حنبل بنے ہیں ان کے بچے ابن قیم اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہم بنے ہیں۔

آج اگر اولاد میں بگاڑ ہے، اولاد میں آوارگی ہے تو دیکھیں کہیں ہماری کمائی میں حرام تو شامل نہیں۔ کہیں رشوت تو شامل نہیں، کہیں سُود تو نہیں، کہیں لوگوں کے ساتھ فریب کر کے، فراڈ کر کے، دغا کر کے ہم اور آپ کمائی تو نہیں کر رہے......؟

جس گھرانے میں حلال آجائے، اس گھر میں اللہ اپنے نُور اور رحمت توحید اور اپنی خیر و برکت کا اُجالا فرما دیتے ہیں۔

سیّدنا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رحیم و کریم نے ایسے گھرانے میں پیدا فرمایا کہ باپ بھی محدّث ہے دینی مجالس میں لے جا رہے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کے فضل و کرم سے حلال کے ساتھ پرورش پائی ہے، اسی لیے تو نصیب میں ''بخاری'' آئی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق باللہ اور حسن اخلاق:

دونوں جہانوں کی سعادت کے لیے دو خوبیوں کا اپنانا نہایت ضروری ہے۔

(۱) مسلمان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق ہو، عبادت وریاضت اور ذکر اذکار میں زیادہ سے زیادہ مصروف رہیں۔

(۲) اللہ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آئیں اور ہر معاملے میں ان کے ساتھ خیر خواہی کریں اور ان کی خدمت کریں۔

یہ دونوں خوبیاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں بدرجہ اتم موجود تھیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ جہاں حد درجہ خوفِ خدا رکھنے والے انسان تھے وہاں خلق خدا کے متعلق بھی آپ کے جذبات بہت نرم اور پاکیزہ تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کو اکٹھا کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور سنتوں کو اکٹھا فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ سال کے عرصہ میں، میرے بھائی ایک مہینہ نہیں، دو مہینہ نہیں، سال نہیں دو سال نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو صحیح البخاری مرتب فرمائی ہے۔ مدینۃ الرسول میں مرتب فرمائی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جب بھی میں نے کوئی حدیث صحیح البخاری میں لکھنے کا ارادہ کیا سب سے پہلے میں غسل اور وضو کرتا، اس کے بعد دو رکعت نفل نماز ادا کرتا، نماز ادا کرنے کے بعد میں اللہ رحیم وکریم سے استخارہ کرتا۔ استخارہ کرنے کے بعد پھر جب مجھے کسی حدیث کے بارے میں یقین ہو جاتا یہ حدیث صحیح ہے تو پھر میں اسے اپنی بخاری میں درج کرتا۔ سبحان اللہ

آپ تجزیہ کرتے ہوئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نیکی پر حیران ہو جائیں گے

کہ انہوں نے صحیح البخاری میں جو 7563، احادیث نقل فرمائی ہیں ان کو تحریر کرنے سے پہلے سینکڑوں کی تعداد میں نوافل ادا کیے۔ اللہ اکبر!

سامعین کرام......!

اللہ صحیح البخاری کو مقام کیوں نہ عطا کرتے......؟ اللہ رحیم وکریم صحیح البخاری کو قابل رشک رُتبہ کیوں نہ دیتے......؟ ہر مدرسے میں اور ہر عالم کی زبان پر صحیح البخاری کا نام کیوں نہ ہوتا......؟ یہ نوافل کی برکت تھی، یہ للّٰہیت کا ثمر تھا اور اخلاص کا اثر تھا۔ میرے پیارے بھائی......!

اگر تو چاہتا ہے کہ اللہ تجھے بلند و بالا مقام و مرتبہ دے دے، تو نوافل کے ساتھ محبت کیا کر۔ اور تنہائی میں شوق سے کثرت کے ساتھ نوافل پڑھا کر۔ اللہ تعالیٰ نفل ونوافل والے بندے کو بہت بلندیاں عطا کرتے ہیں اور جو بندہ نوافل سے محبت کرتا ہے، اپنی ہر ضرورت کے وقت دو نفل پڑھ کے اپنے رب سے دعا کرتا ہے۔ اللہ رحیم وکریم ایسے لوگوں کو کبھی ضائع نہیں کرتے۔

اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ انسانیت کا احترام اور اپنے اساتذہ کا نہایت ادب کرنے والے تھے، آپ نے ساری زندگی کسی کی غیبت نہیں کی، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ

مَا اغْتَبْتُ مُنْذُ سَمِعْتُ أَنَّ الْغِيبَةَ حَرَامٌ

میں اللہ رحیم وکریم کو گواہ بنا کے کہتا ہوں جب سے میں نے اللہ رحیم وکریم کے قرآن میں پڑھا ہے، غیبت حرام ہے جو بندہ غیبت کرتا ہے وہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھاتا ہے، وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب سے میں نے قرآن پڑھا، حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پڑھا

میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے کبھی کسی انسان کی غیبت نہیں کی، کبھی میں نے اپنی زبان سے کسی پر کیچڑ نہیں اُچھالا، کبھی اپنی زبان سے کسی کی عزت پر حملہ نہیں کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اتنے عظیم انسان تھے کہ ایک ایک حدیث کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث کے لیے دو نفل پڑھ رہے ہیں اور زبان ساری زندگی اتنی پاک رکھی ہے کہ کسی بندے کی انہوں نے غیبت نہیں کی اور اللہ رحیم وکریم نے بھی درجہ اتنا اونچا عطا فرمایا ہے کہ اللہ رحیم وکریم کی کتاب قرآن کے بعد اگر کسی کتاب کا درجہ ہے تو ان کی کتاب صحیح البخاری کا درجہ ہے

سامعین کرام......! اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی لوگوں کی غیبت نہیں کی، کسی پر کیچڑ نہیں اُچھالا اور کسی مسلمان کو آپ کی زبان سے تکلیف نہیں پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر بلند مقام عطا فرمایا کہ آپ کی وفات سے لے کر آج تک ہزاروں لوگ آپ کا نام لیتے ہیں اور آپ کے لیے رحمت وبخشش کی دعا کرتے ہیں۔ سبحان اللہ!

صحیح البخاری کی خصوصیات:

صحیح البخاری احادیث صحیحہ کا عظیم شاہکار ہے، صحیح البخاری کی کئی ایک خصوصیات ہیں جن میں سے چند ایک کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں

(۱) أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعدَ كِتَابِ اللهِ

اللہ رحیم وکریم کے قرآن کے بعد اگر کسی کتاب کا درجہ ہے، تو امام بخاری کی کتاب صحیح البخاری کا ہے، حالانکہ سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں حدیث کے موضوع پر ہزاروں کتابیں لکھی گئیں لیکن اللہ رحیم وکریم نے جو شان صحیح البخاری کو عطا فرمائی ہے کسی کو بھی عطا نہیں ہوئی۔

حالانکہ مرزائی کافر ہیں، مرزائی دنیا کے بدترین لوگ ہیں ان مرزائیوں نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے قرآن کے بعد اگر کوئی صحیح ترین کتاب ہے۔ تو وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح البخاری ہے۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے آج کئی نام نہاد لوگ بے دین لوگ صحیح البخاری کے خلاف باتیں کر رہے ہیں اور صحیح البخاری پر بے جا اعتراض کرنے پر مصروف ہیں۔

(۲) صحیح البخاری جامع کتاب ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں سارے مسائل بیان فرمائے ہیں۔ اطاعت کے مسئلے بیان فرمائے، عبادات کے مسئلے بیان فرمائے ہیں، تفسیر کے مسئلے بیان فرمائے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو بیان فرمایا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی سیرت کو بیان فرمایا ہے، غرضیکہ مسلمان کو اپنی زندگی میں جن اعمال کی ضرورت پیش آتی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام مسائل کا اس میں تذکرہ فرمایا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انداز اتنا پیارا ہے سب سے پہلے اللہ رحیم وکریم کی کتاب قرآن کا ذکر کرتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کا ذکر کرتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔

(۳) صحیح البخاری اسلامی فقہ کا نادر شاہکار ہے۔

یہ اسلامی فقہ کی بہت بڑی کتاب ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث سے کئی کئی مسئلے ثابت فرمائے۔ ایک ایک حدیث سے کئی کئی مسائل استنباط فرمائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں ایک حدیث بیان کر کے اس میں سے کئی مسائل بیان فرماتے ہیں۔

اور یاد رکھو...... ! فقاہت خیالی گھوڑے دوڑانے کا نام نہیں ہے، بلکہ صحیح اسلامی فقہ صرف اور صرف یہی ہے کہ قرآن وحدیث کو بنیاد بنا کر حالاتِ حاضرہ کے

مسائل کو حل کیا جائے۔ اس سلسلے میں صحیح البخاری کی کوئی مثال نہیں۔

(۴) صحیح البخاری میں تمام فرقِ باطلہ کا رد ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت لطیف استدلال کرتے ہوئے، تمام اہل شرک، تمام اہل بدعت اور تمام اہل رائے کا رد بھی کیا ہے، قرآنی آیات، احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ و تابعین کی روشنی میں، اسلام کی صحیح تصویر بھی پیش فرمائی۔

آج کئی لوگوں کو صرف اس لیے صحیح بخاری بھلی نہیں لگتی کہ امام البخاری نے ان کی مذموم رائے اور فاسد قیاس کا دلائل و براہین سے رد کیا ہے۔ میں عزیز طلباء سے گزارش کروں گا کہ وہ موجود دور کے گمراہ لوگوں کا رد کرنے کے لیے صحیح البخاری پر دسترس حاصل کریں کیونکہ صحیح البخاری حق کی تمام راہیں کشادہ کرتی ہے اور باطل کی تمام راہوں کو مسدود کرتی ہے۔

المختصر......! صحیح البخاری مسلمانوں کی نمائندہ کتاب ہے اس کا مطالعہ کرو، اسے اپنے گھر میں رکھو اپنی بیٹیوں کو پڑھاؤ۔ بچوں کو پڑھاؤ، اپنی لائبریریوں میں رکھو۔ اور آیئے! جو میں آخری حدیث آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے کتاب الوحی سے آغاز فرمایا ہے اور سب سے آخر پہ کتاب التوحید کو بیان فرمایا ہے۔

پہلی اور آخری کتاب میں حکمت:

صحیح البخاری کی پہلی کتاب ''کتاب بدء الوحی'' ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ دین کا آغاز اپنی رائے سے نہیں کرتے بلکہ دین کا آغاز اللہ کی وحی سے ہوتا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی حدیث بیان فرمائی ہے۔ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

اوپر باب ''کتاب الوحی'' باندھا ہے نیچے حدیث انما الاعمال بالنیات لائے ہیں۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا یہ چاہتے ہیں اگر کوئی مسئلہ ثابت کرنا ہو تو اللہ کی وحی سے کرتے ہیں اور اگر کسی عمل کو قبول کروانا ہو تو اپنی نیت کو صاف رکھتے ہیں، اعمال کی قبولیت کے لیے نیت ضروری ہے۔اعمال کے ثبوت کے لیے اللہ کی وحی ضروری ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں 97 کتابیں ذکر فرمائی ہیں، کہیں کتاب الوحی ہے، کہیں کتابِ علم ہے، کہیں کتابِ طہارت ہے، کہیں کتابِ اذان ہے، غرضیکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مسائل بیان فرمائے۔

آخر پہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب التوحید کو لاتے ہیں۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے فقیہ آدمی ہیں آخر پہ کتاب التوحید کیوں لائے ہیں؟

دیگر جتنی حدیث کی کتابیں ہیں کسی نے بھی آخر پہ کتاب التوحید نہیں لکھی صرف امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔امام بخاری بتانا یہ چاہتے ہیں کہ جنّت اسے ملے گی جس کا انجام توحید پہ ہوگا۔جس کو آخری وقت کلمہ نصیب ہو گیا جس کا اختتام توحید پہ ہوگا اللہ رحیم و کریم کی رحمت کا حقدار ہوگا۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخری باب کیا باندھا ہے۔صحیح البخاری کی آخری حدیث پر غور کیجیے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى
وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَأَنَّ أَعْمَالَ بَنِيْ آدَمَ وَقَوْلَهُمْ يُوْزَنُ

آدم کے بیٹے جو بھی عمل کرتے ہیں، اچھے کرتے ہیں یا برے کرتے ہیں

ان کے اعمال اور جوان کی زبانوں سے بات نکلتی ہے۔ یُوْزَنُ کل قیامت والے دن ان ترازوؤں کے اندر رکھ کے ان کا وزن کیا جائے گا۔ تیرے اعمال کا بھی وزن کیا جائے گا۔ تیری زبان سے نکلی ہوئی بات کا بھی وزن کیا جائے گا۔ ہاں! انسان اپنے اعمال کی فکر کر لے۔

آ میرے بھائی......! اپنے بولے ہوئے بول کی فکر کر لے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کی آیت سے ثابت فرمایا ہے اور بنیادی طور پر دو باتیں سمجھ لو۔ دو طرح کے لوگ ہوں گے۔

پہلا بدنصیب گروہ:

ان لوگوں کا ہے جنہوں نے کفر کیا ہے۔ جنہوں نے اللہ رحیم و کریم کا انکار کیا ہے، کفار کے عملوں کا وزن نہیں کیا جائے گا، اللہ بغیر وزن کیے جہنم میں پھینک دیں گے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۝ ذَلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۝ [1]

”یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کیا، پس ان کا کیا ہوا برباد ہو گیا پھر قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن نہیں کریں گے، یہ جہنم ان کا بدلہ ہے، اس لیے کہ انہوں نے انکار اور میری نشانیوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

[1] سورۃ الکہف: 105-106

دوسرا خوش نصیب گروہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے نیک لوگوں میں سے ایسے لوگوں کا ہوگا جو ساری زندگی اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے رہے۔ ساری زندگی خود کو اللہ رحیم وکریم کی ناراضگیوں سے بچاتے رہے۔ اللہ رحیم وکریم کی تابعداری کرتے رہے۔ آمنہ کے لعل علیہ السلام نے فرمایا ہے:

"کئی لوگ ایسے ہیں ان کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا اللہ بغیر حساب کے جنت عطا فرمادیں گے۔"

(میں دعا کرتا ہوں آمین کہہ دو اللہ ہمارا نام بھی ان خوش نصیب لوگوں میں لکھ دے بغیر اعمال کے وزن کئے، بغیر حساب جنت مل جائے)

سائنس اور صداقتِ اسلام:

پہلے لوگ کہتے تھے قاری صاحب مثلاً ایک بندے نے کہا اللہ اکبر یا کوئی بول بولا ہے، اس کا وزن کیسے کیا جائے گا؟ یہ تو بول زبان سے نکلا تو بس بات ختم۔ آؤ دیکھو اب تو سارے مسئلے حل ہو گئے۔ گیس تولی جا رہی ہے۔ ہوا تولی جا رہی ہے۔ مطلب کہ اب تو کوئی شے مشکل نہیں رہ گئی۔ جس چیز کا وجود نظر نہیں آتا اس کو بھی تولا جا رہا ہے ماپا جا رہا ہے۔ تیری زبان کا ایک ایک بول ترازو میں رکھا جائے گا۔ تیرا ایک ایک عمل ترازو میں رکھا جائے گا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر پہ تیری اور میری یہ تربیت کی ہے۔ اللہ کے بندے!

ریا سے بچ جا، دنیا سے بچ جا، تیرے عمل میں وزن پیدا ہوگا، اخلاص کے ساتھ پیدا ہوگا جتنا تیرا عمل اخلاص والا ہوگا اتنا تیرا عمل ترازو میں بھاری ہوگا۔

آؤ میں آپ کے سامنے چار عمل بیان کرتا ہوں۔ جن کے بارے میں میرے اور آپ کے پیرو مرشد امام الانبیاء جناب محمد ﷺ نے بیان فرمایا: بندے کے یہ عمل جب ترازو میں رکھے جائیں گے تو وہ بہت وزنی ہوں گے۔

(۱) اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ:

آقا علیہ السلام نے بیان فرمایا: کل جب بندے کی نیکیوں کا وزن کیا جائے گا سب سے زیادہ عمل جو ترازو میں بھاری ہوگا "الخلق الحسن" جو بندہ اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے جو بندہ مسکرا کے پیش آتا ہے، جو بندہ ماشا اللہ جی جی کرتا ہے جو بندہ اپنی زبان سے میٹھی باتیں کرتا ہے کوئی اس کے ساتھ زیادتی کر جائے یہ کہتا ہے کوئی بات نہیں، قیامت کا دن آنے والا ہے آج اگر میں اس کی زیادتی کا جواب اچھے اخلاق سے دوں گا اس کے برے اخلاق کا جواب اچھے اخلاق سے دوں گا میرا عمل اللہ کے ترازو میں بہت بھاری ہوگا۔ میرے بھائی! اپنے اخلاق چیک کرو۔ ماں باپ کے ساتھ رویہ کیسا ہے۔ بہن بھائیوں کے ساتھ رویہ کیسا ہے محلے داروں، رشتہ داروں کیساتھ رویہ کیسا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

کل قیامت والے دن اللہ کے ترازو میں جو عمل سب سے زیادہ بھاری ہوگا وہ تیرا اخلاق ہے وہ تیری برداشت ہے۔ وہ تیرے دل کی صفائی ہے۔ وہ تمہارا غصے پہ کنٹرول ہے۔ آیئے میرے بھائیو! کام بڑا مشکل ہے نہیں دل کرتا ایک بندہ حاسد بھی ہو، شریر بھی ہو منافق بھی ہو اس کے ساتھ اخلاق سے پیش آنے کو دل نہیں کرتا لیکن جو بندہ کڑوا گھونٹ پی لے۔ برداشت کر لے۔ فرمایا: کل قیامت کے دن جب اللہ رحیم و کریم ترازو رکھیں گے اخلاق سب سے بھاری عمل ہوگا۔

(۲) طُولُ الصَّمْتْ

دوسرا جو عمل ترازو میں زیادہ بھاری ہوگا وہ ہے زیادہ دیر خاموش رہنا۔ ہمارے ہاں تو زبان بند منہ میں رہتی ہی نہیں۔ میرے بھائی! خاموش رہنا کبھی آسمان پر غور کرنا کبھی زمین پر غور کرنا کبھی اپنی طرف دیکھنا غور کرنا کہ میرے اللہ نے میرے اندر کتنا زبردست کارخانہ چلا دیا ہے۔ میرے اللہ نے کتنی صحت عطا کی ہے، یعنی خاموش رہ کے اللہ تعالیٰ کی قدرت پہ غور کرنا اللہ کی کاریگری پہ غور کرنا۔

میرے بھائی! فرمایا: اخلاق جو ہے ترازو میں سب سے بھاری عمل ہے اور دوسرا خاموشی، خاموشی، خاموشی (ایک چپ سو سکھ) یہ فائدہ اپنی جگہ پہ ہوگا۔ خاموشی کے ساتھ رونق، برکت، بہار دنیا میں ملے گی لیکن قیامت والے دن جب اللہ رحیم وکریم ترازو لگائے گا، نیکیوں کا وزن کیا جائے گا یہ خاموشی سے ترازو میں بہت زیادہ بھاری ہوگی۔

(٣) اَلْوَلَدُ الصَّالِحُ يَتَوَفَّى لِلْمَرْءِ الْمُسْلِم

آقا علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ بھی عمل کل قیامت کے دن اللہ کے ترازو میں بہت وزنی ہوگا، ایک آدمی ہے اسے اللہ نے نیک بیٹا عطا فرمایا ہے، تابعدار بیٹا عطا فرمایا۔ بیٹا فرمانبردار اور صالح ہے۔ اللہ رحیم وکریم کی مرضی کہ اس کا وہ بیٹا فوت ہوجاتا ہے، بیٹا دنیا سے چلا جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: یہ بندہ اللہ کا حکم سمجھ کر بے صبری نہیں کرتا، واویلا نہیں کرتا۔ صبر کے بندھن نہیں توڑتا۔ یہ جو بچے کی وفات پہ صبر ہے۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں: کل قیامت کے دن ترازو میں بڑا وزنی ہوگا۔

(٤) اَلتَّكْبِيْرُ التَّكْبِيْر

جو بندہ اللہ اکبر پڑھتا ہے، تو رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ کہتا ہے میں چھوٹا میرا رب بڑا ہے۔ میں بے وقعت، میں عاجز مطلق میرا اللہ قادر مطلق ہے۔

فرمایا: اللہ اکبر یہ لفظ ترازو میں بہت وزنی ہے۔ [1]

صحیح البخاری کا درس سننے والو یقیناً آپ لوگ نیک اعمال میں مصروف ہوں گے لیکن جن وزنی نیک اعمال کا آپ نے ذکر سنا ہے، ان کو بھی اپنی زندگی میں خاص اہمیت دیں اللہ احکم الحاکمین کامیاب اور ناکام لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَه○ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَه○ وَمَا اَدْرَاكَ مَاهِيَه○ نَارٌ حَامِيَةٌ○ [2]

"جس کا نیکیوں والا پلڑا بھاری ہو گیا ایسا بندہ تو خوشیوں میں، بہاروں میں ہوگا، جس کا برائیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں آخری باب باندھ کے تیری اور میری تربیت کی ہے کہ میرے بھائی ہر وقت اپنے اعمال کی طرف نگاہ رکھا کر۔ اپنے اعمال کی فکر کیا کر، اپنے اخلاق کی فکر کیا کر، آپ کے بول کا بھی وزن کیا جائے گا۔ تیرے عمل کا وزن کیا جائے گا جن کے اعمال کا وزن بھاری ہو گا وہ اللہ کی رحمت میں آ جائیں گے اور جن کی برائیاں وزن میں بھاری ہوں گی جہنم میں جائیں گے۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں جس حدیث کو ذکر فرمایا ہے۔ آیئے! میں ذرا اس حدیث کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔

علمِ حدیث میں سند کی اہمیت:

ایک حدیث ہوتی ہے اور ایک اس کی سند...... ! یاد رکھو! جتنی روایتیں

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ: 1938,876 صحیح الجامع الصغیر: 2817

[2] سورۃ القارعہ: 6-11

بیان ہوتی ہیں ان میں سے کئی ایک ضعیف بھی ہوتی ہیں، مثال کے طور پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں گئے سانپ نے ڈس لیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لعاب لگایا، یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند ضعیف ہے یا بیان کیا جاتا ہے جو ماں کے چہرے کی طرف ایک بار دیکھے، حج کا ثواب ملتا ہے، یہ روایت بھی ضعیف ہے، آپ نے دیکھا ہوگا جب اقامت ہوتی ہے جب مکبّر کہتا ہے: قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ۔ کئی لوگ کہتے ہیں: اَقَامَہَا اللّٰہُ وَاَدَامَہَا اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو احادیث پہنچیں ہیں ان کو راوی بیان کرتا ہے۔ امام بخاری بیان کرتے ہیں مجھے یہ حدیث میرے اُستاد احمد بن اشکاب نے بیان فرمائی، امام بخاری کے استاد کہتے ہیں: مجھے یہ حدیث محمد بن فضیل نے بیان کی ہے۔ محمد بن فضیل کہتے ہیں۔ مجھے یہ حدیث عمارہ بن قعقاع نے بیان کی ہے۔ عمارہ بن قعقاع کہتے ہیں مجھے یہ حدیث ابوزرعہ نے بیان کی ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں مجھے یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ تک پانچ واسطوں سے پہنچے ہیں درمیاں میں پانچ راوی ہیں ان کو دیکھا جاتا ہے ان کی عدالت کیسی ہے؟ ان کا ضبط کیسا ہے؟ ان کا کردار کیسا ہے؟ ان کی زبان کیسی ہے؟

جیسے ہمارے پاس آکے کوئی کہے، گھنٹہ گھر میں بم دھماکہ ہوگیا ہے۔ اب آپ نے دیکھنا ہے جو بندہ بات کررہا ہے بندہ کیسا ہے، جھوٹا تو نہیں! مذاق تو نہیں کررہا، یہ نمازی، پرہیزگار، شریف آدمی، سُلجھا ہوا، اچھا بندہ ہوگا تو آپ اس کی بات پہ اتنی جلدی اعتماد کرلیں گے اسی طرح یہ حدیث آنکھیں بند کرکے قبول نہیں کی جاسکتی، یہاں ہر ہر بندے کو ماپا جاتا ہے ہر بندے کا تقویٰ دیکھا جاتا ہے، شرافت دیکھی جاتی ہے، عدالت دیکھی جاتی ہے، حیا دیکھی جاتی ہے، تعلق باللہ دیکھا جاتا ہے رویے دیکھے جاتے ہیں۔ (جیسے امام بخاری کہتے ہیں مجھے یہ حدیث میرے استاد

اشکاب نے بیان کی، وہ بہت بڑے اللہ کے ولی اور محدث ہیں...... المختصر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو زمانہ جانتا ہے میں یہاں ایک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک بات بیان کرنا چاہتا ہوں، بچپن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک عورت کے غلام تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دن بچوں کو حدیث پڑھا رہے ہیں حدیث پڑھاتے پڑھاتے رو پڑے، شاگرد کہتے ہیں امام جی! کیا بات ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرمانے لگے: آج مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا آج مجھے اپنی اوقات یاد آ گئی ہے، آج مجھے اپنے پہلے دن یاد آ گئے ہیں، میں دیکھ رہا ہوں ہزاروں لوگ مجھ سے سیکھ رہے ہیں حدیث کے طالب علم بیٹھے ہیں، آج مجھے پرانا وقت یاد آ گیا میں ایک عورت کے گھر نوکری کرتا تھا جو اس کے دستر خوان سے بچتا میں وہ کھا کر گزارہ کرتا تھا مجھے وہ وقت یاد آیا تو اللہ کا شکر ادا کر کے میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اللہ رحیم وکریم کا شکر ہے جس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اتنی عزت عطا کی کہ اللہ نے اپنے قرآن کا عالم بنایا ہے اور حدیثِ رسول کا امام بنا دیا ہے۔ یہ نصیب کی بات ہے، ایک وقت کا غلام سب سے بڑا امام بن گیا ہے۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے سب سے زیادہ احادیث بیان کرنے والے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں ان کی سیرت بھی بڑی عظیم ہے لیکن میں اشارہ کر چکا ہوں انہوں نے بڑی محنت کی ہے بھوک پیاس برداشت کر کے نبی کے دروازے میں بیٹھے رہتے کہ اللہ کے نبی آئیں کوئی حدیث بیان کریں تو میں اللہ کے نبی کی حدیث کو سن لوں۔ ایک دن کہنے لگے: اللہ کے نبی! مجھے احادیث یاد نہیں ہوتیں۔ نبی علیہ السلام نے ان کے حافظے کے لیے دعا فرما دی۔

امام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَان ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

دو کلمے اللہ رحیم وکریم ان سے بہت محبت کرتے ہیں پڑھتے وقت زبان مُڑتی بھی نہیں، زبان سے بڑی آسانی کے ساتھ ادا ہوجاتے ہیں۔ لیکن جو ترازو قیامت والے دن اللہ رحیم وکریم نے لگانا ہے یہ کلمات اس ترازو میں بہت بھاری ہوں گے۔

سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

یہاں تین باتیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمائی ہیں:

حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ ۔ اللہ رحیم وکریم کو دو کلمے بڑے ہی پیارے ہیں۔ اِدھر امام صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ رحیم وکریم کئی اعمال کے ساتھ پیار کرتے ہیں۔ ہمیں وہ عمل کرنے چاہئیں جن اعمال کے ساتھ رب پیار کرتا ہے ہمارا رب پیار بھی کرتا ہے ہمارا رب محبت بھی کرتا ہے۔ جھمیہ، قدریہ گمراہ فرقے ہوئے ہیں یہ کہتے تھے: نہیں! اللہ پیار نہیں فرماتے، مسکراتے نہیں، کلام نہیں کرتے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا رد کیا ہے۔

حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ یہ دو کلمے رب کو بہت پیارے لگتے ہیں۔ خفیفتان علی اللسان زبان پر بہت ہلکے ہیں۔ ثقیلتان فی المیزان ترازو میں بہت بھاری ہیں، ان کلمات کے بارے تین باتیں۔

(۱) رب کو پیارے ہیں۔

(۲) زبان پہ ہلکے ہیں۔

(۳) ترازو میں بھاری ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

میں نے ایک محدث کے بارے میں پڑھا ہے میں نے اپنی زندگی میں جس مقصد کے لیے، جس پریشانی کے لیے بھی یہ کلمات پڑھے ہیں اللہ رحیم وکریم نے ان کی برکت کے ساتھ میرا وہ مسئلہ حل فرما دیا ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

میرا پاک اللہ، اپنی تعریفوں کے ساتھ۔ میرا اللہ رحیم وکریم ہے، اپنی عظمتوں کے ساتھ، میرا اللہ ہر عیب، نقص سے پاک ہے۔ میرا اللہ ہر شریک کی شراکت سے پاک ہے۔ میرے اللہ نے کوئی چیز بے کار پیدا نہیں فرمائی۔ میرے اللہ نے تیرے اور میرے لیے جو فیصلہ فرمایا ہے ہر فیصلہ ظلم سے پاک ہے۔ اور ”سبحان اللہ وبحمدہ“ کا معنی یہ ہے کہ اللہ رحیم وکریم نے جو شریعت نازل فرمائی ہے وہ شریعت کسی بھی غلطی سے پاک ہے۔ جو بندہ ان کلمات سے محبت کرے، انہیں کثرت سے پڑھے، اللہ رحیم وکریم اس کی مصیبتیں پریشانیاں دور فرما دیتے ہیں اللہ کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں لوگ ناجائز تنگ کر رہے ہیں ناجائز پریشان کر رہے ہیں۔ نبی علیہ السلام بہت دکھی ہیں اور پریشان ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ [1]

[1] سورۃ الحجر: 98-97

پیغمبر علیہ السلام کو یہ ظالم، بے ایمان لوگ طعنے دے رہے ہیں، تنگ کر رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے میں بھی آخر دل دھڑکتا تھا۔ وہ بھی پریشان ہو جاتے ہیں۔ میں رب کی طرف بلاتا ہوں، دین کی طرف بلاتا ہوں، میں ان بے وقوفوں کو کہتا ہوں مورتیوں کو سجدے کیوں کرتے ہو، چڑھاوے کیوں چڑھاتے ہیں، یہ سارے پیار، محبتیں صرف اللہ کے ساتھ کرو۔

اللہ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ

اے میرے حبیب! ان طعنوں کا جواب طعنوں میں نہیں دینا، ان کی زیادتی کا جواب زیادتی میں نہیں دینا۔ بلکہ آپ نے

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

پڑھنا ہے۔ آپ کے دشمنوں کو میں خود ہی ناکام بنا دوں گا۔ آپ کی دعوت کو آپ کے پرچم کو میں خود ہی بلند کر دوں گا۔ اللہ رحیم وکریم نے مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہی سبق یاد کروایا ہے۔ کہیں اللہ رحیم وکریم کہہ رہے ہیں:

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ [1]

محبوب رات اٹھ اٹھ کر اللہ رحیم وکریم کی تسبیحات بیان کرو، سبحان اللہ پڑھو۔

اگر تو زندگی میں پاکی چاہتے ہیں۔ اولاد میں پاکی چاہتے ہیں، کاروبار میں پاکی چاہتے ہیں، نامہ اعمال میں پاکی چاہتے ہیں، دنیا کی پاکیزہ زندگی چاہتے ہیں، قبر کی پاکیزگی چاہتے ہیں، پاکیزہ حشر چاہتے ہیں اور اللہ رحیم وکریم سے پاکیزہ جنت لینا چاہتے ہیں۔ تو پڑھا کریں:

---

[1] سورۃ الدھر: 26

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

مولا! میں گنہگار ہوں، میں عیب دار ہوں، میں ظالم ہوں، میں بخیل ہوں، میں خطا کار ہوں، میرا اللہ تعریفوں کے ساتھ پاک ہے، میرا اللہ عظمتوں کے ساتھ پاک ہے۔ جس زبان سے یہ بول نکلیں اللہ رحیم وکریم کبھی بھی ایسے بندوں کو ضائع نہیں کرتے۔

یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں ہیں، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں گئے تو آپ کی دعوت پر لوگ جوق در جوق، شوق در شوق شامل ہو رہے ہیں، مسلمانوں کی جماعت بڑھتی جا رہی ہے۔ اللہ رحیم وکریم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہی پرانا حکم دے دیا ہے۔

مکے میں بھی سبحان اللہ پڑھتے رہے ہیں، اب میں نے رونقیں لگا دی ہیں، اب میں نے دل کی مرادیں پوری کر دی ہیں، اب بھی آپ نے یہی پڑھنا ہے۔ قرآن کہہ رہا ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ○ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○ [1]

قافلوں کے قافلے اسلام میں آ رہے ہیں، رونقیں مل رہی ہیں دین کو عزت مل رہی ہے اب آپ نے بھی یہی کہنا ہے: سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اور میں نے بخاری شریف میں پڑھا ہے۔ جہانوں کے پیر رب کے حبیب امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ جب یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے رکوع

[1] سورۃ النصر

اور سجدے میں پڑھتے تھے: سُبحان ربی العظیم" اور سجدے میں "سبحان ربی الاعلیٰ"
جب یہ آیت اتری پھر پڑھتے ہیں:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ

میں تیرا نبی، تیری تعریفیں بھی بیان کرتا ہوں، حمد بھی بیان کرتا ہوں اور تیرے سامنے سجدے میں گر کے عرض کرتا ہوں، یا اللہ! مجھ اپنے نبی کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے۔ نبی علیہ السلام سجدے میں یہ دعا پڑھتے اور علمائے محدثین نے لکھا ہے: سبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيم ، سبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى سے یہ دعا زیادہ افضل ہے اور اس میں جامعیت ہے۔

هذا ما كان عندى
والله تعالى اعلم بالصواب
ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله
واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

خطبہ عید الفطر

خطبہ عید الفطر

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ [1]

”اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے وہ تمہارے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا اور یہ اس لیے کہ تم گنتی پوری کر لو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تم کو ہدایت دی اور تا کہ تم اس کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔“

حمد و ثنا، کبریائی، بڑائی، یکتائی، تنہائی، بادشاہی، شہنشاہی اور ہر قسم کی وڈیائی اللہ وحدہ لاشریک کی ذات بابرکات کے لیے، درود و سلام سیدنا و سید الاولین والاخرین، امام الانبیاء والمرسلین، امام المجاہدین والمتقین، امام الحرمین والقبلتین سید الثقلین امامنا فی الدنیا وامامنا فی الاخرۃ وامامنا فی الجنۃ، کل کائنات کے سردار، میرے اور آپ کے دلوں کی بہار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے۔

---

[1] البقرہ:185

رحمت و بخشش کی دعا آلِ رسول، اہل بیت، اصحاب رسول، تابعین عظام، اولیائے کرام، ائمہ دین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ اجمعین کے لیے۔

تمہیدی گزارشات:

میرے مسلمان بھائیو......!

رمضان المبارک کے پورے ماہ میں ہم نے روزے رکھے ہیں، خوش نصیب حضرات نے جی بھر کر اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کی ہے۔ اب ہم شریعت کے مطابق کھلے میدان میں جمع ہیں اور ہم نے عید الفطر کی نماز باجماعت ادا کرلی ہے۔ اللہ پاک ہماری اس شکرانے کی پڑھی ہوئی نماز کو قبول ومنظور فرمائے۔ آمین!

پہلی بات:

آج کا دن بہت اہم دن ہے، آج کا دن مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے۔ اس لیے آپ میری تین باتوں کو غور سے سماعت فرمائیں۔

آج کا دن دین محمدی میں ''يوم الزينة ، يوم الفرح ، يوم السرور'' خوبصورتی، خوشی اور بہار کا دن ہے۔

آج بچوں کا دن ہے، آج جو بندہ جیسا بھی لباس پہنے ہوئے، جیسی بھی جوتی پہن کر، پرفیوم اور عطر وغیرہ لگا کر اپنی بساط کے مطابق صفائی ستھرائی کے ساتھ اللہ کے حضور پیش ہونے کے لیے آیا ہے اللہ پاک اس کی عبادت کو قبول فرمائیں گے۔

آج زینت کے حوالے سے آپ جو بھی چیز استعمال کریں گے ایک ایک ذرّے پر اجر ملے گا کیونکہ اس کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے۔ لیکن آج میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری خوبصورتی اس وقت تک ہے جب

تک ہمارا دل پاک ہے۔ آج ہم میں سے ہر کسی نے اچھے سے اچھا لباس پہن رکھا ہے۔ لیکن اگر اس کے ساتھ ساتھ ہمارے دل میں بغض وکینہ، حسد وعداوت، ناراضی وغصہ بھی ہے تو یہ بات مسلمان تو درکنار عام انسان کو بھی زیب نہیں دیتی!

جب کمرے کے اندر گندگی کا ڈھیر ہو اور اس کے باہر کستوری لگائی ہوئی ہو تو اس کمرہ بنانے والے آدمی کو لوگ عقل مند نہیں کہیں گے! بلکہ لوگ کہیں گے پہلے کمرے کا اندر تو صاف کرو۔

تو آج میں نبی پاک ﷺ کی سنت کے مطابق تمام لوگوں کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ ہم نے نہا کر، غسل کر کے نئے کپڑے پہنے ہیں تو ہمیں اپنے دلوں کو بھی غسل دینا چاہیے، جن جن لوگوں سے آپ کی ناراضگی ہے، ان سے ملنے جائیں، انہیں گلے لگائیں، ان سے ملاقات کریں۔

دو جہانوں کے تاجدار ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا نبی قسم اٹھا کر کہتا ہوں حالانکہ نبی کائنات ﷺ کو قسم اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے ہم تو آپ کی پلکوں کے اشارے پر جان قربان کرنے والے ہیں۔ نبی کائنات ﷺ نے فرمایا: جو آدمی کسی کے پاس چل کر چلا جائے، صلح کر لے، معافی مانگ لیتا ہے یا معاف کر دیتا ہے تو میں محمد (ﷺ) اللہ پاک کی قسم اٹھاتا ہوں اللہ پاک اس کو اس کی عزت میں کمی نہیں آنے دیتے۔

یاد رہے! آج کے دن دل میں نفرتوں کے بیج بونے والا اور معصوم چہروں سے خوشیاں چھیننے والا انسانی شکل میں درندہ ہے، مثالی مسلمان ہرگز نہیں ہے۔

آج اگر گھر میں سالن لذیذ نہ بنے یا کوئی بچہ شرارت کر دے تو اس کو مسکرا کر معاف کر دینا ہے اور اس سے پیار کرنا ہے۔

آج لڑائی جھگڑے کا دن نہیں ہے بلکہ محبتیں تقسیم کرنے کا دن ہے۔ آج تو

لوگوں کو بارونق اور کھلے چہروں کے ساتھ ملنے کا دن ہے۔

دوسری بات:

اپنے دل کو پاک، صاف اور نرم کرنے کے بعد زبان پر اللہ کی بڑائی کا نغمہ رہنا چاہیے کیونکہ آج اللہ کی بڑائی کا دن ہے۔ آپ نے ابھی کہا:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

''اللہ تو بڑا ہے، اللہ تو بڑا ہے، میں بڑا نہیں ہوں، میں چھوٹا ہوں میری کوئی حیثیت نہیں ہے اور تیرے سوا میرا مشکل کشا، حاجت روا اور الٰہ بھی کوئی نہیں، اللہ تو ہی بڑا ہے، اللہ تو ہی بڑا ہے اور سب تعریفیں اور شکر تیرے لیے ہے۔''

میرے پیارے مسلمان بھائیو......!

یہ کلمات اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کافی ہیں، آپ ذرا ایمانداری سے بتائیں کہ اس سے بڑھ کر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو سکتی ہے......؟

آج آپ نے یہ بات کہی ہے...... تو مزا اس بات میں ہے کہ آپ ساری زندگی اس کی پاسداری کریں اور آخری سانس تک اس نغمے کا خیال، حیا اور نبھا کرتے رہیں۔

چار پانچ دنوں کے بعد جب ہم دکان پر بیٹھے ہوئے ہوں اور مؤذن کہہ رہا ہوگا: اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! ...... ہم یہ الفاظ سن کر بھی دُکان سے اُٹھ کر نماز پڑھنے نہیں آتے۔

آپ مجھے سچی بات بتائیں......! ہم نے اللہ کو بڑا ماننا ہے یا دُکان کو......؟

قابل غور بات ہے! اپنے کردار پر غور وفکر کرتے رہا کریں اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی مضمر ہے۔

میرے بھائیو......!

یہ زندگی بڑی مختصر ہے، یہ دوغلی پالیسی چھوڑ دیں......! دل میں کچھ......اور باہر کچھ......ہمیں یہ منافقانہ رویہ نہیں اپنانا چاہیے، یہ رویہ اللہ کے ہاں مقبول ومنظور نہیں ہوگا۔

ہمیں لوگوں کو خوش رکھنا چاہیے اور خود بھی خوش رہنا چاہیے۔ "اللہ اکبر" کا حقیقی معنی یہ بھی ہے کہ ہم ہر معاملے میں اللہ کو آگے رکھیں۔ جیسے ہم پنجابی میں کہتے ہیں:

" اَسیں تے جی......! اپنے وڈیاں نوں اَگّے لایا ہویا اے "

اور جس آدمی نے اپنے ہر معاملے میں اپنے اللہ کو آگے کیا ہوا ہو، اس کی خوشی میں ......اللہ آگے......کاروبار میں ......اللہ آگے......غرض کہ زندگی کے ہر معاملے میں اللہ آگے ہے۔ وہی شخص زندگی کی حقیقی خوشی اور ابدی کامیابی پاتا ہے۔

میرے سامعین......کرام!

آج آپ بہت خوش خوش ہیں، آپ مجھے ایک سچی بات بتائیں......!

کیا اللہ ہمارا بُرا سوچ سکتا ہے......؟؟؟

کیا اللہ ہمیں بے یارو مددگار چھوڑ دے گا......؟؟؟

قسم بخدا......! ہرگز نہیں......!!! بالکل نہیں!!

ہم تو مدینے والے امام ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں ہم نے رمضان المبارک کے پورے تیس دن بھوکے، پیاسے "لِوَجۡہِ اللّٰہ" اللہ کو راضی کرنے کے لیے گزارے ہیں۔ ہماری تو ضرور ضرور قدر کی جائے گی۔

آپ احساسِ کمتری کا شکار مت ہوں! جیسے لوگ ـــــ کہتے ہیں کہ مولوی

صاحب! ہم پورے دین پر تو نہیں چل سکتے! (یہ کفریہ جملہ ہے)

میرے بھائیو......!

جنہوں نے مَن پسند دین بنالیا، جو دل میں آیا مان لیا اور جو دین کی بات پسند نہ آئی تو درمیان میں برادری کھڑی کر دی......اور دین کی اس بات کو رَد کر دیا......

اللہ پاک فرماتے ہیں: جو لوگ مجھے بعض چیزوں میں بڑا سمجھتے ہیں اور بعض میں چھوٹا، بعض دین کی چیزوں کو مان لیتے ہیں اور بعض کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو میں ان لوگوں کو دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کر دیتا ہوں اور میں قیامت کے روز ان کو کافروں سے بھی زیادہ بڑا عذاب دوں گا۔

میں نے ایک حدیثِ قدسی میں پڑھا ہے اللہ پاک فرماتے ہیں:

"مجھے میری عزت و جلال کی قسم! جو آدمی مجھے بڑا مان لیتا ہے اور گردن جھکا لیتا ہے میں اس کو کبھی نیچے نہیں ہونے دیتا۔"

آج ہم چھوٹے ہوتے ہیں تو اپنی بُری حرکتوں کی وجہ سے۔ اگر صرف اللہ کو بڑا مان لیں تو دنیا و آخرت سدھر جائے گی۔

تیسری بات:

اللہ تعالیٰ سے انعامات کی امید رکھنے والو......!

آج شکر کرو اور جی بھر کر شکر کرو، شکر ہی عبادت ہے اور آج کا دن حقیقی شکر کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس لیے تو فرمایا ہے:

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ "تا کہ تم شکر کرنے والے بن جاؤ"

میرے بھائیو......! آپ نے یہ نہیں سمجھ لینا کہ ہم نے بہت لوگوں کو

روزے رکھوائے، لوگوں کی مدد کی، سحری، افطاری کروائی ہے تو پتہ نہیں ہم کیا بن گئے ہیں......؟؟

ہم کچھ نہیں بنے......! ہم تو عرش والے کی معمولی عطا کا بھی حق ادا نہیں کر سکے۔ ہمیں تو صرف یہی کہنا چاہیے......

کہ اے اللہ! آپ کی مہربانی اور خاص احسان ہے کہ آپ نے ہمیں اپنے حلال رزق سے روزے داروں کو سحری وافطاری کروانے کی توفیق بھی بخشی۔

نمازیں، نوافل، تہجد، ذکر واذکار، تراویح، اعتکاف اور دیگر اعمالِ صالحہ کی توفیق دی۔

اے اللہ! تو ان تمام نیکیوں کو قبول فرما۔

اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ میں تیرے لیے سارا سارا دن بھوکا رہا۔ میرے شہر میں کتنے ہی ایسے ہٹے کٹے لوگ ہیں جنہوں نے کھاتے پیتے ہوئے روزے چھوڑ کر رمضان ایسے ہی گزار دیا۔ اے اللہ......! تیرا شکر ہے تو نے میرے جسم کو اپنی محبت کے ساتھ پسند فرمایا۔

ہم صرف ''الحمد للہ'' کا لفظ کہہ کر سمجھتے ہیں کہ اللہ کا شکر ادا کر دیا۔ یہی مسئلہ ہے کہ ہمیں عربی زبان نہیں آتی، دین کی بہت سی باتیں ہم سے ادھوری ہیں، ادھر شکر کے الفاظ بھی بولتے ہیں اور ساتھ ہی کیبل، وی سی آر، ڈش کے سامنے بھی بیٹھ کر اللہ کی منع کردہ چیزوں کو دیکھتے ہیں۔

میرے بھائیو......! ''شکر'' کا حقیقی معنی یہ ہے

: کہ آپ کی آنکھ اللہ کی نافرمانیاں نہ کرے۔

: ''شکر'' یہ ہے کہ آپ کی زبان اللہ کی گستاخی اور نافرمانی نہ کرے

: آپ کا ہاتھ ظلم نہ کرے، آپ کے پاؤں برائی کی طرف نہ چلیں

حتی کہ جمیع جوارح، آپ کا پورا وجود اللہ کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھک جائے، اللہ کی فرمانبرداری میں لگ جائے تو یہ اصل ''شکر'' ہے۔

تو آج آپ نے اپنے گھر میں ایسے ہی شکر کا ماحول بنانا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ شیطان ہمیں عریانی وفحاشی میں لگا دے، وہی معاملہ جو رمضان سے پہلے تھا وہی پھر شروع ہو جائے۔

میرے بھائیو، ذرا سوچیے......!

اگر ایک آدمی پورا مہینہ لگا کر ایک عمارت تیار کرے اور پھر اس کی مکمل تیاری کے بعد اس کو ایک ہی دن میں گرا دے تو اس آدمی کو کوئی بھی عقل مند نہیں کہے گا اسی لیے پورے رمضان کی کی ہوئی محنت کو ایک ہی دن میں ضائع نہ کر لینا۔

ہر لمحہ، عریانی اور فحاشی سے بچتے رہیں، جیسے آپ رمضان میں نماز پڑھتے رہے ویسے ہی آپ باقی گیارہ مہینوں میں نماز پڑھیں۔ کیونکہ مساجد رمضان کے لیے نہیں بلکہ پورے سال کے لیے بنائی گئی ہیں۔

اگر آپ نے آج کی باتوں کو سن کر اپنا لیا تو ساری زندگی سکون سے گزرے گی کیونکہ یہی کامیابی کا راستہ ہے اسی راستے پر چلتے ہوئے ہم جنت تک پہنچ سکتے ہیں۔

اللہ مجھے اور آپ کو حقیقی خوشی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

هذا ما كان عندي

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

وما توفيقي الا بالله

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

محقق مصنف، مدرس، کامیاب مبلغ اور مترجم کے خطبات کا دلنشیں مجموعہ
خوشبوئے خطابت
مؤلف:
العبد الفقیر الی اللہ الغنی
ابوالحسن عبدالمنان راسخ
خادم السنۃ النبویۃ الشریفۃ
مکتبہ قدوسیہ

منہاج الخطیب
کامیاب مبلغ، مصنف، مدرس اور مترجم کی دِلفریب کاوش
ابوالحسن عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ
خادم السنۃ النبویۃ الشریفۃ

مصباح الخطیب
ابوالحسن عبدالمنان راسخ
خادم السنۃ النبویہ الشریفہ

کیا ہم
اللہ کا ادب کرتے ہیں
مؤلف
ابو الحسن عبد المنان راسخ
مکتبہ قدوسیہ